مقالاتِ صدیقی

سیرت • تعمیرِ فکر • فقہ اور

اسلامی شخصیات پر نادر مقالات کا مجموعہ

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

Marfat.com

Marfat.com

مقالات صدیقی

سیرت، تعمیرِ فکر، فقہ اور اسلامی شخصیات پر نادر مقالات کا مجموعہ

4158

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

سابق چیئرمین ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور

سابق چیئرمین و سیرت پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ،

اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔

سابق رئیس الجامعہ، ادارہ منہاج القرآن، لاہور

پروفیسر علوم اسلامیہ، شیر ربانی اسلامک سنٹر، مانچسٹر، انگلینڈ

صدیقی پبلی کیشنز

40-اے، ولی مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 7246926

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب زدنی علما

87442

ALL RIGHTS RESERVED

نام کتاب : مقالات صدیقی

مولف : پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

صفحات : 384

طبع اول : مئی 1999ء

تعداد : ایک ہزار

قیمت : 195 روپے

کمپوزنگ : باہتمام سعید احمد صدیقی (ایم۔اے)

صدیقی کمپوزنگ سنٹر، اردو بازار، لاہور۔

ناشر : سعید احمد صدیقی (ایم۔اے) صدیقی پبلی کیشنز

ملنے کا پتہ : صدیقی پبلی کیشنز، 40۔اے، ولی مارکیٹ،

اردو بازار، لاہور۔ فون نمبر 7246926

Marfat.com

4158

میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی
ذخیرہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَولایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً
عَلٰی حَبِیبِكَ خَیرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَونَینِ وَالثَّقَلَینِ
وَالْفَرِیقَینِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

Marfat.com

لِلّٰهِ وَرَسُولِهٖ

Marfat.com

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
	سیرت	
1-	عظمت مصطفےٰ ﷺ پر یہود و نصاریٰ کا بیہودہ اعتراض کیوں؟	3
2 -	رسول اکرم ﷺ کی روحانی زندگی	81
3 -	مثالی پیغمبر ﷺ	117
4 -	ورفعنا لک ذکرک	148
5 -	سیدنا صدیق اکبرؓ اور عشق رسول ﷺ	185
6 -	حضور ﷺ بحیثیت متمم اخلاق	221
	تعمیر فکر	
7 -	اسلام کا نظام اخلاق	229
8 -	خودی قرآن حکیم کی روشنی میں	254
9 -	موجودہ دور میں مصطفوی ﷺ انقلاب کیسے ممکن ہے؟	267
10 -	اِسلام کا اقتصادی نظام	277
11 -	اسلام میں عورت کی معاشرتی حیثیت	281
	فقہ	
12 -	فقہ حنفیؒ کا اجمالی تعارف	295
13-	حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اجتہاد کا طریق کار	342
	شخصیات	
14 -	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ	361
15 -	حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ	365
16 -	حافظ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ	370

Marfat.com

عرض ناشر

آسمان علم و حکمت کے درخشندہ ستارے پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب جن کی تمام عمر درس و تدریس کے ذریعے تشنگان علم کی پیاس بجھاتے ہوئے گزری۔ ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب میں پینتیس برس تک ہزاروں طلباء و طالبات کی دینی و اخلاقی اور روحانی تربیت کی جو ملک کے سرکردہ تعلیمی اداروں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کی علمی و روحانی تربیت و راہنمائی کے ذریعے دو سو سے زیادہ ملکی و غیر ملکی محققین نے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں جو اندرون و بیرون ملک دینی و علمی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے پاکستان ٹیلی ویژن اور ریڈیو پاکستان پر دینی و علمی موضوعات اور اسلامی تہواروں کے حوالے سے سینکڑوں پروگراموں میں عوام الناس کی راہنمائی فرمائی۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے علماء اکیڈمی اوقاف پنجاب کے تحت ملک کی دینی درس گاہوں کے مدرسین و معلمین کے ریفریشر کورسز میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

محترم پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب نے جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں قاضی کورس میں قضاۃ کی تربیت و تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ دعوۃ اکیڈمی' انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں تقابل ادیان کے موضوعات پر وقتاً" فوقتاً" لیکچر دیئے۔

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب نے ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب کے رئیس ادارہ اور شعبہ علوم اسلامیہ' اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں بھی رئیس ادارہ کے حوالے سے خدمات انجام دیں۔ آپ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں سیرت چیئر پر بھی فائز رہے۔ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب نے ادارہ منہاج القرآن ماڈل ٹاؤن لاہور میں رئیس الجامعہ کے طور پر دینی خدمات انجام دیں۔

Marfat.com

1965ء سے لے کر تا حال پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب ملک میں منعقد ہونے والے علماء کنونشنز میں دینی راہنمائی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی ملتان میں بھی اسلامی تعلیمات پر لیکچر دیئے۔ آپ نے ملک بھر میں حنفی مسلک کی ترویج و اشاعت میں بھرپور حصہ لیا اور دینی مدارس و جامعات میں وقتاً فوقتاً منعقد ہونے والے سیمیناروں میں اسلامی محافل میں راہبری و راہنمائی فرماتے رہے۔ محکمہ اوقاف کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی دینی و علمی مجالس اور قومی و صوبائی سیرت کانفرنسوں میں ماہر علم و حکمت کی حیثیت سے اپنے مقالات پیش کرتے رہے۔

جامع مسجد رضوان اعوان ٹاؤن اور مسجد طیبہ وحدت کالونی میں پندرہ برس تک جمعہ کی خطابت (Friday Cermon) کے فرائض انجام دیئے اور عوام الناس کی اسلامی تعلیمات کے ذریعے احسن انداز میں راہنمائی فرمائی۔

ہمدرد یونیورسٹی کے تحت منعقدہ ہمدرد کانفرنسوں میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرماتے رہے۔ آپ ہمدرد کی مجلس شوریٰ کے ممبر ہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب پنجاب پبلک سروس کمیشن میں محکمہ تعلیم پنجاب میں سلیکشن و ترقی کے محکمانہ امتحانات میں تحریری اور زبانی ممتحن کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت میں مشاورت کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ سٹاف ٹریننگ کالج اور سول سروسز اکیڈمی میں زیر تربیت افسران کی دینی و اخلاقی راہنمائی اور اسلامی انتظامی طرز حکومت کے اصول و ضوابط کے حوالے سے تربیت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

اسلامی و غیر اسلامی ممالک سویڈن' ناروے' ڈنمارک اور ایران کی حکومتوں کی سرکاری دعوتوں پر شرکت کرتے رہے اور پاکستان کی بھرپور نمائندگی کی۔ پاکستان کے وقار میں عزت و شرف کا باعث بنے۔

محترم ڈاکٹر پروفیسر بشیر احمد صدیقی صاحب کے پسندیدہ موضوعات میں تقابل

Marfat.com

ادیان اور فقہ شامل ہیں۔ آپ اس حوالے سے اندرون و بیرون ملک اپنی علمی قابلیت کے حوالے سے اتھارٹی سمجھے جاتے ہیں۔

آج کل آپ مانچسٹر انگلینڈ میں معروف اسلامی تبلیغی اداروں کے تحت دینی و علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ محترم ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب نے تمام عمر اندرون و بیرون ملک، ملکی و غیر ملکی طالب علموں کی دینی و علمی اور روحانی و فکری تربیت و راہنمائی کے دوران سینکڑوں پر مغز اور مبنی بر حکمت پندونصائح پر مشتمل لیکچر دیئے۔

فی زمانہ معاشرے کی بگڑتی ہوئی دینی و اخلاقی گراوٹ کے سدباب کے طور پر میں نے اس امر کی اشد ضرورت محسوس کی کہ آپ کے علمی و تحقیقی مقالہ جات کو کتابی شکل میں یکجا کر دوں تاکہ علماء وفضلاء کے علاوہ طلباء اور افراتفری و انتشار کے اس دور پر آشوب میں روحانی تسکین کے متلاشی علم و دانش کے اسرار و رموز سے سیراب ہو کر اپنی مشکلات و اشکالات کا حل تلاش کر سکیں اور شکوک و شبہات اور بے یقینی کے مراحل سے نکل کر اسلام کی نکھری اور سادہ تعلیمات کے اصولوں کے تحت اپنی زندگیاں قرآن و سنت رسول ﷺ کے مطابق گزار سکیں۔

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کے ان مقالات کو سیرت النبی ﷺ، تعمیر و فکر، فقہ اور اسلامی سرکردہ شخصیات کے عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے۔ میں پروفیسر محمد شعیب صاحب کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ جنھوں نے میرے ساتھ مل کر اس کتاب کی اشاعت میں شب و روز حتی المقدور تعاون کیا۔ پروف ریڈنگ اور ایڈیٹنگ میں مدد کی۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

سعید احمد صدیقی ایم اے

Marfat.com

سیرت

☆ عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہود و نصاریٰ کا بیہودہ اعتراض کیوں؟

☆ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی زندگی

☆ مثالی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

☆ ورفعنا لک ذکرک

☆ سیدنا صدیق اکبرؓ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت متمم اخلاق

Marfat.com

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم

عظمتِ مُصطفےٰ

یہُود و نصاریٰ کا بیہُودہ اِعتراض کیوں؟

Marfat.com

Marfat.com

شاعرِ دربارِ رسالت
حضرت حسّان بن ثابت رضؓ

اَحسَنَ مِنکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَینُی
وَ اَجمَلَ مِنکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقتَ مُبَرَّاً مِنّ کُلِّ عَیبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقتَ کَمَا تَشَاءُ

Marfat.com

ابوسفیان بن حارث قریشی ہاشمیؓ

نَبِیٌّ کَانَ یَجْلُوْ الشَّکَّ عَنَّا
بِمَا یُوْحیٰ اِلَیْہِ وَمَا یَقُوْلُ
فَلَمْ نَرَ مِثْلَہٗ فِی النَّاسِ حَیًّا
وَلَیْسَ لَہٗ مِنَ الْمَوْتیٰ عَدِیْلُ

Marfat.com

پیش لفظ

قیصر روم کا دربار پوری شان و سطوت کا منظر پیش کر رہا ہے۔ ایک مرد درویش جو علم و فضل کا پیکر ہے اور جسے قیصر نے اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہونے کے لئے ایک اسلامی ملک کے فرمانروا کی معرفت بلایا ہے دربار میں داخل ہوتا ہے۔ قیصر پہلا سوال اس سے یہ کرتا ہے۔ "وہ جو آپ کے پیغمبر ﷺ کی ایک زوجہ پر تہمت لگی تھی وہ کیا معاملہ تھا؟"

مرد درویش طعن و تشنیع سے بجھا ہوا یہ سوال پورے تحمل سے سنتا ہے اور قیصر کے طرز تکلم اور اس کے اس سوال کے پس منظر میں اس کے دل میں اٹدتے ہوئے تعصب کو اپنے نور فراست سے بھانپ لیتا ہے۔ لیکن جذبات پر قابو رکھتے ہوئے متانت اور سنجیدگی سے جواب میں یہ کہتا ہے۔

اے بادشاہ! دنیا میں دو ہی عورتیں ایسی ہوئی ہیں جن پر تہمت لگی۔ ایک مریم جس کے ہاں بچہ بھی تولد ہوا اور وہ اپنے بیٹے کو اپنے کاندھے پر اٹھائے پھری اور دوسری عائشہ جس کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی لیکن قرآن حکیم میں علیم و خبیر رب کائنات نے دونوں پر لگائی گئی تہمت کو بہتان عظیم قرار دیتے ہوئے دونوں ہی کو عفیفہ اور صالحہ بیان فرمایا۔

مرد درویش کا اشارہ ان آیات قرآنیہ کی طرف تھا:

وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا (النساء: 156)

(اور یہود کے مریم پر بہتان عظیم باندھنے کے باعث)

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ق سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (النور: 16)

Marfat.com

(اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ (افواہ) سنی تو تم نے کہہ دیا ہوتا ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم گفتگو کریں اس کے متعلق اے اللہ ! تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔)

قیصر کو کوئی جواب نہ بن پڑا۔ مرد درویش کو اگلے روز دربار میں آنے کے لئے کہا اگلے روز دربار میں سرخ و سفید رنگ والے اور سفید لباس میں ملبوس بکثرت عیسائی پادری گلے میں صلیب لٹکائے ایک عجیب اور پرہیبت منظر پیش کر رہے تھے۔ مرد درویش پورے وقار و متانت سے دربار میں داخل ہوا۔ آداب معاشرت کے حوالے سے پادریوں کو سلام کہا اور ان کے اہل و عیال کی خیریت دریافت کی۔ قیصر روم نے خفگی کے لہجے میں مرد درویش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے تو سلطان کو یہ کہا تھا کہ کسی پڑھے لکھے جید عالم کو میرے پاس بھجوانا۔ تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ راہب ہیں اور ان کی کوئی اولاد نہیں ہوتی۔ مرد درویش نے بڑی سنجیدگی اور وقار سے جواب دیا بہت خوب ! تو یہ لوگ اولاد سے منزہ ہیں اور خالق و مالک کائنات کے لئے آپ کا کہنا یہ ہے کہ:

اتخذ اللّٰہ ولداسبحانہ (کہ بنا لیا اللہ نے اپنا ایک بیٹا پاک ہے وہ (اس تہمت سے)

قیصر روم اور پورے دربار پر سناٹا چھا گیا۔ تیسرے روز بھی بات ہوئی اور قیصر روم نے حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے بڑے احترام سے' تحائف دیکر' مرد درویش کو واپس وطن بھجوا دیا۔

یہ مرد درویش علامہ ابوبکر بن الطیب الباقلانی تھے جن کی وفات 404 ھ میں ہوئی وہ چوتھی صدی کے بہت بڑے متکلم تھے۔ جن کی بکثرت اور متعدد تصانیف میں سے چند ایک' اعجاز القرآن' کتاب التمہید اور کتاب البیان راقم الحروف کے مطالعہ میں رہی ہیں۔

Marfat.com

اسلام دین فطرت ہے قرآن حکیم جو پہلی کتب مقدسہ کا مھیمن اور نگران ہے اس میں جہاں دوسرے ادیان کے مقامات لغزش کی نشان دہی کی گئی ہے اور عقائد باطلہ کا رد مدلل انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ وہاں ان ادیان کے محاسن بھی مصدقا لما معکم (سورۃ النساء : 47) -(تاکہ تصدیق کرے اس کی جو تمہارے پاس ہے)

قرآن حکیم میں حضرت مریم کے حوالے سے اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں مختلف سورتوں (البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، التوبہ، مریم، المومنون، الاحزاب، الزخرف، الحدید، الصف، اور التحریم) میں ان کے حالات زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور دونوں کی شان و عظمت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ لیکن یہود اور نصاری بجائے احسان مند ہونے کے مسلم دشمنی پر تلے ہوئے ہیں اور جہاں یہ امر واضح طور پر سامنے آتا ہے کہ اہل کتاب (یہود و نصاری) عہد نبوی ﷺ سے لیکر آج تک ہادی اعظم ﷺ کی شان و عظمت کے خلاف سازشیں اور بہتان طرازی کرتے رہے ہیں وہاں یہ امر بھی مسلم حقیقت ہے کہ مسلمان متکلمین اور محققین عظمت رسول ﷺ کے دفاع کا فریضہ بھی بطریق احسن انجام دیتے چلے آئے ہیں۔

عصر حاضر میں مستشرقین نے اس قدیم سازشی مہم کو نئے رنگ میں پیش کیا ہے۔ انہوں نے ہادی اعظم خاتم النبیین ﷺ کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر نام نہاد تحقیق کی خوبصورت آڑ لیکر لغو اور بیہودہ اعتراضات کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے ان کے ناپاک مقاصد میں ایک طرف تو مغربی ذہن کو اسلام اور ہادی اسلام کے خلاف مسموم کرنا ہے تو دوسری طرف سادہ لوح اور مغربی تہذیب کے دلدادہ اور مغربی نظام تعلیم کے تربیت یافتہ فرزندان اسلام کے قلب وذہن میں ہادی اسلام

Marfat.com

کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے۔ امت مسلمہ کے ذہن و قلب میں جاگزیں عظمت مصطفیٰ ﷺ کے گہرے نقوش کو مدھم کرنے یا کلیۃً محو کرنے کیلئے یہود و نصاریٰ نے حضور ﷺ کی سیرت کو غلط رنگ میں پیش کرنے کی جو مہم شروع کر رکھی ہے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے ایک مستشرق Johnson G.Lindsay اپنی کتاب TWO WORLDS میں مسیحیوں پر تنقید کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

"The ignorance displayed by most Christians regarding the Muslim religion is appalling .... Mohammad alone, among the nations at that time, believed in one God to the exclusion of all others. He insisted on righteousness as the source of conduct, if filial duty, and on frequent prayers of the ever-living. God, and of respect to all other peoples, and of justice and mercy to and moderation in all things, and to hold in great respect learning of every kind .... Most of the absurdities which Christians would have us belive to exist in the Quran were never uttered by Mohammad himself, nor are they to be found in a correct translation of the work".

علامہ اقبال نے یورپ کی اس ناپاک فکری مہم کو اپنی خداداد نگاہ بصیرت سے بہت پہلے بھانپ لیا تھا اور کہا تھا:

Marfat.com

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

لیکن اس کا علاج محض مشتعل ہونا نہیں بلکہ ہادی اسلام پر مثبت انداز میں محققانہ اور عالمانہ تصانیف پیش کرنا ہے جس سے مستشرقین کو مسکت جواب اور فرزندان اسلام کے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو سکے۔ زیر نظر تصنیف اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

بارگہ صمدیت میں التجا ہے کہ اسے شرف قبول عطا فرمائے اور مندرجہ بالا مقاصد کی تکمیل فرما کر مسلمانوں کو عظمت مصطفےٰ ﷺ سے شناسا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

Marfat.com

قرآن حکیم کی روشنی میں رسول کریم ﷺ کی شان و عظمت

خالق کائنات نے حضور ﷺ کے ظہور قدسی کو اپنے عظیم احسان سے تعبیر فرمایا ہے

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (**آل عمران 3 : 164**)

(یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں، سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔)

سید قطب شہید نے محسن حقیقی کے اس عظیم احسان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"لقد کانت المنة الالٰھیتہ علیٰ ھذہٖ الامة بھذا الرسول و بھذا الرسالة عظیمة عظیمة"

(بے شک اللہ تعالیٰ کا یہ احسان، اس امت پر، اس رسول اکرم ﷺ اور اس رسالت کی بنا پر انتہائی عظیم ہے)

یہاں اس امر کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کی غیر محدود اور لا متناہی نعمتوں کا ذکر کیا ہے حتی کہ "اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا"

(اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو ان کا شمار نہیں کر سکتے)

اس ضمن میں شاہ ولی اللہ محدث الدہلوی نے الفوزالکبیر میں قرآن حکیم کے علوم خمسہ میں سے "**علم التذکیر بالاء اللہ**" کو ایک مستقل علم قرار دیا ہے تعجب خیز امر یہ ہے کہ سورج چاند ستارے پہاڑ انواع و اقسام کے پھل اور غذائیں یہ فضائیں یہ ہوائیں یہ نعمتوں کا وسیع سلسلہ بمطابق ارشاد باری "**اسبغ نعمہ ظاھرۃ وباطنہ**" ان کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی اپنے ظاہری اور باطنی احسان کا ذکر نہیں فرمایا جب کہ حضور ﷺ کی بعثت کو احسان عظیم قرار دیا ہے۔

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ عالم اس امر پر شاہد عادل ہے کہ حضور ﷺ نے نہ صرف یہ کہ حیات انسانی کے ہر ہر گوشے میں انقلاب عظیم برپا فرمایا اور مثالی رہنما اصول دیئے بلکہ انسانی معاشروں اور تہذیبوں پر' اقوام و ملل پر اور عقائد و افکار پر گہرے اثرات اور انمٹ نقوش مرتب فرمائے۔

آپ کے ہمہ پہلو' عدیم النظیر عالمی اور آفاقی انقلاب کو ہدیہ تحسین پیش کرتے ہوئے A.M. LOTHROP SODDARD لکھتا ہے:

"The rise of Islam is perhaps the most amazing event in human history. Springing from a iand and a people alike previously negligible, Islam spread within a century over half the earth, shattering great empires, overthrowing long established religions remoulding the souls of races, and building up a whole new world, the world of Islam".

محققانہ انداز میں دوسرے مذاہب کی تعمیر وارتقا اور متعلقہ اسباب کا ذکر کرتے ہوئے حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے جان نثاروں کا باطل کی مزاحمت اور زبردست طاغوتی قوتوں کا مردانہ وار مقابلے (اور وہ بھی معروف مادی سہاروں کے بغیر) کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

The closer we examine this development the more extraordinary does it appear. The other great religions won their way slowly by painful

Marfat.com

struggle, and finally triumphed with the aid of powerful monarchs converted to the new faith. Christinanity had its Constaintine, Buddhism its Asoka, and Zoroastrianism its Cyrus, each lending to his chosen cult the mighty force of secular authority. Not so Islam, Arisng in a desert and sparsely inhabited by a nomad race previously undistinguished in human annals, Islam sallied forth on its great advanture with the slenderset human backing and against the heaviest material odds.

ہم نے یہ طویل اقتباس اس لئے دیا ہے کہ جن لوگوں نے حضور ﷺ کی عظمت اور مشن کی تکمیل کے لئے آپ کی کامیاب مساعی کا واقعی، غیر جانبدارانہ شعور اور ادراک حاصل کیا۔ انہوں نے دل کھول کر آپ ﷺ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔

قرآن حکیم نے حضور ﷺ کے محاسن و اوصاف اور خصائص کا بکثرت جابجا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے فقط چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(1) وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ (الانبیا: 107)

(اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لئے)

قرآن حکیم اس امر پر شاہد عادل ہے کہ مختلف وقتوں میں مختلف علاقوں میں مختلف قوموں کی طرف پیغام ربانی کو بندوں تک پہنچانے کے لئے انبیائے کرام

Marfat.com

مبعوث ہوتے رہے بعض مواقع پر ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ انبیاء فریضہ تبلیغ ادا فرماتے رہے مثلاً حضرت ابراہیم کے عہد مبارک میں حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحاق، حضرت لوطؑ بھی موجود ہیں حضرت موسیٰؑ کے ساتھ حضرت ہارونؑ بھی شریک کار ہیں۔ حضرت داؤدؑ کے ساتھ ان کے فرزند ارجمند، حضرت سلیمانؑ بھی مرتبہ نبوت پر فائز ہیں لیکن وہ ذات گرامی جو عالمی اور آفاقی سطح پر آخری نبی کی حیثیت سے جلوہ گر ہوئی 1400 برس تو گزر چکے ہیں اور قیامت کب آئیگی کسی کو معلوم نہیں تو جب تک آفتاب و ماہتاب اپنی تابانیوں سے اس کرہ ارض کو منور کرتے رہیں گے تب تک رسالت محمدی کی ہی تجلیات عالم انسانیت کو مستفیض و مستنیر کرتی رہیں گی۔ جسٹس پیر کرم شاہ نے اس آیت کریمہ کے لطائف کو حسن وخوبی سے بیان کیا ہے فقط ایک اقتباس ملاحظہ ہو :

" ارشاد ہے اے محبوب جو کتاب مجید، دین حنیف، شریعت بیضاء، خلق عظیم، دلائل قاہرہ، حجج باہرہ، آیات بینات اور معجزات ساطعات غرضیکہ جن ظاہری اور باطنی، جسمانی اور روحانی نعمتوں سے مالا مال کر کے ہم نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے اسکی غرض و غایت یہ ہے کہ آپ سارے جہانوں کے لئے، سارے جہان والوں کے لئے، اپنوں اور بیگانوں کے لئے۔ دوستوں اور دشمنوں کے لئے سراپا رحمت بن کر ظہور فرمائیں " (ضیاء القرآن ج 3، ص 19)

(2) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب : 40)

(محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں)

اس نص قرآنی کے علاوہ بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سب سے آخری نبی ہیں ختم نبوت پر متعدد اور مبسوط کتب لکھی جا چکی ہیں جن میں

Marfat.com

عقلی و نقلی دلائل سے اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے جب خود خداوند قدوس نے یہ ارشاد فرمایا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا) تو مزید دلیل کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے

(3) تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا **(الفرقان: 1)**

(بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہانوں کو ڈر سنانے والا ہے)

اس آیت کریمہ سے اس امر کی نشاندھی ہوتی ہے کہ جس طرح حضور ﷺ کی ذات گرامی سارے جہانوں کے لئے رحمت ہے اسی طرح حضور ﷺ سارے جہانوں اور سارے جہان والوں کے لئے نبی اور نذیر بھی ہیں۔ سورۃ جن اور سورۃ احقاف میں جنوں کا آپ پر ایمان لانا نص قرآنی سے صراحت سے ثابت ہے۔ گویا جن ملائکہ اور دیگر ہمارے لئے انجانی مخلوق بھی حضور ﷺ کے پیغام ہدایت و رحمت سے فیضیاب ہے۔

(4) یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۔ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا
(الاحزاب: 45-46)

(اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے شاہد، مبشر، اور نذیر اور داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر)

اس آیت کریمہ میں حضور ﷺ کو جن جلیل القدر اور عظیم خطابات سے نوازا گیا ہے وہ آپ کی اس عزت و توقیر اور شان و عظمت کی گواہی دے رہے ہیں جو انہیں معبود حقیقی کی بارگہ صمدیت میں حاصل ہے۔ ہادیان عالم میں اور انبیائے کرام

Marfat.com

کے مقدس گروہ میں حضور ﷺ کی یہ منفرد خصوصیت ہے جس سے آپ کے اعلیٰ وارفع مقام کی عکاسی ہوتی ہے

(5) یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (یس: 1-4)

(یٰسین حکمت والے قرآن کی قسم بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں یقیناً آپ سیدھی راہ پر ہیں)

اس میں انسانیت کے سب سے بڑے محسن اور معلم اور سید الانبیا والمرسلین کو یٰسین کے پیارے اور محبت بھرے لقب سے پکارا گیا ہے۔ علامہ آلوسی نے ایک حدیث کے حوالے سے بڑی پیاری بات کہی ہے کہ:

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ " دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور بانٹنے والا میں ہوں " اس حدیث پاک کے مطابق کائنات کے جسم میں حضور دل کی مانند ہیں اور سورۃ یٰسین قرآن حکیم کا دل ہے تو کتنا لطیف آغاز ہے اس سورت کا کہ قرآن کے دل کو ساری کائنات کے دل کے ذکر سے شروع کیا جاتا ہے

(افتتاح قلب القرآن لقلب الاکوان)

(6) وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (سبا: 28)

(اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر لیکن اس حقیقت کو اکثر لوگ نہیں جانتے)

یہ اعزاز فقط حضور ﷺ کے لئے ہے کہ آپ کو عالمی سطح پر اور دوامی یعنی قیامت تک آنیوالی نسل انسانی کے لئے بھیجا گیا ہے۔ آپ آخری نبی ہونے کے حوالے سے جامع کامل مکمل محفوظ دائمی آفاقی اور روشن ضابطہ ہدایت لیکر آئے۔

حضرت ابوھریرۃ روایت کرتے ہیں کہ:

" حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت

Marfat.com

عطا کی ہے۔ (1) مجھے جوامع الکم (قلیل الفاظ میں کثیر معانی کو بیان کرنا) عطا فرمائے گئے۔ (2) میری رعب سے مدد کی گئی۔ (3) میرے لئے مال غنیمت کو حلال کیا گیا۔ (4) میرے لئے تمام روئے زمین مسجد قرار دی گئی اور طہارت کا ذریعہ بنایا گیا۔ (5) اور مجھے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ (6) اور مجھے تمام نبیوں کے آخر میں بھیج کر سلسلہ نبوت ختم فرمایا گیا۔"

قرآن کریم کی بکثرت آیات اس امر پر شاہد عادل ہیں کہ انبیاء کرام اپنی اپنی اقوام کی طرف بھجوائے گئے نیز ایک وقت میں ایک سے زیادہ انبیاء اپنے اپنے علاقوں میں ہدایت ربانی پہنچانے کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ حضرت ہارونؑ اپنے بھائی حضرت موسیٰؑ کی مدد و اعانت کے لئے مامور ہوئے۔ حضرت عیسیٰؑ کے دور میں حضرت یحییٰؑ موجود تھے لیکن حضور ﷺ کی شریعت عالمی، دوامی، آفاقی اور شریعت خالدہ (ہمیشہ رہنے والی شریعت) ہے۔

(7) وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: 4)

(اور بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں)

مفسر قرآن پیر کرم شاہ الازہری نے اسکی تشریح کا آغاز بڑے دلنشین انداز میں کیا ہے:

" خالق کی زبان اپنی تخلیق کے شاہکار کی توصیف فرما رہی ہے اس سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لئے آپ کو ذرا صبر سے کام لینا ہو گا اس آیت کا ہر کلمہ اپنے اندر معانی و معارف کی ایک دنیا لئے ہوئے ہے اس لئے ہر کلمہ کا دقت نظر سے مطالعہ کرنا پڑے گا شاید لطف خداوندی پردے کو سرکا دے اور شاہد معنی کی ایک جھلک نصیب ہو جائے۔"

امام رازی اور علامہ آلوسی کے حوالے سے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ کی

Marfat.com

مبسوط تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" انک لعلی خلق عظیم " فرما کر بتا دیا کہ حضور ﷺ کی ذات تمام کمالات کی جامع ہے وہ کمالات جو پہلے نبیوں اور رسولوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے وہ مجموعی طور پر اپنی تمام جلوہ سامانیوں اور اپنی جملہ رعنائیوں کے ساتھ اس ذات اقدس و اطہر میں موجود ہیں۔ شکر نوح' خلت ابراہیم' صدق اسمٰعیل' صبر یعقوب' تواضع سلیمان علیہم الصلوت والسلام سب یہاں جمع ہیں۔"

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاداری = آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

(8) وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا

(النساء : 113)

(اور اتاری ہے اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔)

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو کتاب و حکمت سے نوازا اور علوم و معارف کا ایک سمندر آپ کے اندر انڈیل دیا۔ آپ کے علوم کی وسعت پر بکثرت احادیث موجود ہیں بالخصوص صحیح مسلم میں حضرت ابوزید سے مروی وہ حدیث جس میں حضور ﷺ نے طویل خطبہ ارشاد فرمایا جو صبح سے شام تک جاری رہا۔ چنانچہ صحابہ کرام میں زیادہ عالم اسے سمجھا جاتا تھا جسے وہ خطبہ زیادہ یاد تھا۔

(9) سُبۡحٰنَ الَّذِىۡۤ اَسۡرٰى بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِىۡ بٰرَكۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنۡ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ

(بنی اسرائیل 17 : 1)

(ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک بابرکت بنا دیا جس کے گرد و نواح کو تاکہ

Marfat.com

ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں بے شک وہی ہے سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا۔)

اس آیت کریمہ میں اس عظیم مشاہدے کا ذکر کیا ہے جس میں حضور ﷺ نے رات کے ایک قلیل وقت میں جملہ آسمانوں کی سیر کی اور آپ نے لوح، قلم، عرش وکرسی، جنت، دوزخ اور اس سے متعلق دیگر عجائبات کا عظیم مشاہدہ فرمایا۔ انبیائے کرام سے ملاقات کی اور اپنے رب کریم کے حضور خاص قرب و شرف حاصل فرمایا۔ بقول شاعر۔

عظمتیں شب معراج کی جانے کوئی

جس کے استقبال میں رک جائے نبض کائنات

معراج کے موقع پر آپ کے عظیم مشاہدات اور ان کی پر حکمت تعبیرات سے مفصل آگاہی کے لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور امام غزالی کی احیاء علوم الدین کا مطالعہ ضروری ہے۔ امام رازی اور دیگر مفسرین نے معراج کے کمالات اور ان کی حکمتوں اور اسرار پر خوب روشنی ڈالی ہے۔

(10) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء : 65)

(پس اے مصطفیٰ ﷺ) تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم بنائیں آپکو ہر اس جھگڑے میں جو پھوٹ پڑا ان کے درمیان پھر نہ پائیں اپنے نفسوں میں تنگی اس سے جو فیصلہ آپ نے کیا اور تسلیم کر لیں دل و جان سے۔)

گویا حضور ﷺ کی غیر مشروط اطاعت و اتباع کو قیامت تک آنیوالی نسل انسانی کے لئے ایمان کی اساس قرار دیا گیا ہے۔ بکثرت احادیث میں بھی حضور ﷺ کی محبت اور آپ کی شریعت مطہرہ کی پیروی کو ایمان کی بنیاد ٹھہرایا گیا ہے۔

Marfat.com

(11) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ۝ (النجم: 3-4)

(اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔)

یعنی رسالت مآب ﷺ کوئی بھی بات اپنی خواہش سے بیان نہیں فرماتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرامین و ارشادات کو اسکی مخلوق تک پہنچاتے ہیں تاکہ عبد و معبود کا خوشگوار رشتہ مستحکم ہو۔ بائبل میں بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ موجود ہے

(12) اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (الا نشراح: 1)

(کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا۔)

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو انشراح صدر کی نعمت سے نوازا ہے۔ مفسرین کرام نے اسکی مبسوط شرح لکھی ہے علامہ آلوسی کے بقول غیب و شہادت کے دونوں جہان آپ کے سینہ مبارک میں سما گئے ہیں ایک طرف خلق کی بہبود ملحوظ ہے تو دوسری طرف اپنے خالق حقیقی کے ساتھ کامل وابستگی اور ملکات روحانیہ کے انوار کا اکتساب و اقتباس حاصل ہے۔

(13) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الا نشراح: 4)

(اور ہم نے بلند کر دیا ہے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو۔)

آپ کے رفع ذکر کا اس سے بڑھ کر اور ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ حدیث میں ہے کہ جبریل آپ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا رب کریم پوچھتا ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے ذکر کو کس طرح بلند کیا؟ میں نے جواب دیا اس حقیقت کو اللہ بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کے رفع ذکر کی کیفیت یہ ہے کہ جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں آپ کا بھی میرے ساتھ ذکر کیا جائیگا۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم الحروف کی کتاب ورفعنالک ذکرک مطبوعہ ادارہ

Marfat.com

علوم اسلامیہ' پنجاب یونیوسٹی لاہور)

(14) اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ (الکوثر : 1-3)

(بے شک ہم نے آپ کو (جو کچھ عطا کیا) بے حد بے حساب عطا کیا پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب کیلئے اور قربانی دیں (اس کی خاطر) یقیناً آپ کا جو دشمن ہے وہ بے نام (و نشان) ہو گا۔)

مفسرین کرام نے الکوثر کے معانی و مطالب پر مسبوط گفتگو کی ہے یہاں فقط علامہ اسماعیل حقی کا قول ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں کوثر میں داخل ہیں۔ ظاہری نعمتوں سے مراد دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہیں اور باطنی نعمتوں سے مراد وہ علوم لدنیہ ہیں جو بغیر کسب کے محض فیضان الٰہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

(15) وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(آل عمران : 81-82)

(اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو ان (کتابوں) کی جو تمہارے پاس ہیں تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی (اس کے بعد) فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ ! سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا (اللہ نے) فرمایا تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔)

علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں اسکی تشریح میں بڑی عمدہ بات کہی ہے کہ عارفین نے اسی لئے فرمایا ہے نبی مطلق اور رسول حقیقی اور مستقل شریعت

8 7442

Marfat.com

لانے والے حضور نبی کریم ﷺ ہی ہیں اور جملہ دیگر انبیائے کرام حضور ﷺ کے تابع ہیں۔

اور اس کا عملی ثبوت شب معراج کو انبیائے کرام کا حضور ﷺ کی امامت میں بیت المقدس میں آپ کی شریعت مطہرہ کے مطابق نماز ادا کرنا ہے

(16) اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب:

(بلاشبہ نبی اہل ایمان کیلئے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔)

اس آیت کریمہ میں حضور ﷺ کی اس رحمت و رافت کا ذکر ہے جو حضور ﷺ کو اپنی امت سے ہے۔ صحیح بخاری میں اسی مضمون کو رحمت دو عالم ﷺ نے خود بیان فرمایا:

عَن ابی هریره رضی الله عنه ان رسول الله قال مامن مومن الاوانا اولی به فی الدنیا والاخرة اقرؤا ان شئتم النبی اولی بالمومنین من اَنفسهم وایما مومن مات وترک مالا فلیرثه عصبة من کانوا ومن ترک دینا اوضیاعا فلیاتنی فانا مولاه۔

(کوئی ایسا مومن نہیں جس کا دنیا و آخرت میں میں والی نہیں اگر تم چاہتے ہو تو یہ ارشاد باری پڑھو **النبی اولی بالمومنین من انفسهم** اور جو مومن فوت ہو جائے اور اپنے پیچھے مال چھوڑ جائے تو اس کے قریبی رشتہ دار اس کے وارث ہونگے اور جو مومن قرضہ وغیرہ چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آئے میں اس کا والی ہوں۔)

(17) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات: 2)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آواز نبی ؐ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی ؐ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے

Marfat.com

ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔)

سورہ حجرات کی متعدد آیات میں بارگہ رسالت کے آداب کی تعلیم دی گئی ہے سورت کے آغاز ہی میں اس ہدایت اور رہنما زریں اصول سے امت مسلمہ کو تلقین کی جا رہی ہے کہ فرزندان توحید کو ایمان کی نعمت سے مشرف ہونے کے بعد اپنی زندگی کے ہر ہر گوشے میں خواہ اس کا تعلق روحانی' اخلاقی اور انفرادی زندگی سے ہو یا معاشی' معاشرتی' قانونی' قومی اور ملی زندگی سے ہو کسی معاملے میں بھی اللہ اس کے عظیم رسول کے ارشاد سے متصادم بات نہیں کرنی چاہئے۔

زیر نظر آیت کریمہ میں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ تمہاری آواز میرے محبوب رسول کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے۔ مفسرین کرام نے اس آیت کی مبسوط تشریح کی ہے اور صدیق اکبرؓ حضرت عمر فاروق اعظمؓ اور دیگر صحابہ کرام نے جو احتیاطی عمل اختیار کیا اس کا ذکر کیا ہے خصوصی طور پر حضرت ثابت بن قیس جو فطری طور پر بلند آواز تھے ان کی گریہ وزاری اور رحمت دو عالم ﷺ کی ان کے لئے دعا اور آپ کی دعا کی مقبولیت کا مفصل ذکر کیا ہے۔

مولانا مودودی نے تفہیم القرآن میں بڑی عمدہ بات کہی ہے۔

"آپ سے خطاب کرتے ہوئے لوگ یہ بھول نہ جائیں کہ وہ کسی عام آدمی یا اپنے برابر والے سے نہیں بلکہ اللہ کے رسول سے مخاطب ہیں۔ اس لئے عام آدمیوں کے ساتھ گفتگو اور آپ کے ساتھ گفتگو میں نمایاں فرق ہونا چاہیئے۔"

"اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں ذات رسول ﷺ کی عظمت کا کیا مقام ہے۔ رسول پاک ﷺ کے سوا کوئی شخص' خواہ بجائے خود کتنا ہی قابل احترام ہو' بہرحال یہ حیثیت نہیں رکھتا کہ اس کے ساتھ بے ادبی خدا کے ہاں اس سزا کی مستحق ہو جو حقیقت میں کفر کی سزا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ ایک بدتمیزی ہے'

Marfat.com

خلاف تہذیب حرکت ہے مگر رسول اللہ ﷺ کے احترام میں ذرا سی کمی بھی اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے آدمی کی عمر بھر کی کمائی غارت ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ آپؐ کا احترام دراصل اس خدا کا احترام ہے جس نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ کے احترام میں کمی کے معنی خدا کے احترام میں کمی کے ہیں۔"

(18) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا
(الاحزاب: 56)

(اللہ اور اس کے ملائکہ نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں اے لوگو جو ایمان لائے ہو تو تم بھی ان پر درود بھیجو۔)

درود شریف کی فضیلت اور اہمیت محتاج بیان نہیں۔ مسلمانوں میں بھی یہود و نصاریٰ کی طرح گروہ بندیاں اور مختلف فرقے پیدا ہو گئے ہیں لیکن بحمد اللہ حضور کریم ﷺ کی بارگاہ میں درود شریف کا تحفہ پیش کرنا ہر ایک کے ہاں مسلم ہے اور اس بارے میں قطعاً اختلاف نہیں۔

بخاری و مسلم اور احادیث کی دیگر کتب میں درود شریف کی فضیلت پر بکثرت احادیث موجود ہیں۔ ہم یہاں فقط علامہ آلوسی کی اس آیت کریمہ کی تشریح کا ایک اقتباس پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور ﷺ پر درود بھیجنے کی صراحت ان الفاظ میں کی ہے۔

وَتَعْظِيْمه تعالى اياه فى الدنيا باعلاء ذكره واظهار دينه وابقاء العمل بشريعته و فى الاخرة بتشفيعه فى امة واَجزال اجره ومثوبة وابداء فضله الاولين والاخرين بالمقام المحمود وتقديمه على كافة المقربين بالشهود۔

(اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے ذکر کو بلند کر کے آپ ﷺ کے دین کو غالب فرما کر' آپ کی شریعت پر عمل کو بقا و دوام عطا فرما کر اس دنیا میں حضور ﷺ کی عزت و شان بڑھاتا ہے اور آخرت میں امت

Marfat.com

کے لئے حضور ﷺ کی شفاعت قبول فرما کر اور حضور ﷺ کو بہترین اجر و ثواب عطا کر کے اور مقام محمود پر فائز کرنے کے بعد اولین اور آخرین کے لئے حضور ﷺ کی بزرگی کو نمایاں کر کے اور تمام مقربین پر حضور کو سبقت بخش کر حضور ﷺ کی شان کو اجاگر فرماتا ہے ۔)

پھر اللہ کے فرشتے آپ کی تعریف و توصیف میں ہر لمحہ اور ہر گھڑی مشغول رہتے ہیں اور اہل ایمان کو بھی حضور ﷺ کی شان و عظمت کی مزید رفعتوں اور بلندیوں کے لئے دعا کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ ان کی دعا بھی اللہ کے حضور ایک التجا کی صورت ہوتی ہے کیونکہ وہ توصیف کا حق ادا نہیں کر پاتے۔

بقول غالب !

غالب ثنائے خواجہ بیزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد ﷺ است

مندرجہ بالا آیات سے عظمت مصطفےٰ ﷺ کی بلندیوں اور رفعتوں کی اشاراتی جھلک نظر آتی ہے۔ مختصر الفاظ میں جہاں آپ کائنات حسن ہیں وہاں حسن کائنات بھی ہیں۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

چمنے کے تا قیامت گل او بہار بادا
صنمے کہ درجمالش دو جہاں نثار بادا

(یعنی آپ ﷺ ایک ایسا چمن و گلستان ہیں جس کے پھولوں کی بہار کبھی ختم نہ ہو گی وہ حسن مجسم ہیں جس کے حسن و جمال پر دو جہاں قربان ہوں۔)

قرآن حکیم میں مذکور ان ارشادات باری کو بار بار پڑھیں اور قلب و ذہن کی گہرائیوں سے اٹھنے والی اس آواز کو سنیں کہ ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ رسول عربی ﷺ کی امت میں ہیں

Marfat.com

- وہ ہادی اعظم جو جہانوں کے لئے رحمت ہے۔
- جو قصر نبوت کو مکمل فرمانے والا آخری نبی ہے جس کی نبوت کا فیضان قیامت تک جاری و ساری ہے۔
- جس کی عطا فرمودہ ہدایت ربانی کسی ایک علاقے یا ایک قوم تک محدود نہیں عالمین کے لئے ہے۔ عالمی ہے آفاقی ہے اور دائمی ہے۔
- جو شاہد' مبشر' نذیر' داعی الی اللہ اور سب سے بڑھ کر' سراج منیر ہے جسکی ہدایت کی تابانیاں سورج سے کہیں زیادہ عالمین کو منور کر رہی ہیں اور کائنات کی ہر شے آپ کی رحمتوں سے فیضیاب اور مستنیر ہو رہی ہے۔
- جو حبیب ہے جو یٰسین وطٰہٰ ہے جسے خالق کائنات' مالک کائنات' رب کائنات بھی جب مخاطب فرماتا ہے تو آپ کو عزت و شرف سے معمور القابات سے نوازتا ہے۔
- جس کا لایا ہوا ضابطہ حیات پوری نوع انسانی کے لئے ہے جو ایک طرف شریعت مطہرہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والوں کے لئے مژدہ جانفزا اور بشارتوں کا امین ہے تو دوسری طرف رعونت اور تکبر سے کھچی ہوئی گردنوں کے لئے تازیانہ عبرت کی وعید سنا کر ڈرانے والا ہے۔
- جو صاحب خلق عظیم ہے جو گلدستہ صفات ہے جو مجمع کمالات ہے جو محاسن و اوصاف کا ایسا پیکر محسوس ہے جسے آنکھوں سے دیکھنے والوں کو کیف و سرور اور جس کی سیرت کا مطالعہ کرنے والوں کو قلبی نور حاصل ہوتا ہے۔

Marfat.com

- جس کی لائی ہوئی کتاب - قرآن کریم - وہ صحیفہ فطرت ہے جو زندہ اور روشن معجزہ ہے جو تحریف سے پاک اور منزہ ہے جو اس پھیلی ہوئی وسیع محسوس و مشہود دنیا میں لاکھوں نہیں کروڑوں سینوں میں محفوظ چلا آ رہا ہے وہ نبی جس کے فرامین وارشادات حکمت و دانش سے معمور خیرو برکت سے بھرپور ایک چشمہ نور کا سماں پیش کر رہے ہوں۔ وہ جس کی ذات بابرکت پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے علیم و خبیر رب کریم نے علوم و معارف کے سمندر آپ کے پاک سینے میں انڈیل دیئے ہیں۔
- وہ عظیم اور منفرد شخصیت جس کو عالم بالا کی سیر اس ذات نے خود کرائی ہو جو بدیع السموت والارض ہے جو وسیع و بیکراں کائنات کا خالق و مالک ہے جس کی پھیلی ہوئی عظیم کائنات کے عجائبات میں سے ہر ایک عجوبہ انسانی فہم و ادراک سے بالاتر اور محیرالعقول ہے۔
- وہ نبی جس کی شریعت' جس کا آئین اس قدر مستحکم' محفوظ' عدل و بصیرت پر مبنی اور روشن ہے کہ خود رب کائنات لوگوں کو اپنے درمیان اٹھنے والے تنازعات پر آپ ﷺ کی طرف فیصلے کے لئے رجوع کے لئے حکم دے رہا ہے اور پھر یہ تلقین بھی فرما رہا ہے کہ آپ کے کئے ہوئے فیصلوں کے بارے میں دل میں کسی قسم کا غبار بھی نہ لایا جائے۔
- وہ رسول جس کی زبان فیض ترجمان سے کوئی جملہ بھی اذن الٰہی کے بغیر نہ نکلتا ہو جس کی بشری صفات' الٰہی رنگ میں مزین ہو گئی ہوں۔ اور پوری زندگی تقوی و طہارت اور اپنے رب کریم کی

Marfat.com

رضا و خوشنودی کے حصول میں ڈھل گئی ہو۔

- جس کے سینہ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر کشادہ فرما دیا ہو کہ ظاہری اور باطنی انوار و تجلیات کا منبع و امین بن گیا ہو اور علوم و معارف کے سمندر موجزن ہوں۔
- جس کا ذکر خدا کے ذکر کے ساتھ مربوط ہو گیا ہو۔ جس کا ذکر رفیع' اذانوں میں خطبوں میں' تقریروں میں' محافل میں' عبادت گاہوں میں اس محسوس دنیا کے اطراف و اکناف میں۔ ہمارے لئے انجانی مخلوق میں مثلاً جنوں میں' فرشتوں میں اور غیبی امور مثلاً حشر میں' نشر میں' قبر میں بلکہ مابعد قیامت ساقی کوثر کی حیثیت سے عروج اور بلندیوں پر فضاؤں میں ارتعاش اور نغمے بکھیر رہا ہو۔
- وہ عظیم ذات جس کے بارے میں انبیائے کرام کے پورے سلسلے اور طبقے سے خود بھیجنے والے نے یہ پختہ عہد اور میثاق لیا ہو کہ میرے اس رسول عربی ﷺ کی عزت و توقیر کریں اور ممکنہ ذرائع سے اسکی نصرت و تائید کریں۔
- وہ عظیم ہستی جسے پوری انسانیت کے لئے بالعموم اور امت مسلمہ کے لئے بالخصوص منفرد طور پر' احسان خداوندی کا نام' خود خدائے بزرگ و برتر نے دیا ہو اور جس کے ظہور قدسی سے ایک ایسا مثالی انقلاب برپا ہوا ہو جس کی نظیر پوری تاریخ عالم میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔
- گنہگار امتیوں کی وہ پناہ گاہ کہ جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں اور دربار رسالت میں التجائیں لے کر اللہ کے حضور ﷺ مغفرت اور بخشش

Marfat.com

کے لئے دامن پھیلائیں اور حضور ﷺ بھی ان کے لئے بخشش کی دعا فرمائیں تو بارگہ خداوندی میں تواب ورحیم' غفوروکریم آقا ومولا کا عفووکرم آب رحمت سے ان کے گناہوں کو دھوڈالے۔

- وہ "بالمومنین رؤف و رحیم" ہستی جو اپنی امت کے لئے رو رو کر بارگہ صمدیت میں جب دعا کرتی ہے تو رب کریم کا ابر کرم ان پر رم جھم برسنے لگتا ہے۔
- وہ کملی والے آقا۔ وہ مزمل کا لقب پانے والے حبیب کبریا جو اپنے معبود حقیقی کی رضوان کے حصول کے لئے راتوں کو قیام فرماتے ہیں تو پاؤں مبارک پر ورم آ جاتا ہے اور راتوں کے طویل قیام کا یہ سلسلہ زندگی کے آخری لمحوں تک جاری رہتا ہے۔
- عظمت کردار کا وہ پیکر جو خداوندی مشن کی تکمیل کے لئے مصائب و آلام کی اٹدتی ہوئی گھٹاؤں سے متاثر نہیں ہوتا۔ جملہ ممکنہ دنیوی سہاروں کو خیرباد کہتے ہوئے تاریخ عالم میں سنہری حروف سے لکھے ہوئے وہ جملے یادگار چھوڑ جاتا ہے کہ "چچا جان! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیں تو بھی میں اللہ کے مشن کی تکمیل کرکے رہوں گا خواہ اس میں میری جان بھی قربان ہو جائے"۔
- وہ عظیم فاتح جو اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کو"لا تثریب علیکم الیوم" کا مژدہ جانفزا سنا کر دشمنوں کے لئے اپنے دامن رحمت کو وسیع فرما دیتا ہے۔
- وہ عظیم ہستی جو مقام محمود پر فائز ہونے والی ہے۔
- وہ ذات کریم جسے صاحب لواء الحمد کا اعزاز حاصل ہے۔

Marfat.com

○ وہ سراپا رحمت جو شفیع المذنبین ہے جو گنہگار امت کے لئے جب دعائیں اور التجائیں فرمائے گا تو انکی شفاعت بارگہ خداوندی میں منظور و مقبول ہو گی علامہ اقبال نے حضور ﷺ کی ان عظمتوں کے حوالے سے بجا طور پر یہ شعر کہا تھا:

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اور امام بوصیری بے ساختہ پکار اٹھے تھے:

وکلھم من رسول اللہ ملتمس
غرفا من البحر او رشفا من الدیم

(اور سب انبیاء بھی آپ سے التماس کرنے والے ہیں جیسے دریا سے ایک چلو یا بارش سے ایک گھونٹ پانی کا)۔

گویا سرور دو عالم رحمت و رافت اور شفاعت کا وہ بحر بیکراں ہیں کہ جملہ امتیں اور انبیاء کرام بھی آپ کی شفاعت و رحمت سے مستفید ہونے والے ہیں فرزندان اسلام کے لئے حضور ﷺ وہ ملجا وماوی ہیں جہاں اضطراب و کرب کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور سکون وطمانینت کی نسیم جانفزا قلب و روح کو مسرت و انبساط کی روحانی لذتوں سے بہرہ ور کرتی ہے۔ المختصر فرزندان توحید کے لئے، اسلام کے نام لیواؤں کے لئے حضور ﷺ کے بارے میں کوئی اعتراض کرنا تو کجا بارگہ رسالتماب ﷺ میں آپ ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو اونچا کرنے سے بھی احتیاط ہوتی ہے کہ کہیں عرف عام میں اونچی آواز جسے بدتمیزی کہا جا سکتا ہے اس بارگہ ادب میں اس کے عمر بھر کے نیک اعمال کو برباد نہ کردے۔

اب آیئے یہود و نصاریٰ کی طرف کہ آپ کا فیضان رحمت ان تک کتنا وسیع ہے

Marfat.com

○ پورے ادیان عالم میں صرف محمد عربی ﷺ کی وہ ذات کریم ہے جو تورات و انجیل کی اصل تعلیمات کے لئے مصدقا لما معکم کا مژدہ جانفزا سنا رہی ہے۔ جو تورات و انجیل میں مذکور انبیائے کرام کی نہ صرف تصدیق فرما رہی ہے بلکہ تورات میں ان سے منسوب داغدار کردار کا دفاع کرتے ہوئے ان انبیاء کی عظمت و جلالت کو اصل روپ میں پیش کر رہی ہے۔

○ صرف اور صرف محمد عربی ﷺ کی وہ ذات عظیم ہے جو حضرت مریم پر لگائے گئے الزام کو بہتان قرار دیکر انہیں عابدہ اور عفیفہ و صالحہ قرار دے رہی ہے۔

○ صرف اور صرف محمد عربی ﷺ وہ ہستی ہیں جو انجیل میں مذکور حضرت عیسیٰ کے ساتھ ناروا اور نازیبا سلوک کے بارے میں صفائی پیش فرما رہے ہیں کہ یہ آلودگیاں اور گستاخیاں ان کو پیش نہ آئی تھیں بلکہ لوگوں کو شبہ میں ڈال دیا گیا تھا اور حضرت عیسیٰ کو بحفاظت تمام اللہ تعالیٰ نے رفع عطا فرمایا تھا۔

یہاں فطری طور پر ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ یہود و نصاریٰ پھر اپنے محسن پر بیہودہ اعتراض کیوں کرتے ہیں۔ آیئے حقائق کی روشنی میں اس کا جائزہ لیں۔

اعتراض کیوں؟

حضور ﷺ کی عظیم شخصیت کے بارے میں لغو اور بیہودہ اعتراضات کا مغربی دنیا میں سلسلہ کیوں شروع ہوا یہ بڑی طویل داستان ہے لیکن اس پس منظر کو بے نقاب کرنا از بس ضروری ہے لہٰذا اختصار کے ساتھ ان امور کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ شافی جواب دینے سے قبل پس منظر سے آگاہی حاصل ہو جائے۔

قرآن حکیم وہ صحیفہ فطرت ہے جس نے ہمیں ایک طرف "تذکیر بایام

Marfat.com

اللہ" کے حوالے سے اقوام و ملل کے عبرتناک حالات سے آگاہ کیا ہے تو دوسری طرف "علم المخاصمہ" کے ناطے سے اقوام و ادیان کے عقائد' انکی کتب اور ان کے مقامات لغزش کی بھی نشاندہی کی ہے۔ قرآن حکیم سے یہ امر واضح ہے کہ جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام سامی ادیان (Semetic Religions) یعنی یہودیت' عیسائیت اور اسلام تینوں کے مسلم روحانی پیشوا تسلیم کیئے جاتے ہیں۔ یہودی انہیں اپنا روحانی پیشوا تسلیم کرتے تھے اور برتری کے اس احساس کی وجہ سے کہ ان کی رگوں میں ابراہیمی خون دوڑ رہا ہے وہ کسی غیر یہودی کو یہودی بنانا بھی گوارا نہ کرتے تھے اسی طرح نصاریٰ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا روحانی مقتدا مانتے تھے۔ رہے مسلمان وہ تو ملت ابراہیمی کے اصل پیروکار ہیں یوں تینوں سامی ادیان میں انہیں ایک عظیم وارفع مقام حاصل ہے۔ لیکن قرآن حکیم نے یہود و نصاریٰ کے اس دعوے کو مسترد کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام یہودی یا نصرانی تھے:

أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرٰهٖمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصٰرٰى ۗ قُلْ ءَأَنتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللّٰهُ ۗ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَتَمَ شَهٰدَةً عِندَهُ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ **(البقرۃ: 140)**

(کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ اور ان کے بیٹے یہودی تھے یا عیسائی فرمایئے کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو چھپاتا ہے گواہی جو اللہ کی طرف سے تمھارے پاس ہے اور اللہ بے خبر نہیں جو تم کر رہے ہو۔)

اسی طرح ان کے اس دعوے کو بھی رد فرمایا ہے کہ ہدایت کا مدار و انحصار یہودی اور نصرانی ہونے میں ہے:

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرٰهٖمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ **(البقرۃ: 135)**

Marfat.com

(اور (یہودی) کہتے ہیں یہودی بن جاؤ (عیسائی کہتے ہیں) عیسائی بن جاؤ (تب) ہدایت پاؤ گے آپ فرمایئے میرا دین ملت ابراہیم ہے اور ابراہیم باطل سے منہ موڑنے والا حق پسند تھا۔ اور وہ نہیں تھا شرک کرنے والوں سے)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اصل شخصیت کو پورے نکھار کے ساتھ یوں بیان فرمایا ہے:

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (آل عمران: 67)

(نہ تھے ابراہیم یہودی اور نہ نصرانی بلکہ وہ ہر گمراہی سے الگ رہنے والے مسلمان تھے اور نہ ہی وہ شرک کرنے والوں میں سے تھے۔)

گویا کہاں تمہارا موجودہ دین جس میں شرک اور عقائد باطلہ راہ پا چکے ہیں اور کہاں وہ موحد اعظم جو دین توحید کو اصل نکھار کے ساتھ پیش کرنے والے تھے۔ اور اس امر کو صراحت کے ساتھ بیان فرما دیا کہ ابراہیم علیہ السلام جو دین حق لیکر آئے تھے اس کے اصل متبعین حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امت ہے:

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران: 68)

(بے شک نزدیک تر لوگ ابراہیم (علیہ السلام) کے وہ تھے جنھوں نے ان کی پیروی کی نیز یہ نبی (کریم) اور جو (اس نبی پر) ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ مدد گار ہے مومنوں کا۔)

قرآن حکیم نے تاریخی اور زمانی حوالے سے بھی اس امر کو واضح کیا ہے:

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (آل عمران: 65)

(اے اہل کتاب کیوں جھگڑتے ہو تم ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں حالانکہ نہیں اتاری گئی تورات اور انجیل مگر ان کے بعد کیا (اتنا بھی) تم نہیں سمجھ سکتے۔)

مسٹر ای آر پائک (E. Royston Pike) حضرت ابراہیم کے بارے میں رقمطراز ہے:

Marfat.com

"ABRAHAM, Hebrew patriarch, the " father of the faithful;, to Jew, Christian, and Muslim. The story of his life is given in the book of GENESIS" (Ency. of Religion and Religions, New York, Page 3)

پیر کرم شاہ الازہری اسی مضمون کو مذکورہ بالا آیت کی تشریح میں یوں بیان فرماتے ہیں:

" حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضائل و کمالات کے سب معترف تھے اور سب اس پر متفق تھے کہ آپ کا دین ھی سچا دین ہے اور آپ کا رستہ سیدھا رستہ ہے اس لئے اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لئے یہودی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے اور عیسائی دعویٰ کرتے تھے کہ آپ عیسائی تھے ان کے اس غلط دعویٰ کا بطلان کیا جا رہا ہے اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہودیت اور عیسائیت بعد کی پیداوار ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ تو صدیوں پہلے کا ہے جب یہودیت و نصرانیت کا وجود ہی نہ تھا اس لئے ان کو یہودی یا عیسائی کہنا کہاں کی دانشمندی ہے؟" (ضیاء القرآن ج اول' 241)

لہٰذا یہود ونصاریٰ جو حضرت ابراہیم کی اصل تعلیمات کو فراموش کر کے گمراہ کن عقائد اختیار کر چکے تھے انہیں یہ حق کہاں پہنچتا ہے کہ وہ اپنے مزعومہ عقائد باطلہ کو سچ ثابت کرنے کے لئے اس موحد اعظم کے ساتھ اپنے نسبی تعلق کے حوالے کو کافی قرار دیں؟

مشہور مستشرق ایڈورڈ گبن (EDWARD GIBBON) اپنی کتاب History of the Saracen Empire میں موحد اعظم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیغام

Marfat.com

توحید کو پوری تابانیوں اور نکھار کے ساتھ قائم رکھنے میں رسول عربی ﷺ کو ہدیہ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"It is not the propagation but the permanancy of the religon that deservers our wonder; the same pure and perfect impression which he engraved at Makkah and Madina is preserved, after the revolutions of twelve centries ------------ The intellectual image of the Diety has never been degraded by any visible idol, the honours of the Prophet have never transgressed the measure of human virtue; and his living precepts have restrained the gratitude of his disciples with in the bounds of reason and religion."

یہ امر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں یہودیت عیسائیت اور اسلام کب معرض وجود میں آئے اور کسطرح پہلے یہودیت اور عیسائیت میں رقابت نے جنم لیا اور بعد میں یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی پر منتج ہوا ان مسلمہ حقائق کا اظہار دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔

تورات جو حضرت ابراہیم کے عہد مبارک کے صدیوں بعد حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی اسکی پہلی کتاب - پیدائش (GENESIS) میں یہ بیان کیا گیا ہے:

" اور ابرام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا پیدا ہوا اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا اسمٰعیل رکھا اور ابرام سے ہاجرہ کے اسمٰعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی برس کا تھا" (پیدائش 16: 15-16)

Marfat.com

اور خدا نے اس سے ہمکلام ہو کر فرمایا کہ دیکھ میرا عہد تیرے ساتھ ہے اور تو بہت قوموں کا باپ ہو گا اور تیرا نام پھر ابرام نہیں کہلائیگا بلکہ تیرا نام ابرہام ہو گا کیونکہ میں نے تجھے بہت قوموں کا باپ ٹھہرا دیا ہے...... کہ تو میرے عہد کو ماننا اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت اسے مانے اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے - سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے .... اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے کیونکہ اس نے میرے عہد کو توڑا" (پیدائش 17 : 4-14)

(اب خود عیسائی بھائی اس امر کی وضاحت کریں کہ ابراہیم کے اس اسوہ اور عہد کے نشان کی پابندی امت مسلمہ کرتی ہے یا عیسائی حضرات؟ اور اس عہد کو کون پورا کرتا ہے اور کون ہے جس نے خود کو منقطع کر رکھا ہے۔ بہر حال یہ ایک ضمنی بات تھی)

کتاب پیدائش میں حضرت اسحٰقؑ کی ولادت کی پیشنگوئی کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

" اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ ساری جو تیری بیوی ہے اسکو ساری نہ پکارنا اسکا نام سارہ ہو گا اور میں اسے برکت دونگا اور اس سے بھی تجھے ایک بیٹا بخشونگا۔ یقیناً میں اسے برکت دونگا کہ قومیں اسکی نسل سے ہونگی اور عالم کے بادشاہ اس سے پیدا ہونگے۔ تب ابرہام سرنگوں ہوا اور ہنس کر دل میں کہنے لگا کہ کیا سو برس کے بڈھے سے کوئی بچہ ہو گا اور کیا سارہ کے جو نوے برس کی ہے اولاد ہو گی؟ اور ابرہام نے خدا سے کہا کہ کاش اسمٰعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے تب خدا نے فرمایا کہ بیشک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہو گا تو اسکا نام اضحاق رکھنا اور میں اس سے اور پھر اسکی اولاد سے اپنا عہد جو ابدی عہد ہے باندھونگا اور اسمٰعیل کے حق میں

Marfat.com

بھی میں نے تیری دعا سنی دیکھ میں اسے برکت دونگا اور اسے برومند کرونگا اور اسے بہت بڑھاؤنگا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے اور میں اسے بڑی قوم بناؤنگا۔

(پیدائش باب 17 : 15-20)

"اور ابرہام کے لئے اس بڑھاپے میں اسی معین وقت پر جس کا ذکر خدا نے اس سے کیا تھا اسکے بیٹا ہوا اور ابرہام نے اپنے بیٹے کا نام جو اس سے سارہ کے پیدا ہوا اضحاق رکھا ...... اور جب اس کا بیٹا اضحاق اس سے پیدا ہوا تو ابرہام سو برس کا تھا"

(پیدائش باب 21 : 5-6)

یہ ایک فطری بات ہے کہ بچے خواہ ایک ہی باپ کی اولاد کیوں نہ ہوں جب مل کر کھیلیں گے تو آپس میں جھگڑا ہو گا ایسا ہی کوئی موقع دیکھ کر سارہ طیش میں آ گئی اور تورات کے بیان کے مطابق اس نے حضرت ابراہیم کو ہاجرہ اور اسمٰعیل کو گھر سے نکال دینے کے لئے کہا۔ تورات کے الفاظ یہ ہیں۔

"اور سارہ نے دیکھا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا جو اس کے ابرہام سے ہوا تھا ٹھٹھے مارتا ہے تب اس نے ابرہام سے کہا کہ اس لونڈی کو اور اس کے بیٹے کو نکال دے کیوں کہ اس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اضحاق کے ساتھ وارث نہ ہو گا"

(پیدائش باب 21 : 9-10)

تورات محرف ہو چکی ہے لیکن یہ الگ ایک مستقل بحث ہے لہٰذا اپنے اصل موضوع کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور اس امر سے دامن سمیٹتے ہوئے کہ کیا ہاجرہ مصری واقعی لونڈی تھی یا مصر کی شہزادی نیز اسمٰعیل ٹھٹھے مارتا تھا۔ تورات کے اس بیان کا حقیقی جائزہ لیتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو سارہ کے شوہر نامدار بھی تھے اور ایک عظیم اور جلیل القدر نبی بھی۔ اپنا ردعمل کیا ظاہر فرمایا؟ تورات میں مذکور ہے:

Marfat.com

"پر ابرہام کو اسکے بیٹے کے باعث یہ بات نہایت بری معلوم ہوئی اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ تجھے اس لڑکے اور اپنی لونڈی کے باعث برا نہ لگے جو کچھ سارہ کہتی ہے تو اس کی بات مان کیونکہ اضحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کرونگا اس لئے کہ وہ تیری نسل ہے"

(پیدائش باب 21 : 11-13)

تورات کی مذکورہ بالا عبارت سے حضرت ابراہیم کا تاثر صراحت سے واضح ہو جاتا ہے لیکن خداوند علیم وخبیر کے ارشاد کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کی۔ تورات خود اس امر پر شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مقام کتنا اعلیٰ وارفع ہے۔ چنانچہ تورات کا بیان ہے:

" تب ابرہام نے صبح سویرے اٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور اسے ہاجرہ کو دیا بلکہ اسے اسکے کندھے پر دھر دیا اور لڑکے کو بھی اسکے حوالہ کرکے اسے رخصت کر دیا سو وہ چلی گئی اور بیر سبع کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی اور جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو اس نے لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا اور آپ اسکے مقابل ایک تیر کے ٹپے پر دور جا بیٹھی اور کہنے لگی کہ میں اس لڑکے کا مرنا تو نہ دیکھوں سو وہ اسکے مقابل بیٹھ گئی اور چلا چلا کر رونے لگی اور خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا کہ اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کیوں کہ خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے اسکی آواز سن لی ہے۔ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کیونکہ میں اسکو ایک بڑی قوم بناؤ ں گا پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا۔ اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا۔ اور وہ

Marfat.com

فاران کے بیابان میں رہتا تھا اور اسکی ماں نے ملک مصر سے اسکے لئے بیوی لی۔"

(پیدائش باب 21 : 14-21)

تورات میں اگرچہ حضرت اسمٰعیل کے مقام رفیع کی نشاندھی صراحت سے ہو رہی ہے لیکن اسلوب بیان میں ہجرت کے ان مناظر کو غیر فطری رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں جو صحیفہ فطرت ہے اور جس کے متن (text) کا ایک ایک حرف محفوظ ہے اسی ہجرت کے منظر کو فطری انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم بارگہ الہٰی میں ہدیہ تشکر پیش کرتے نظر آتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ

(سورۃ ابراہیم : 39)

(سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے عطا فرمایا مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ (جیسے فرزند) بلاشبہ میرا رب بہت سننے والا ہے دعاؤں کا۔)

بھلا ایک باپ جسے 86 برس کی عمر میں بیٹا عطا ہوا اور 14 برس وہ اکلوتا بیٹا ناز ونعم میں پلا اور اس بیٹے کے بارے میں اسے دوسری بیوی کی بات نہایت بری معلوم ہوئی اس کے باوجود اس نے روٹی اور مشک کو ہاجرہ کے کندھے پر دھر دیا اور لڑکے کو بھی اس کے حوالے کر کے رخصت کر دیا۔ ذرا انسانی نفسیات اور جذبات کے آئینے میں دیکھئے یہ کیسے ممکن ہے!!!

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۱۲۸ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

(سورۃ البقرۃ : 127-129)

(اور یاد کرو جب اٹھا رہے تھے ابراہیم (علیہ السلام) بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل

Marfat.com

(علیہ السلام) بھی اے ہمارے پروردگار قبول فرما ہم سے (یہ عمل) بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے اے ہمارے رب ! بنا دے ہم کو فرمانبردار اپنا اور ہماری اولاد سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کرنا جو تیری فرمانبردار ہو اور بتا دے ہمیں ہماری عبادت کے طریقے اور توجہ فرما ہم پر (اپنی رحمت سے) بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے اے ہمارے رب بھیج ان میں سے ایک برگزیدہ رسول انہی میں سے - تاکہ پڑھ کر سنائے انہیں تیری آیتیں اور سکھائیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک صاف کر دے انہیں بے شک تو ہی بہت زبردست (اور) حکمت والا ہے۔)

اور حضرت اسمٰعیلؑ کو عرب کی سرزمین میں آباد کر کے بارگہ الٰہی میں یوں التجائیں پیش کر رہے ہیں اور ان کی ذریت کے لئے خیروبرکت کے طلبگار ہیں :

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ (سورة ابراهيم : 37)

(اے ہمارے رب یہ اس لئے تاکہ وہ قائم کریں نماز پس کر دے لوگوں کے دلوں کو کہ وہ شوق و محبت سے ان کی طرف مائل ہو اور انہیں رزق دے پھلوں سے تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔)

قرآن حکیم کا یہ بیان انسانی فطرت اور جذبات کی عکاسی کس خوبصورتی سے کر رہا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ :

1- بارگہ الٰہی میں اسماعیلؑ و اسحٰقؑ کی ولادت پر ہدیہ تشکر و امتنان پیش کر رہے ہیں کہ بڑھاپے میں انہیں اولاد کی نعمت سے نوازا۔

2- حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کو سرزمین حجاز میں خود جا کر آباد کر رہے ہیں ایک طرف ارشاد خداوندی کی تعمیل ہے اور دوسری

Marfat.com

طرف بیوی اور فرزند سے فطری محبت " اسکنت " کے الفاظ واضح طور پر اس امر کی غمازی کر رہے ہیں۔

3- تعمیر کعبہ میں پوری لگن اور ذوق و شوق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اسماعیل کے ساتھ مل کر بیت اللہ کی تعمیر کا فریضہ بطریق احسن انجام دے رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی ذریت کے لئے بارگہ صمدیت میں دعائیں مانگ رہے ہیں۔

4- سرور دوعالم ﷺ کے ظہور قدسی کے لئے خصوصی دعا کر رہے ہیں حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ میں دعائے ابراہیمی ہوں۔

قرآن حکیم کی بکثرت آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابراھیم علیہ السلام سرزمین حجاز میں آتے جاتے رہتے تھے۔ ذبح اسمٰعیل کا واقعہ اس امر پر شاہد عادل ہے اور اسی عظیم ایثار و قربانی کی مقدس داستان کی یاددہانی کے طور پر صفاو مروہ کی سعی اور رمی جمرات وغیرہ کے احکام مناسک حج میں شامل ہیں تاکہ صبرواستقامت کی یہ ناقابل فراموش روشن مثالیں حجاج کرام اور فرزندان اسلام کے قلوب کو ایمان کی حرارت سے گرماتی رہیں۔

دوسری طرف قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اسحاقی شاخ میں ان کے بیٹے حضرت اسحق اور پھر ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بارہ فرزندوں بالخصوص حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا ہے اور یہود کے اس سوال کا جو انہوں نے قریش مکہ کو سکھایا تھا کہ آپ ﷺ سے یہ استفسار کریں کہ حضرت یوسف مصر کیسے پہنچے؟ کا شافی جواب سورۃ یوسف میں دیا ہے - سورۃ یوسف سے بہت سے تاریخی واقعات کی بھی نشاندہی ہوتی ہے مثلا

سورۃ یوسف کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام

Marfat.com

کی حیات مبارکہ تک حضرت ابراہیم کی اولاد میں ان کے صحیح عقائد مروج تھے ان میں شرک و بدعت کی آمیزش نہ ہوئی تھی مثلاً حضرت یعقوب علیہ السلام کے ارشادات:

1- وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ (یوسف:6) (اور پورا فرمائے گا اپنا انعام تجھ پر)

2- إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ (یوسف:86)،

(میں تو شکوہ کررہا ہوں اپنی مصیبت اور اپنے دکھوں کا خدا کی بارگاہ میں)

نیز حضرت یوسفؑ کی سجن (جیل) میں ارشاد فرمودہ تقریر میں بھی تصور توحید اپنے نکھار کے ساتھ واضح طور پر جھلکتا ہے:

إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَ
إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ
أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُونَ
مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ
أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (یوسف: 37-40)

میں نے چھوڑ دیا ہے دین اس قوم کا جو نہیں ایمان لاتے اللہ تعالیٰ پر نیز وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں اور میں تو پیرو بن گیا اپنے باپ دادا ابراہیمؑ اسحاق اور یعقوب کے دین کا نہیں روا ہمارے لئے کہ ہم شریک ٹھہرائیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو یہ (توحید پر ایمان) تو اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے ہم پر اور لوگوں پر لیکن بہت سے لوگ اس احسان پر شکر ہی بجانہیں لاتے - اے قید خانہ کے میرے دو رفیقو! (یہ تو بتاؤ) کیا بہت سے جدا جدا رب بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے تم نہیں پوجتے اس کے علاوہ مگر چند ناموں کو جو رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے - نہیں اتاری اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کوئی دلیل - نہیں ہے حکم (کا اختیار کسی کو) سوائے اللہ تعالیٰ کے اسی نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی کی

Marfat.com

عبادت نہ کرو بجز اس کے یہی دین قیم ہے لیکن بہت سے لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔

خاندان یعقوب کے مصر میں آباد ہونے اور بعد میں مقامی باشندوں کا تسلط' فرعون کی ظالمانہ روش ، بنو اسرئیل کی مظلومیت' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت' فرعون کے گھر میں معجزانہ پرورش' معجزات موسیٰ' موسیٰ اور ہارون کی تبلیغی سرگرمیاں' غرق فرعون' بنو اسرائیل کا وادی سینا میں خروج اور عذاب فرعون سے نجات' بنو اسرائیل پر انعامات الٰہیہ لیکن ان کی ناشکری اور نافرمانی کا ذکر' بعدازاں حضرت موسیٰ کی قوم سے حضرت طالوت' حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے فرزند ارجمند حضرت سلیمان ؑ اور ان کے بعد آنیوالے مشہور انبیاء المرسلین ﷺ کا مبشر بیان فرمایا ہے۔ دو ہزار برس سے زیادہ عرصے پر پھیلی ہوئی اس عجیب و غریب داستان میں عبرت و موعظت کے بیشمار انمول اور تابناک موتی ہیں جنہیں امت مسلمہ کے لیے " عبرۃ لاولی الالباب " کے طور پر مذکور کر کے بنو اسرائیل کے مقامات لغزش کی نشاندہی کی گئی ہے تاکہ امت مسلمہ پورے حزم و احتیاط سے محمد عربی ﷺ کے فیضان نبوت کے عظیم سرمائے کو محفوظ رکھ سکے۔

ڈاکٹر ای جی پرندر (لندن یونیورسٹی کے تقابل ادیان کے پروفیسر) نے بڑی دلچسپ بات کہی ہے کہ حضرت ابراہیم اسماعیل اور حضرت اسحٰق کے حالات کی حیثیت تو ایک ناول کی ہے لیکن حضرت موسیٰ کو ہمیں ایجاد کرنا پڑیگا کیونکہ اس کے بغیر یہودیت کا تشخص ممکن نہیں

قرآن حکیم نے اکثر یہود کو بنو اسرائیل کے نام سے ذکر کیا ہے البتہ کہیں یہود یا یہودیت کے معروف نام سے بھی جو ان کے ہاں مروج ہو گیا تھا ان کا ذکر کیا گیا ہے لیکن حضرت عیسیٰ ؑ کی ولادت تک قریبا دو ہزار برس پر پھیلے ہوئے اس

Marfat.com

زمانے کے بعد بھی حضرت عیسیٰؑ کو " رسولاً الی بنی اسرائیل " کے طور پر ذکر کیا ہے (آل عمران : 49)

خود انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کا یہ قول مذکور ہے کہ مجھے بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے۔

بائبل کے عہدنامہ قدیم اور عہد نامہ جدید دونوں میں حضور ﷺ کی آمد کی بشارتیں موجود ہیں۔ اگرچہ اہل کتاب نے اسے چھپانے کی بہت کوشش کی ہے اور قرآن حکیم نے ان کی اس غلط روش کو بیان کیا ہے :

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ
(البقرۃ : 146)

گویا یہود حضور ﷺ کے اوصاف اور محاسن اپنی کتابوں میں اسطرح واضح اور صاف صاف لکھا پاتے تھے کہ انہیں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ تھی۔ حضور ﷺ کی ولادت کے بعد آپ کے بچپن میں ہی انہوں نے آپ ﷺ کی نشانیوں سے آپ کو پہچان لیا۔ قرآن حکیم نے اسی لئے صراحت سے یہ بیان کیا کہ وہ آپ ﷺ کو پورے یقین سے یوں پہچانتے ہیں کہ جس طرح کوئی شخص اپنے بیٹوں کو یقین سے پہچانتا ہے۔ سورۃ الانعام میں اسی مضمون کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے :

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ
(الانعام : 20)

(جنہیں ہم نے دی ہے کتاب وہ پہچانتے ہیں اس نبی کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو جنہوں نے نقصان میں ڈال دیا ہے اپنے آپ کو تو وہ نہیں ایمان لائیں گے۔)

جسٹس پیر کرم شاہ نے علامہ آلوسی کے حوالے سے بڑی پیاری بات ذکر کی ہے :

" ہجرت کے بعد حضرت عمر نے اس آیت کے متعلق حضرت عبداللہ بن

Marfat.com

سلام سے پوچھا کہ تم حضور ﷺ کو کیسے پہچانتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ حضور ﷺ کے اوصاف وکمالات اور علامات و نشانات اتنی وضاحت سے ہماری کتابوں میں مرقوم ہیں کہ جب ہم نے حضور ﷺ کو دیکھا تو یوں پہچان لیا جیسے ہم اپنے بچوں کو پہچان لیتے ہیں۔ آخر میں حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ بخدا میں تو اپنے بچے سے بھی زیادہ حضور ﷺ کو پہچانتا ہوں کیونکہ مجھے اپنے بچے کی ماں پر اتنا اعتماد نہیں جتنا اللہ کی بتائی ہوئی علامات پر ہے۔ (ضیاء القرآن ج اول آیت: 543)

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو ان پر اپنی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد انہیں دین حق کی طرف دعوت دی ہے:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرة: 40-42)

(اے اولاد یعقوب یاد کرو میرا وہ احسان جو کیا میں نے تم پر اور پورا کرو تم میرے (ساتھ کئے ہوئے) وعدہ کو میں پورا کروں گا تمہارے (ساتھ کئے ہوئے) وعدہ کو اور صرف مجھی سے ڈرا کرو اور ایمان لاؤ اس (کتاب) پر جو نازل کی ہے میں نے یہ سچا ثابت کرنے والی اس کو جو تمہارے پاس ہے اور نہ بن جاؤ تم سب سے پہلے انکار کرنے والے اس کے اور نہ خریدو تم میری آیتوں کے عوض تھوڑی سی قیمت اور صرف مجھی سے ڈرا کرو اور مت ملایا کرو حق کو باطل کے ساتھ اور مت چھپاؤ حق کو حالانکہ تم (اسے) جانتے ہو۔)

یہود کے اس کتمان (آیات کو چھپانے) کے باوجود آج بھی تورات و انجیل میں آپ کی بشارتیں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہیں۔ بخوف طوالت ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے، حضرت موسیٰؑ ارشاد فرماتے ہیں:

"خداوند تیرے لئے ہی درمیان سے یعنی تیرے بھائیوں میں سے میری مانند

Marfat.com

ایک نبی برپا کریگا تم اسکی سننا یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہو گا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تا کہ میں مر نہ جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا جو کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ اسے حکم دونگا وہی ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لیکر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لونگا"

(استثنا 19-15:18)

"اور مرد خدا موسیٰ نے جو دعائے خیر دیکر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو برکت دی وہ یہ ہے اور اس نے کہا:

" خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں آیا اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں میں بیٹھے ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہو گا"

(ایضاً 3-1:33)

حضرت عیسیٰ ؑ ایک تمثیل میں اشارہ فرماتے ہیں:

" انہوں نے اس سے کہا ان بدکاروں کو بری طرح ہلاک کریگا اور باغ کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اس کو پھل دیں۔ یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے؟

Marfat.com

اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائیگی اور جو اس پتھر پر گریگا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا لیکن جس پر وہ گریگا اسے پیس ڈالے گا اور جب سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اس کی تمثیلیں سنیں تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہے اور وہ اسے پکڑنے کی کوشش میں تھے" (انجیل متی 21:41-46)

"اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیا ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں پس انہوں نے اس سے کہا پھر تو ہے کون؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟ یوحنا نے جواب میں ان سے کہا کہ میں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد کا آنے والا جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں"

(انجیل یوحنا' 1:19-27)

یہود کا کردار

تورات میں بلکہ پورے عہدنامہ قدیم میں یہود کا کردار انتہائی گھناؤنا اور داغدار ہے۔ قرآن حکیم میں بھی اس امر کی واضح نشاندھی کی گئی ہے:

"ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ"

(البقرۃ: 74)

Marfat.com

(پھر سخت ہو گئے تمہارے دل یہ منظر دیکھنے کے بعد بھی وہ پتھر کی طرح (سخت) ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت (کیونکہ) کئی پتھر ایسے ہیں جن سے بہ نکلتی ہے نہریں اور کئی ایسے بھی ہیں کہ جو پھٹتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کئی ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں خوف الٰہی سے اور اللہ بے خبر نہیں ہے ان (کرتوتوں) سے جو تم کرتے ہو۔)

اگلی متصل آیت میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ کلام الٰہی میں تحریف ان کا شیوہ بن چکا تھا :

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (البقرۃ 75)

((اے مسلمانو) کیا تم یہ امید رکھتے ہو کہ (یہ یہودی) ایمان لائیں گے تمہارے کہنے سے حالانکہ ایک گروہ ان میں ایسا تھا جو سنتا تھا کلام الٰہی کو پھر بدل دیتے تھے اسے خوب سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر۔)

قرآن حکیم نے یہود کی سرکشی و سرتابی کی طویل داستان کی طرف اشارہ کیا ہے :

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (البقرۃ : 84-85)

(اور یاد کرو جب لیا ہم نے تم سے پختہ وعدہ کہ تم اپنوں کا خون نہیں بہاؤ گے اور نہیں نکالو گے اپنوں کو اپنے وطن سے پھر تم نے (اس وعدہ پر ثابت رہنے کا) اقرار بھی کیا اور تم خود اس کے گواہ ہو۔ پھر تم وہی ہونا (جنہوں نے یہ وعدے کئے) کہ اب قتل کر رہے ہو اپنوں کو اور نکال باہر کرتے ہو اپنے گروہ کو ان کے وطن سے

Marfat.com

(نیز) مدد دیتے ہو ان کے خلاف (دشمنوں کو) گناہ اور ظلم سے اور اگر آئیں تمہارے پاس قیدی بن کر (تو بڑے پاکباز بن کر) ان کا فدیہ ادا کرتے ہو حالانکہ حرام کیا گیا تھا تم پر ان کا گھروں سے نکالنا تو کیا تم ایمان لاتے ہو کتاب کے کچھ حصہ پر اور انکار کرتے ہو کچھ حصہ کا (تم خود ہی کہو) کیا سزا ہے ایسے نابکار کی تم میں سے سوائے اس کے کہ رسوا رہے دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن تو انہیں پھینک دیا جائے گا سخت ترین عذاب میں اور اللہ بے خبر نہیں ان (کرتوتوں) سے جو تم کرتے ہو۔)

یہود کے ہاں سبت کا خصوصی احترام تھا۔تورات میں مذکور سبت کی اہمیت کا اندازہ لگائیے۔

"یاد کر کے تو سبت کا دن پاک ماننا - چھ دن تک تو محنت کر کے اپنا سارا کام کاج کرنا لیکن ساتواں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے اس میں نہ تو کوئی کام کرے نہ تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی نہ تیرا غلام' نہ تیری لونڈی' نہ تیرا چوپایا' نہ کوئی مسافر جو تیرے ہاں تیرے پھاٹکوں کے اندر ہو کیونکہ خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب بنایا اور ساتواں دن آرام کیا اس لئے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھہرایا"

(خروج : 20 : 8-11) لیکن یہود سبت کی خلاف ورزی سے بھی باز نہ آئے

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرۃ : 65-66)

(اور تم خوب جانتے ہو انہیں جنہوں نے نافرمانی کی تھی تم میں سے سبت کے قانون کی تو ہم نے حکم دیا انہیں کہ بن جاؤ بندر پھٹکارے ہوئے پس ہم نے بنا دیا اس سزا کو عبرت ان کے لئے جو اس زمانہ میں موجود تھے اور جو بعد میں آنے

Marfat.com

والے تھے اور (اسے) نصیحت بنا دیا پرہیز گاروں کے لئے)

یہود کی ان نافرمانیوں کے باوجود ان کا زعم باطل یہ تھا

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (البقرۃ : 80)

(اور انہوں نے کہا ہرگز نہ چھوئے گی ہمیں (دوزخ کی) آگ بجز گنتی کے چند دن آپ فرمایئے کیا لے رکھا ہے تم نے اللہ سے کوئی وعدہ تب تو خلاف ورزی نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی یا (یونہی) بہتان باندھتے ہو اللہ پر جو تم جانتے ہی نہیں۔)

حضرت عیسیٰؑ جس کے انتظار میں مدتوں یہود متمنی رہے تھے ان کی سچی تعلیمات جب اپنے مزاج کے مطابق نہ پائیں تو جھٹ انکار کر دیا:

وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ (البقرۃ : 87)

(اور دیں ہم نے عیسیٰ بن مریم کو روشن نشانیاں اور ہم نے تقویت دی انہیں جبرائیلؑ سے تو کیا جب کبھی لے آیا تمہارے پاس کوئی پیغمبر ایسا حکم جسے تمہارے نفس پسند نہ کرتے تو تم اکڑ گئے بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کو قتل کرنے لگے۔)

اہل کتاب میں سے یہود ہی تھے جنہوں نے نہ صرف حضرت عیسیٰؑ کی رسالت کا انکار کیا بلکہ حضور ﷺ کے اوصاف و محاسن و کمالات کو بھی چھپایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ (البقرۃ : 159)

(بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں ان چیزوں کو جو ہم نے نازل کیں روشن دلیلوں اور ہدایت سے اسکے بعد بھی کہ ہم نے کھول کر بیان کر دیا انہیں لوگوں کے واسطے

Marfat.com

(اپنی) کتاب میں یہی وہ لوگ ہیں کہ دور کرتا ہے انہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اور لعنت کرتے ہیں انہیں لعنت کرنے والے۔)

کمالات کے اس کتمان اور احکام الٰہی کی تحریف کے ساتھ ساتھ وہ حضور ﷺ کے ان سچے احکام کا انکار کرتے جو انہیں پسند نہ ہوتے:

وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔـا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَاۗءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (المائدہ: 41-42)

(اور ان لوگوں سے جو یہودی ہیں جاسوسی کرنے والے ہیں جھوٹ بولنے کے لئے وہ جاسوس ہیں دوسری قوم کے جو نہیں آئی آپ کے پاس بدل دیتے ہیں اللہ کی باتوں کو اس کے صحیح موقعوں سے کہتے ہیں اگر تمہیں دیا جائے یہ حکم تو مان لو اسے اور اگر نہ دیا جائے تمہیں یہ حکم تو بچو اور جس کو ارادہ فرمائے اللہ تعالیٰ فتنہ میں ڈالنے کا تو نہیں طاقت رکھتا تو اس کے لئے اللہ سے کسی چیز کی یہ وہی لوگ ہیں کہ نہیں ارادہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ پاک کرے ان کے دلوں کو ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ قبول کرنے والے ہیں جھوٹ کو بڑے حرام خور ہیں تو اگر وہ آئیں آپ کے پاس تو چاہیئے فیصلہ فرمایئے ان کے درمیان یا منہ پھیر لیجئے ان سے (آپکو اختیار ہے) اور اگر آپ منہ پھیر لیں ان سے تو نہ نقصان پہنچا سکیں گے آپ کو کچھ بھی اور اگر آپ فیصلہ کریں تو فیصلہ فرمایئے ان میں انصاف سے بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں سے۔)

احکام کے انکار سے ایک قدم آگے بڑھ کر انہوں نے مسلم دشمنی کے لئے سازشوں

Marfat.com

کا جال بچھا دیا:

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۚ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ یُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۚ (آل عمران: 72-73)

(کہا ایک گروہ نے اہل کتاب سے کہ ایمان لے آؤ اس (کتاب) پر جو اتاری گئی ایمان والوں پر صبح کے وقت اور انکار کر دو اس کا سرشام شاید (اس طرح) وہ (اسلام سے) برگشتہ ہو جائیں ایک دوسرے کو تاکید کرتے ہیں کہ مت مانو کسی کی بات سوائے ان لوگوں کے جو پیروی کرتے ہیں تمہارے دین کی فرمایئے ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی ھدایت ہو (اور یہ بھی نہ ماننا کہ) دیا جا سکتا ہے کسی کو جیسے تمہیں دیا گیا یا کوئی حجت لا سکتا ہے تم پر تمہارے رب کے پاس (اے حبیب ﷺ) فرما دیجئے کہ فضل (وکرم) تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔)

قرآن حکیم میں بکثرت آیات میں ان کے داغدار کردار کا مفصل ذکر کیا گیا ہے لیکن ایک مقام میں ان کے اکثر جرائم کا انتہائی اختصار کے ساتھ جامع طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

یَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَیْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ۝ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِیْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِی السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۝ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا ۝ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ ۚ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًۢا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۝ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا ۝ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَثِیْرًا ۝ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ

Marfat.com

نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا
(النساء : 153-161)

(مطالبہ کرتے ہیں آپ سے اہل کتاب کہ آپ اتروا دیں ان پر کتاب آسمان سے سو وہ تو سوال کر چکے ہیں موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑی بات کا انہوں نے کہا تھا (اے موسیٰ) دکھاؤ ہمیں اللہ کھلم کھلا تو پکڑ لیا تھا انہیں بجلی کی کڑک نے بسبب ان کے ظلم کے پھر بنا لیا انہوں نے بچھڑے کو (اپنا معبود) اس کے بعد کہ آچکی تھیں ان کے پاس کھلی دلیلیں پھر بھی ہم نے بخش دیا ان کا یہ (سنگین) جرم اور ہم نے عطا فرمایا موسیٰ کو واضح غلبہ اور ہم نے بلند کیا ان کے اوپر طور کو ان سے پختہ وعدہ لینے کے لئے اور ہم نے فرمایا انہیں کہ داخل ہو جاؤ اس دروازہ سے سجدہ کرتے ہوئے اور ہم نے فرمایا انہیں کہ حد سے نہ بڑھنا سبت میں اور ہم نے لیا تھا ان سے پختہ وعدہ - (ان پر پھٹکار کی) وجہ یہ تھی کہ انہوں نے توڑ دیا اپنے وعدہ کو اور انہوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا اور انہوں نے قتل کیا انبیاء کو ناحق اور انہوں نے یہ (گستاخانہ) بات کہی کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہیں (یوں نہیں) بلکہ مہر لگا دی اللہ نے ان کے دلوں پر بوجہ ان کے کفر کے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے مگر تھوڑی سی تعداد۔ اور ان کے کفر کے باعث اور مریم پر بہتان عظیم باندھنے کے باعث اور ان کے اس قول سے کہ ہم نے قتل کر دیا ہے مسیح عیسیٰ فرزند مریم کو جو اللہ کا رسول ہے حالانکہ نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ اسے سولی پر چڑھا سکے بلکہ مشتبہ ہو گئی ان کے لئے (حقیقت) اور یقیناً جنہوں نے اختلاف کیا ان کے بارے میں وہ بھی شک و شبہ میں ہیں ان کے متعلق نہیں ان کے پاس اس امر کا کوئی صحیح علم بجز اس کے کہ وہ پیروی کرتے ہیں گمان کی اور نہیں قتل کیا انہوں نے اسے یقیناً بلکہ اٹھا لیا ہے اسے اللہ نے اپنی طرف اور ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا۔ اور کوئی ایسا نہیں ہو گا اہل کتاب سے مگر وہ ضرور ایمان لائے گا

Marfat.com

مسیح پر ان کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن وہ ہونگے ان پر گواہ سو بوجہ ظلم ڈھانے یہود کے ہم نے حرام کر دیں ان پر وہ پاکیزہ چیزیں جو حلال کی گئی تھیں ان کے لئے اور بوجہ روکنے یہود کے اللہ کے راستے سے بہت لوگوں کو اور بوجہ ان کے سود لینے کے حالانکہ منع کئے گئے تھے اس سے اور بوجہ ان کے کھانے کے لوگوں کے مال ناحق اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے لئے ان میں سے عذاب دردناک۔)

یہاں اس امر کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ انہوں نے دیگر انبیاء کرام سے جو سلوک روا رکھا اس سے قطع نظر انہوں نے اپنے خاص نبی کو بھی معاف نہ کیا:

وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (الصف: 5)

(اور یاد کرو موسیٰ کی وہ بات جو اس نے اپنی قوم سے کہی تھی کہ "اے میری قوم کے لوگو، تم کیوں مجھے اذیت دیتے ہو حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں) " پھر جب انہوں نے ٹیڑھ اختیار کی تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے، اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا)۔

تورات کے صفحات ان تلخ اور دل آزار کلمات سے بھرے پڑے ہیں جو انہوں نے اپنے ہی خاص نبی کو مخاطب کر کے کہے۔ یہاں فقط ایک حوالہ دیا جاتا ہے:

" سو وہ لوگ موسیٰ پر بڑبڑانے لگے اور کہا کہ تو ہم کو اور ہمارے بچوں اور چوپایوں کو پیاسا مارنے کے لئے ہم لوگوں کو کیوں ملک مصر سے نکال لایا موسیٰ نے خداوند سے فریاد کر کے کہا کہ میں ان لوگوں سے کیا کروں وہ سب تو ابھی مجھے سنگسار کرنے کو تیار ہیں (خروج 17: 3-4)

قرآن حکیم میں امت مسلمہ کو یہود کے مقامات لغزش سے آگاہ کر کے ایسی

Marfat.com

کجروی سے بچنے کی تلقین کی جا رہی ہے :

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا ؕ
(الاحزاب : 69)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو ان لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیتیں دیں تھیں پھر اللہ نے انکی بنائی ہوئی باتوں سے اسکی براءت فرمائی اور وہ اللہ کے نزدیک باعزت تھا۔)

بظاہر کتنے تعجب کی بات ہے کہ یہود تو قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کے حضور گستاخانہ رویہ رکھتے ہیں لیکن قرآن حکیم جو صحیفہ صدق وصفا ہے ایک جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ جو خاص بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے۔ان کی عظمت و شان کو "وجیھا" کے الفاظ سے ذکر کر رہا ہے جبکہ اس کی اپنی قوم یہود ان کو اپنی دل آزار گفتگو سے اذیت پہنچانے کا کوئی موقع فروگذاشت نہیں کرتی۔

قرآن حکیم میں امت مسلمہ کو بنی اسرائیل کے گستاخانہ رویہ سے آگاہ کیا گیا ہے اور اس امر کی تلقین فرمائی گئی ہے کہ وہ کمالات مصطفےٰ ﷺ اور عظمت مصطفےٰ کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھیں اور کبھی بھی ان کے بارے میں زبان پر نازیبا الفاظ نہ آنے پائیں وگرنہ وہ غضب خداوندی سے نہ بچ سکیں گے :

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (التوبہ : 61)

(اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔)

نیز ارشاد فرمایا

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ (التوبہ : 63)

Marfat.com

(کیا وہ نہیں جانتے کہ جو کوئی مخالفت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی تو اس کے لئے آتش جہنم ہے ہمیشہ رہے گا اس میں - یہ بہت بڑی رسوائی ہے)

سورہ مجادلہ میں اسی مضمون کی طرف امت مسلمہ کی توجہ کو مبذول کیا گیا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ (المجادلة : 5)

(بے شک جو لوگ مخالفت کر رہے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔ انہیں ذلیل کیا جائے گا جس طرح ذلیل کیے گئے وہ (مخالفین) جو ان سے پہلے تھے اور بے شک ہم نے اتاری ہیں روشن آیتیں اور کفار کے لئے رسوا کن عذاب ہے)

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (النساء : 115)

(مگر جو شخص رسول کی مخالفت پر کمربستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے، در آں حالانکہ اس پر راہ راست واضح ہو چکی ہے، تو اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بد ترین جائے قرار ہے)

قرآن حکیم کی ان آیات میں رسول معظم کے ساتھ گستاخانہ روش کی مذمت کی گئی ہے اور مرتکب لوگوں کو وعید سنائی گئی ہے دوسری طرف لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول مکرم کو محبوب رکھنے اور ان کے احکام اور مشن کی تکمیل کی تلقین کی جارہی ہے

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِۨقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ (التوبہ : 23)

(اے حبیب ﷺ!) آپ فرمایئے اگر میں تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ کاروبار اندیشہ کرتے ہو جس کے مندے کا اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو زیادہ پیارے ہیں تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں

Marfat.com

جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ لے آئے اللہ تعالیٰ اپنا حکم اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو نا فرمان ہے)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (آل عمران : 31-32)

(اے نبی ﷺ، لوگوں سے کہہ دو کہ "اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے" آپ ﷺ فرما دیجئے کہ "اللہ اور رسول کی اعطاعت قبول کر لو" پھر اگر وہ تمہاری یہ دعوت قبول نہ کریں، تو یقیناً یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے، جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں" یہاں یہود کے اس گھناؤنے کردار کا مختصر بیان اس لئے گیا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں ان کی گستاخیاں اور سازشیں سمجھنا آسان ہو جائے۔

قرآن حکیم میں ان کی گستاخیوں کا ذکر ان الفاظ میں ہوا ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۚ

(آل عمران : 181-182)

(بے شک سنا اللہ نے قول ان (گستاخوں کا) جنہوں نے کہا کہ اللہ مفلس ہے حالانکہ ہم غنی ہیں۔ ہم لکھ لیں گے جو انہوں نے کہا نیز قتل کرنا ان کا انبیاء کو ناحق (بھی لکھ لیا جائے گا) اور ہم کہیں گے کہ (اب) چکھو آگ کا عذاب (کا مزہ) یہ بدلہ ہے اس کا جو آگے بھیجا ہے تمہارے ہاتھوں نے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نہیں ظلم کرنے والا اپنے بندوں پر۔)

دوسری جگہ ان کی گستاخانہ روش کا ذکر ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۚ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ۚ

Marfat.com

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ

(المائدہ : 64)

(اور کہا یہود نے کہ اللہ کا ہاتھ جکڑا ہوا ہے جکڑے جائیں ان کے ہاتھ اور پھٹکار ہو ان پر بوجہ اس (گستاخانہ) قول کے بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔ اور ضرور بڑھا دے گا اکثر کو ان میں سے جو نازل کیا گیا آپکی طرف آپکے رب سے سرکشی اور انکار میں اور ہم نے ڈال دی ہے ان میں دشمنی اور بغض روز قیامت تک جب کبھی وہ بھڑکاتے ہیں آگ لڑائی کی بجھا دیتا ہے اسے اللہ تعالیٰ اور یہ کوشش کرتے ہیں زمین میں فساد برپا کرنے کی اور اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا فسادیوں کو۔)

بارگہ رسالتماب ﷺ میں ان کی نفاق و نفرت سے آلودہ گستاخیاں یوں بیان ہوئی ہیں:

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا

(النساء : 46)

(کچھ لوگ جو یہودی ہیں پھیر دیتے ہیں (اللہ کے کلام کو اسکی اصلی جگہوں سے) اور (کہتے ہیں) ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی اور کہتے ہیں سنو تم نہ سنائے جاؤ اور کہتے ہیں " راعنا " بل دیتے ہوئے اپنی زبانوں کو اور طعنہ زنی کرتے ہوئے دین میں اور اگر وہ (یوں) کہتے ہم نے (آپ کا ارشاد) سنا اور (اسے) مان لیا اور (ہماری عرض) سنئے اور نگاہ (کرم) فرمایئے ہم پر تو ہوتا بہت بہتر ان کے لئے اور بہت درست لیکن (اپنی رحمت سے) دور کر دیا انہیں اللہ نے بوجہ ان کے کفر کے پس نہیں ایمان لائیں گے مگر تھوڑے سے۔)

Marfat.com

قرآن کریم میں انہیں پھر موقع دیا گیا ہے کہ وہ اپنی روش کی اصلاح کر لیں اور حق کو کھلے دل سے قبول کر لیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا
(النساء: 47)

(اے وہ لوگو جنہیں دی گئی کتاب! ایمان لاؤ اس کتاب پر جو نازل فرمائی ہم نے کہ تصدیق کرے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے (ایمان لاؤ) اس سے پہلے کہ ہم مسخ کر دیں چہرے پھر پھیر دیں انہیں پشتوں کی طرف یا لعنت کریں ان پر جس طرح ہم نے لعنت کی سبت والوں پر اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔)

یہود کو یہ یاد دلایا گیا کہ تم ہی وہ قوم ہو جو حضور ﷺ کے وسیلے سے فتح کے طلبگار تھے

يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ښ فَلَمَّا جَاۗءَھُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ
(البقرة: 89)

(وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس نبی کے وسیلہ سے) تو جب تشریف فرما ہوا ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا اس کے ماننے سے سو پھٹکار ہو اللہ کی (دانستہ) کفر کرنے والوں پر۔)

علماء و مشائخ کا طبقہ ہی لوگوں کی اصلاح کا فریضہ انجام دیتا ہے جب یہی لوگ خود غافل ہو جائیں تو اصلاح کون کرے گا چنانچہ ان (یہود) کے علماء و مشائخ کو سرزنش کی جا رہی ہے:

لَوْلَا يَنْھٰىھُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ
(المائدة: 63)

(کیوں نہیں منع کرتے انہیں ان کے مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے بے شک بہت برے ہیں وہ کرتوت جو وہ کیا کرتے تھے۔)

Marfat.com

قرآن حکیم نے امت مسلمہ کو باخبر اور شعوری طور پر آگاہ رکھنے کے لئے یہود کے کردار کو بعض جگہ مفصل اور بعض مقامات پر اشاراتی جھلک کے حوالے سے ذکر کیا ہے تاکہ وہ ان کی سازشوں سے محفوظ رہنے کے لئے باخبر (Alert) رہیں اور امت مسلمہ کو یہ بات ذہن نشین کرا دی گئی ہے:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ
(المائدہ: 82)

(ضرور پائیں گے آپ سب لوگوں سے زیادہ دشمنی رکھنے والے مومنوں سے یہود کو اور مشرکوں کو اور پائیں گے سب سے زیادہ قریب دوستی میں ایمان والوں سے انہیں جنہوں نے کہا ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور وہ غرور نہیں کرتے۔)

قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ یہود مسلمانوں سے ناراض کیوں ہیں اور جب یہ ناراضگی اور اسکی وجہ واضح طور پر سامنے آ چکی ہے تو فرزندان اسلام کو یہود کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرمایا گیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَاۗءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ وَاِذَا جَاۗءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
(المائدہ: 57-62)

(اے ایمان والو! مت بناؤ ان لوگوں کو جنہوں نے بنا رکھا ہے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل ان سے جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے اور کفار سے (اپنے) دوست اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اگر ہو تم ایمان دار اور جب تم بلاتے ہو نماز کی طرف

Marfat.com

(یعنی اذان دیتے ہو) تو وہ بناتے ہیں اسے مذاق اور تماشا یہ (حماقت) اس لئے ہے کہ وہ ایسی قوم ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے آپ فرمایئے اے اہل کتاب کیا تم ناپسند کرتے ہو ہم سے بجز اس کے کہ ہم ایمان لائے اللہ کے ساتھ اور جو اتارا گیا ہماری طرف اور جو اتارا گیا اس سے پہلے اور بلا شبہ بہت سے تم میں سے فاسق ہیں آپ (انہیں) فرمائے کیا میں آگاہ کروں تمہیں کہ کون برا ہے ان سے باعتبار جزا کے اللہ کے نزدیک وہ لوگ (برے ہیں) جن پر لعنت کی اللہ نے اور غضب فرمایا ان پر اور بنایا ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو سئور اور (وہ برے ہیں) جنہوں نے پوجا کی شیطان کی وہی لوگ بدترین ہیں بلحاظ درجہ کے اور دوسرں سے زیادہ بھٹکنے والے ہیں رہ راست سے اور جب آتے ہیں تمھارے پاس تو کہتے ہیں ہم ایمان لا چکے ہیں حالانکہ وہ (یہاں) داخل بھی ہوئے کفر کے ساتھ اور وہ نکلے بھی کفر کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپا رہے تھے اور آپ دیکھتے ہیں بہتوں کو ان میں سے کہ بڑے تیز رفتار ہیں گناہ اور زیادتی کرنے میں اور حرام خوری میں بے شک یہ بہت ہی برے کام کرتے رہے ہیں۔)

اسی کی مزید صراحت فرما کر ان سے گہری وابستگی (bosom friendship) سے منع فرمایا گیا ہے تاکہ قومی اور ملی راز افشا نہ ہوں۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ ھٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّھٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (آل عمران: 118-119)

(اے ایمان والو! نہ بناؤ اپنا رازدار غیروں کو وہ کسر نہ اٹھا رکھیں گے تمھیں خرابی پہنچانے میں وہ پسند کرتے ہیں جو چیز تمھیں ضرر دے ظاہر ہو چکا ہے بغض ان کے مونہوں (یعنی زبانوں) سے اور جو چھپا رکھا ہے ان کے سینوں نے وہ اس سے بھی

Marfat.com

بڑا ہے ہم نے صاف بیان کر دیں تمھارے لئے اپنی آیتیں اگر تم سمجھدار ہو۔ سنو تم وہ (پاک دل) ہو کہ محبت کرتے ہو ان سے اور وہ ذرا محبت نہیں کرتے تم سے اور مانتے ہو تم سب کتابوں کو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں اور جب وہ تنہا ہوتے ہیں تو چباتے ہیں تم پر انگلیاں غصہ سے (اے حبیب ﷺ) آپ فرمائیے مرجاؤ اپنے غصہ (کی آگ میں جل کر) یقیناً اللہ خوب جاننے والا ہے دلوں کی باتوں کا۔)

ان آیات کریمہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ یہود مسلم دشمنی میں پیش پیش کیوں ہیں۔

قرآن حکیم نے ایک دوسرے مقام پر یہود کی ہٹ دھرمی اور مسلم دشمنی کی وجہ کا ذکر کیا ہے:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۤ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

(البقرۃ: 89-91)

(اور جب آئی ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) جو تصدیق کرتی تھی اس (کتاب) کی جو ان کے پاس تھی اور وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر اس نبی کے وسیلہ سے تو جب تشریف فرما ہوا ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا اس کے ماننے سے سو پھٹکار ہو اللہ کی (دانستہ) کفر کرنے والوں پر بہت بری چیز ہے جس کے بدلے سودا چکایا انہوں نے اپنی جانوں کا وہ یہ کہ کفر کرتے ہیں اس کتاب کے ساتھ جو اللہ نے نازل کی حسد کے مارے کہ نازل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنا فضل (وحی) جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں سے سو وہ حق دار ہو

Marfat.com

گئے مسلسل ناراضگی کے اور کافروں کے لئے ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب ہے اور جب ان سے کہا جاتا ہے ایمان لے آؤ اس پر جسے اللہ نے اتارا ہے تو کہتے ہیں ہم تو (صرف) اس پر ایمان لائے ہیں جو نازل کی گئی ہم پر اور کفر کرتے ہیں اس کے علاوہ (دوسری کتابوں) کے ساتھ حالانکہ وہ بھی حق ہے تصدیق کرتا ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے آپ فرمایئے پھر تم کیوں قتل کرتے رہے اللہ کے پیغمبروں کو اس سے پہلے اگر تم (اپنی کتاب پر ہی) ایمان رکھتے تھے۔)

یہود کی مسلم دشمنی اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ وہ مسلمانوں کو فقط دشمن ہی تصور نہ کرتے بلکہ ان کی کوشش رہی اور آج تک ہے کہ وہ مسلمانوں کو جادہ مستقیم سے منحرف کردیں:

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرۃ: 109)

(دل سے چاہتے ہیں بہت سے اہل کتاب کہ کسی طرح پھر بنا دیں تمھیں ایمان لانے کے بعد کافر (ان کی یہ آرزو بوجہ اس حسد کے ہے جو ان کے دلوں میں ہے (یہ سب کچھ) اس کے بعد جبکہ خوب واضح ہو چکا ہے ان پر حق پس (اے غلامان مصطفی) معاف کرتے رہو اور درگزر کرتے رہو یہاں تک کہ بھیج دے اللہ (ان کے بارے میں) اپنا حکم بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔)

قرآن حکیم وہ صحیفہ فطرت ہے جس نے آغاز کائنات سے لے کر انجام کائنات تک جملہ امور کے بارے میں یقینی آگاہی بخشی ہے۔ جہاں گذشتہ اقوام و ملل کے حالات سے باخبر کیا ہے وہاں قیامت تک آنے والے اہم واقعات کی یقینی پیش گوئی فرما دی ہے بلکہ قیامت اور مابعد قیامت کے احوال سے بھی مطلع کیا ہے لیکن یہاں اس امر کا ذکر بے حد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مغرب میں گذشتہ

Marfat.com

اقوام کا ذکر اکثر و بیشتر ان کی محض تاریخ (History of Nations) کے حوالے سے کیا جاتا ہے۔ جب کہ قرآن حکیم میں گذشتہ اقوام کے حالات عبرۃ لاولی الالباب کے مقصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے پیش نظر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی شاہکار تصنیف الفوز الکبیر میں اسے علم التذکیر بایام اللہ کا نام دیا ہے۔ نیز مختلف اقوام و مذاہب کے عقائد باطلہ کی تردید اور نکھار کے ساتھ صحیح عقائد سے آگہی کو علم المخاصمہ کے نام سے ذکر کیا ہے۔ ان دونوں کا مقصد وحید یہ ہے کہ امت مسلمہ گذشتہ اقوام کے مقامات لغزش سے آگاہ ہو کر عبرت حاصل کرے اور جادہ مستقیم پر گامزن ہونے کے لئے سرگرم عمل ہو۔ اسی تناظر میں قرآن حکیم میں سب سے زیادہ حالات بنو اسرائیل (یہود) کے بیان کئے گئے ہیں۔ جہاں ایک طرف اس قوم پر بکثرت انعامات الہیہ کا ذکر موجود ہے تو دوسری طرف ان کی سرکشی اور نافرمانیوں کی طویل داستان رقم ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس سارے مضمون کو بڑے خوبصورت انداز میں ایک شعر میں سمو دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

عبرتے اے مسلم روشن ضمیر   از مال امت موسیٰؑ بگیر

چنانچہ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیمؑ سے لے کر جو تینوں بڑی اقوام (یہود، نصاریٰ اور مسلمان) کے جد امجد ہیں۔ خاتم النبین کے عہد مبارک تک یہود کے حالات خصوصی طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔ اور آئندہ ان کی متوقع روش کی بھی پیش گوئی کر دی گئی ہے تاکہ امت مسلمہ واضح لائحہ عمل اختیار کر سکے۔

قرآن حکیم نے جس صراحت اور تفصیل اور کہیں اشارات اور تلمیحات میں اس قوم کا ذکر کیا ہے اور اس سے عبرت و موعظت کے جو اسباق حاصل کئے جا سکتے ہیں اسے بیان کرنے کے لئے سینکڑوں صفحات درکار ہیں۔ لیکن اس تیز

Marfat.com

رفتار اور مصروف زندگی میں اتنی فرصت کہاں۔ چنانچہ مختصر الفاظ میں اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

1. حضرت ابراہیمؑ کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل کی اولاد سرزمین حجاز میں آباد ہوئی جبکہ ان کے دوسرے بیٹے حضرت اسحاقؑ کی اولاد سرزمین شام وعراق واردن و مصر کے علاقوں میں پھیلتی چلی گئی۔

2. حضرت اسحاقؑ کی شاخ میں نبوت کا فیضان جاری رہا ان انبیاء میں خصوصی طور پر حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ علیہم السلام اور پھر بنو اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰؑ جیسے جلیل القدر انبیاء مبعوث ہوئے اور پھر نبوت کا فیضان حضرت ابراہیمؑ کی اسحاقی شاخ سے منقطع ہو گیا۔

3. حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے سرور دو عالم محمد عربی ﷺ مبعوث ہوئے جو خاتم النبین، کافۃ للناس، للعالمین نذیر، سراج منیر اور جملہ انبیاء کرام کے سردار ہیں۔ امام بوصیریؒ نے کیا خوب کہا ہے!

فانہ شمس فضل ھم کواکبھا یظھرن انوارھا للناس فی الظلم

(کیونکہ آپ فضل کے آفتاب ہیں اور سب انبیاء ستارے ہیں کہ جہالت کی تاریکی میں اس آفتاب کا نور لوگوں کو دیکھا رہے ہیں۔)

4. حضرت یعقوبؑ کے فرزند جلیل حضرت یوسفؑ کے مصر میں متمکن ہونے اور خاندان یعقوب کے وہاں آباد ہونے تک عقائد میں نکھار جھلکتا ہے جس کا اندازہ حضرت یوسفؑ کی اس تقریر سے ہوتا ہے جو قید خانے میں انہوں نے دو ساتھیوں کے خوابوں کی تعبیر بتاتے وقت فرمائی۔

Marfat.com

5. حضرت یوسفؑ کے بعد مصر کی مقامی آبادی نے غلبہ اور تسلط حاصل کر لیا اور بنو اسرائیل کو غلام بنا لیا۔ چنانچہ فرعون مصر نے انہیں طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا رکھا۔

6. حضرت موسیٰؑ مبعوث ہوئے۔ فرعون سے بنو اسرائیل کو نجات دلائی۔ یہ وادی سینا میں آباد ہوئے۔ تورات کا نزول ہوا اور یہاں سے یہودیت کا آغاز ہوا۔

7. حضرت موسیٰؑ کے بعد انبیائے بنی اسرائیل کا طویل سلسلہ جاری رہا۔ قرآن حکیم میں ان کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔ تاہم چند جلیل القدر انبیاء کا ذکر قدرے تفصیل سے ملتا ہے جن میں حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت زکریا' حضرت یحیٰ علیہم السلام ہیں۔ تورات کے بعد زبور نازل ہوئی - زبور میں بنو اسرائیل کی فرعون سے نجات اور ان پر انعامات الٰہیہ کی نشاندھی کے حوالے سے انھیں اللہ کی حمد کرنے کی تلقین کی گئی ہے گویا یہ وہ مسحور کن نغمے ہیں جو حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان سے ادا ہوئے جن میں تاریخی واقعات کا تذکرہ بھی ہے اور شکر کی تاکید بھی ہے

اسرائیل بھی مصر میں آیا
اور یعقوبؑ حام کی سرزمین میں مسافر رہا
اور خدا نے اپنے لوگوں کو خوب بڑھایا
اور ان کو انکے مخالفوں سے زیادہ قوی کیا
اس نے ان کے دل کو برگشتہ کیا تاکہ اس کی قوم سے عداوت رکھیں
اور اس کے بندوں سے دغا بازی کرے

Marfat.com

اس نے اپنے بندہ موسیٰؑ کو
اور برگزیدہ ہارون کو بھیجا
اس نے ان کے درمیان معجزات
اور حام کی سرزمین میں عجائب دکھائے
اس نے تاریکی بھیج کر اندھیرا کر دیا
اور انہوں نے اس کی باتوں سے سرکشی نہ کی
اس نے انکی ندیوں کو لہو بنا دیا
اور ان کی مچھلیاں مار ڈالیں
ان کے ملک اور بادشاہوں کے بالا خانوں میں
مینڈک ہی مینڈک بھر گئے
اس نے حکم دیا اور مچھروں کے غول آئے
اور ان کی سب حدود میں جوئیں آگئیں
اس نے اس پر مینہ کی جگہ اولے برسائے
اور ان کے ملک پر دہکتی آگ نازل کی
اس نے ان کے انگوراورانجیر کے درختوں کو بھی برباد کر ڈالا
اور ان کی حدود کے پیڑ توڑ ڈالے
اس نے حکم دیا تو بے شمار ٹڈیاں
اور کیڑے آ گئے
اور ان کے ملک کی تمام نباتات چٹ کر گئے
اور ان کی زمین کی پیداوار کھا گئے
اس نے ان کے ملک کے سب پہلوٹھوں کو بھی مار ڈالا

Marfat.com

جو ان کی پوری قوت کے پہلے پھل تھے
اور اسرائیل کو چاندی اور سونے کے ساتھ نکال لایا
اور اس کے قبیلوں میں ایک بھی کمزور آدمی نہ تھا
ان کے چلے جانے سے مصر خوش ہو گیا
کیونکہ ان کا خوف مصریوں پر چھا گیا تھا
اس نے بادل کو سایباں ہونے کے لئے پھیلا دیا
اور رات کو روشنی کیلئے آگ دی
ان کے مانگنے پر اس نے بٹیریں بھیجیں
اور ان کو آسمانی روٹی سے سیر کیا
اس نے چٹان کو چیرا اور پانی پھوٹ نکلا
اور خشک زمین پر ندی کی طرح بہنے لگا
کیونکہ اس نے اپنے پاک قول کو
اور اپنے بندہ ابراہام کو یاد کیا
اور وہ اپنی قوم کو شادمانی کے ساتھ
اور اپنے برگزیدوں کو گیت گاتے ہوئے نکال لایا
اور اس نے ان کو قوموں کے ملک دیئے
اور انہوں نے امتوں کی محنت کے پھل پر قبضہ کیا
تاکہ وہ اس کے آئین پر چلیں
اور اس کی شریعت کو مانیں
خداوند کی حمد کرو

8. انبیائے بنی اسرائیل میں سے آخری نبی حضرت عیسیٰ ؑ ہیں۔ جو بنو

Marfat.com

اسرائیل کی اصلاح وہدایت کے لئے مبعوث ہوئے لیکن یہود نے جب دیکھا کہ وہ انکی مرضی و پسند پر پورے نہیں اتر رہے تو انہوں نے انکار کیا اور ان پر بیہودہ الزامات لگا کر انہیں پکڑوانے کی کوشش کی بلکہ اپنے زعم کے مطابق انہیں صلیب پر لٹکا دیا۔ قرآن حکیم وہ عظیم اور سچی کتاب ہے جو یہ اعلان کرتی ہے کہ یہود نہ تو انہیں قتل کروا سکے اور نہ ہی صلیب پر لٹکا سکے بلکہ یہود شبہ میں ڈال دیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عمیم سے اس عظیم نبی کو رفع عطا فرمایا۔

9. حضرت عیسیٰؑ جہاں بنو اسرائیل کے آخری نبی ہیں وہ حضور سرور عالم رسول عربی ﷺ کے مبشر بھی ہیں اور انجیل میں جس کے معنی ہی بشارت کے ہیں۔ متعدد جگہ پر حضور ﷺ کی آمد کی بشارت دی گئی ہے۔

10. انجیل برنباس میں حضور ﷺ کی بشارتیں چونکہ بڑی صراحت سے بیان ہوئی ہیں لہٰذا عیسائی حضرات اسے own نہیں کرتے۔ اناجیل اربعہ میں مذکور بشارات کو تاویلات فاسدہ سے چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

11. تورات اور انجیل میں حضور اکرم ﷺ کی بشارتوں کے پیش نظر یہود ایک عظیم نبی "وہ نبی" کے منتظر تھے۔ اسی کی تلاش میں وہ مدینہ منورہ (جو اس وقت یثرب کہلاتا تھا) کی سرزمین میں آباد ہو گئے اور جب کبھی مقامی آبادی سے جھڑپ ہوتی تو فخریہ کہتے کہ ہمارے نبی کی آمد آمد ہے پھر تم سے نپٹ لیں گے اور فتح ہماری ہو گی۔

12. حضور اکرم ﷺ کے ظہور قدسی سے مدینہ آمد تک ان کی شمع امید روشن رہی لیکن تحویل قبلہ کے عظیم واقعہ سے ان کی امیدوں کا محل پاش پاش ہو گیا۔ چونکہ تحویل قبلہ وہ نقطہ آغاز ہے جہاں سے یہود کی

Marfat.com

گستاخیوں اور سازشوں نے باقاعدہ مہم کی صورت اختیار کی لہٰذا تحویل قبلہ کا واقعہ براہ راست قرآن حکیم میں مذکور ارشاد باری کے حوالے سے مفصل ذکر کیا جاتا ہے

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآ
اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ
شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ
لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَی الَّذِيْنَ هَدَی اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ قَدْ نَرٰی
تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ
شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ وَلَئِنْ اَتَيْتَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ
اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ
كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
الْمُمْتَرِيْنَ (البقرہ 142- 147)

اب کہیں گے بے وقوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا ان (مسلمانوں) کو اپنے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے آپ فرمایئے اللہ ہی کا مشرق بھی اور مغرب بھی ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف اور اسی طرح ہم نے بنادیا تمہیں (اے مسلمانو!) بہترین امت تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور (ہمارا) رسول ﷺ تم پر گواہ ہو اور نہیں مقرر کیا ہم نے (بیت المقدس کو) قبلہ جس پر آپ (اب تک) رہے مگر اس لئے کہ ہم دیکھ لیں کہ کون پیروی کرتا ہے (ہمارے) رسول ﷺ کی (اور) کون مڑتا ہے الٹے پاؤں بے شک یہ (حکم) بہت بھاری ہے مگر ان پر (بھاری) نہیں جنھیں اللہ نے ہدایت فرمائی اور نہیں اللہ کی یہ شان کہ ضائع کردے تمہارا ایمان بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت ہی مہربان (اور) رحم فرمانے والا ہے ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا منہ کرنا آسمان کی طرف تو ہم ضرور پھیر

Marfat.com

دیں گے آپکو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں (لو) اب پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف (اے مسلمانو!) جہاں کہیں تم ہو پھیر لیا کرو اپنے منہ اس کی طرف اور بے شک وہ جنھیں کتاب دی گئی ضرور جانتے ہیں کہ یہ حکم برحق ہے ان کے رب کی طرف سے اور انھیں اللہ تعالیٰ بے خبر ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں اور اگر آپ لے آئیں اہل کتاب کے پاس ہر ایک دلیل (پھر بھی) نہیں پیروی کریں گے آپ کے قبلہ کی اور نہ آپ پیروی کرنے والے ہیں ان کے قبلہ کی اور نہ وہ ایک دوسرے کے قبلہ کو ماننے والے ہیں اور اگر (بفرض محال) آپ پیروی کریں ان کی خواہشوں کی اس کے بعد کہ آچکا آپ کے پاس علم تو یقیناً آپ اس وقت ظالموں میں (شمار) ہوں گے جن لوگوں کو' ہم نے کتاب دی ہے وہ پہچانتے ہیں انھیں جیسے وہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور بے شک ایک گروہ ان میں سے چھپاتا ہے حق کو جان بوجھ کر یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے تو ہرگز نہ بن جانا شک کرنے والوں سے۔

13. لیکن یہود جو پہلے حضرت عیسیٰ ؑ کا انکار کر چکے تھے اب ہٹ دھرمی پر اتر آئے اور اسحاقی شاخ سے فیضان نبوت کا اسماعیلی شاخ میں منتقل ہونا ان پر کوہ گراں ثابت ہوا اور اس روز یعنی عہد نبوی ﷺ سے لے کر آج تک انتقامی کاروائیاں کرتے چلے آ رہے ہیں اور مسلم دشمنی کی بنا پر چودہ سو برس سے انہوں نے سازشوں کا جال بچھا رکھا ہے۔ قرآن حکیم نے بڑے واضح انداز میں یہود کی ان سازشوں سے امت مسلمہ کو آگاہ فرما دیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ۚ وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ هَا أَنتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا

Marfat.com

يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا
بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْھُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِھَا ۭ وَاِنْ
تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ شَـيْـــًٔـا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝
(120-118:3)

(اے ایمان والو! نہ بناؤ اپنا راز دار غیروں کو وہ کسر نہ اٹھا رکھیں گے تمھیں خرابی پہنچانے میں' وہ پسند کرتے ہیں جو چیز تمھیں ضرر دے' ظاہر ہو چکا ہے بغض ان کے مونہوں (یعنی زبانوں) سے اور جو چھپا رکھا ہے ان کے سینوں نے وہ اس سے بھی بڑا ہے۔ ہم نے صاف بیان کر دیں تمھارے لئے اپنی آیتیں اگر تم سمجھدار ہو۔ سنو! تم تو وہ (پاک دل) ہو کہ محبت کرتے ہو ان سے اور وہ (ذرا) محبت نہیں کرتے تم سے اور مانتے ہو تم سب کتابوں کو اور وہ جب وہ تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں اور جب وہ تنہا ہوتے ہیں تو چباتے ہیں تم پر انگلیاں غصہ سے (اے حبیب ﷺ) آپ فرمایئے مر جاؤ اپنے غصہ (کی آگ) میں جل کر یقیناً اللہ خوب جاننے والا ہے دلوں کی باتوں کو (ان کا حال تو یہ ہے کہ) اگر پہنچے تمھیں کوئی بھلائی تو بری لگتی ہے انہیں اور اگر پہنچے تمھیں کوئی تکلیف تو بڑے خوش ہوتے ہیں اس سے اور اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو نہ نقصان پہنچائے گا تمھیں ان کا فریب کچھ بھی بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں (اس کا) احاطہ کئے ہوئے ہے۔

14. اب مسلمانوں کا کام یہ ہے کہ وہ حقیقت حال سے باخبر ہو کر مثبت انداز میں (Positive Projection) ان کی سازشوں کو ناکام بنا دیں۔ حکیم الامت نے بہت پہلے ان کی سازشوں کے جال پر مبنی اس چال کا ذکر فرما دیا تھا

Marfat.com

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

15. مسلم مفکرین کو اس مسئلہ سے نپٹنے کے لئے کامیابی کا راستہ صرف اور صرف ایک ہے کہ وہ عظمت مصطفیٰ ﷺ کو مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے سامنے زیادہ سے زیادہ اجاگر کر کے پیش کریں۔ یہی وہ طریق ہے جس پر گامزن ہو کر امت مسلمہ فلاح و کامرانی کے گوہر مقصود کو پا سکتی ہے۔ بقول علامہ اقبال!

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں واقعہ معراج کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ جب عبد و معبود کے مابین قرب حقیقی اپنے کمال کو پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

یا محمد انا وانت وما سواک خلقت لاجلک

(اے میرے محبوب آج میں ہوں اور تو ہے اور تیرے سوا جو کچھ ہے وہ میں نے تیرے لئے پیدا فرمایا)

حضور ﷺ نے بارگہ صمدیت میں سراپا نیاز ہو کر یہ عرض کی:

اللھم انت ولا انا وما سواک ترکت لا جلک

(اے اللہ بس تو ہی تو ہے میں تو کچھ بھی نہیں' ہاں تیرا بندہ اس امر کا اظہار ضرور کرتا ہے کہ محض تیری رضا کی خاطر تیرے بندے نے ہر شے سے کنارہ کیا)

ارشاد باری ہے "وتبتل الیہ تبتیلا" اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو (سورة مزمل: 8) کی اس سے بہتر تعبیر ممکن نہیں

Marfat.com

قرآن حکیم نے اس امر کی واضح نشان دہی کر دی ہے کہ یہود نے اپنے انبیاء کرام کے بارے میں ایسی لغو اور بے ہودہ باتیں ان کی طرف منسوب کی تھیں کہ ان کی عظمت وشان اپنے اصل روپ میں پورے نکھار کے ساتھ سامنے نہیں آتی۔ ان کا مقصد بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اس بہانے گناہ کی مختلف پر کشش صورتوں کے ارتکاب کا موقع ہاتھ آ جائے۔ یہی طریق واردات انہوں نے عظمت مصطفیٰ ﷺ کو گھٹانے کے لئے استعمال کیا لیکن خدائے علیم و خبیر نے پہلے انبیاء کی شان و عظمت کو پوری آب و تاب کے ساتھ اصل رنگ میں بیان کر کے ان کی اس سازش کو ناکام بنا دیا۔ دوسری طرف عظمت مصطفیٰ ﷺ کو قرآن حکیم میں اس قدر واضح، غیر مبہم، صراحت اور کثرت کے ساتھ بیان فرمایا کہ ہر وہ شخص جو قرآن حکیم کے معنی ومقاصد پر نظر رکھتا ہے وہ "ہمہ قرآن در شان محمد ﷺ" کا معترف ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کا اس قدر صراحت اور کثرت سے ذکر کرنے کا مقصود یہ ہے کہ فرزندان توحید مقام مصطفیٰ ﷺ اور عظمت مصطفیٰ ﷺ سے آگاہی حاصل کر کے اس عظیم ہستی کے اسوہ حسنہ پر بمطابق ارشاد باری **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ** پر عمل پیرا ہو سکیں۔

فرزندان توحید کیلئے تو بلا ریب حضور اکرم ﷺ اسوہ حسنہ اور دائمی نمونہ عمل ہیں اغیار نے بھی جنہوں نے حضور کریم کی پاکیزہ سیرت کا مطالعہ کیا ہے آپ ﷺ کی عظمت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔

مشہور مستشرق ولیم ڈریپر WILLIAM DRAPER نے اپنی شاہکار تصنیف "

A HISTORY OF THE INTELLECTUAL DEVELOPMENT OF EUROPE

Marfat.com

میں حضور ﷺ کی عظمت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے پوری نوع انسانی پر آپ کے گہرے اثرات اور انمٹ نقوش کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"The celebrated orientalist John William Draper in his well known work, A history of the Interllectual Development of Europe, observes : Four Years after the death of Justinan, 569 A.D., was born at Mecca, in Arabia, the man who, of all men, has exercised the greatest influence upon the human race."

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ نوع انسانی کی پوری تاریخ میں اگر کسی شخصیت کو اسوہ کاملہ اور نمونہ کمال کے طور پر ذکر کیا جاسکتا ہے تو وہ صرف اور صرف محمد عربی ﷺ کی ذات کریم ہے۔

مشہور مستشرق سکالر پروفیسر فلپ کے ھٹی اس امر کا اعتراف اپنے انداز میں ان الفاظ میں کرتا ہے:

"Serious or trivial, his daily behaviour has instituted a cannon which millions observe at this day with conscious mimicry. No one regarded by any section of the human race as Perfect Man has been imitated so minutely."

یہود و نصاریٰ نے عظمت مصطفےٰ کو گھٹانے میں جو اپنا گھناؤنا کردار ادا کیا ہے اور آپ ﷺ کے بارے میں یہاں تک بیہودہ الزام لگایا کہ آپ

Marfat.com

ANTI CHRIST ہیں اس پر ایک نامور محقق و مفکر کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

مشہور اور ممتاز برطانوی دانشور جارج برنارڈ شاہ نے متعصب مسیحی مصنفین پر تنقید کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ حضور ﷺ ہی انسانیت کے نجات دہندہ ہیں:

"The celebrated British dramatist and intellectual George Bernard Shaw said: " The Mediaeval Ecclesiastics either throufgh ignorance or bigotry painted Muhammadanism (Islam) in the darkest colors. In fact, they were trained both to hate the man Muhammad and his religion. To them he was anti-Christ. I have studied him. The wonderrful man, and in my view — far from being an anti-Christ, he must be called the savious of humanity."

دراصل آپ جیسی عظیم ہستی کی لائی ہوئی عظیم مثالی، لاثانی، عالمی اور آفاقی شریعت ہی وہ زندہ جاوید معجزہ ہے جس میں قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے ہر شعبہ حیات میں زریں رہنما اصول دیئے گئے ہیں۔ بھلا اس امر سے کون انکار کر سکتا ہے کہ آپ کی عظیم شخصیت کی عظیم سنت کی پیروی نہ صرف اس دنیا میں کامیابی و کامرانی کی مکمل ضمانت فراہم کرتی ہے بلکہ اخروی فلاح و سعادت کا انحصار بھی کامل طور پر آپ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے میں ہے

Marfat.com

ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کی عظیم شخصیت کی سیرت کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے کہ ہم شان و عظمت مصطفےٰ ﷺ کا صحیح عرفان حاصل کر پائیں تاکہ مقام مصطفیٰ ﷺ کے عرفان کی یہ نعمت ہمیں آپ کی دلنواز اور محبوب ہستی سے عشق و محبت کے جذبے سے سرشار کر دے اور پھر ہم آپ کی اتباع کامل سے دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔

حضور اکرم ﷺ کی عظمتوں کا یہ ادراک ہی تھا کہ شاعر مشرق بے ساختہ پکار اٹھا

آبروے ما زنام مصطفےٰ است

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں اور
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حکیم الامت نے جو امت مسلمہ کے بجا طور پر نباض اور مزاج شناس ہیں ان اشعار کو محض شاعری اور سخن گوئی کے حوالے سے پیش نہیں کیا بلکہ وہ کتاب و سنت پر عمیق نظر اور وسیع مطالعہ سے مقام مصطفیٰ ﷺ کے ادراک و شعور سے بہرہ ور ہوئے۔ نیز انہوں نے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے افکار کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اس ضمن میں فکر مجدد سے بے حد متاثر تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے دور میں جب کہ ہنود کی سازش کے نتیجہ میں نبوت و رسالت محمدی ﷺ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر دیے گئے تھے نہ صرف کہ اثبات النبوۃ کے نام سے عظیم شاہکار تصنیف پیش کی تھی بلکہ مکتوبات میں بکثرت مکتوب مقام مصطفیٰ ﷺ اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کے بیان میں میں تحریر فرمائے اور حضور اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ کی بھرپور پیروی کی طرف امت مسلمہ کی توجہ مبذول کی ہم بخوف طوالت فقط دو مکتوبات سے اقتباس پیش کرتے ہیں:

"حق سبحانہ وتعالیٰ ہم بے سرو سامان مفلسوں کو سید اولین و آخرین کی اتباع

Marfat.com

دولت سے سرفراز فرمائے اور اس پر استقامت نصیب کرے۔"

آپ ﷺ وہ بلند ہستی ہیں کہ آپ کی دوستی کے طفیل رب تعالیٰ اپنے اسمائی وصفاتی کمالات کو میدان ظہور میں لایا اور آپ ﷺ کو بہترین کائنات قرار دیا **علیہ من الصلوت افضلھا ومن التسلیمات اکملھا**۔ آپ ﷺ کی اتباع کا ایک ذرہ تمام دنیوی لذتوں اور اخروی نعمتوں سے کئی درجے بہتر ہے۔ فضیلت روشن سنت کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے اور بزرگی آپ ﷺ کی شریعت کی بجا آوری کے ساتھ مربوط ہے۔ **علیہ والہ الصلوۃ والسلام والتحیۃ**

مثلا دوپہر کا قیلولہ جو متابعت سنت کی نیت سے ہو کروڑہا راتوں کے نوافل سے اولیٰ اور افضل ہے جو بے نیت متابعت ہو۔ اسی طرح عید الفطر کے روز روزہ نہ رکھنا جس کا شریعت مصطفوی نے حکم دیا ہے ابدالآباد کے روزوں سے جو شرع سے ماخوذ نہیں بہتر ہے۔ شارع علیہ السلام کے حکم سے ایک پیسہ خرچ کرنا اپنی طرف سے سونے کا پہاڑ خرچ کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے"

اے رب کائنات اپنے فضل عمیم سے ہمیں مقام مصطفیٰ و عظمت مصطفیٰ ﷺ کا ادراک وشعور عطا فرما اور اپنے اس عظیم نبی کی اتباع کی توفیق عطا فرما جسے تو نے صاحب اسریٰ و معراج ہونے کا اعزاز عطا فرمایا۔

- جس کے اشارے سے اور تیرے حکم سے معجزہ شق قمر واقع ہوا
- جسے تو نے افصح العرب بنایا اور جس کے ذریعے سے تو نے ہمیں اپنا فصیح و بلیغ کلام قرآن حکیم کی صورت میں جو مکمل ضابطہ حیات ہے زندگی کی کٹھن اور دشوار گزار راہوں کو کامیابی سے طے کرنے کیلئے ہدایت کے لئے عطا فرمایا۔
- جسے تو نے مقام محمود پر فائز فرمایا اور صاحب لواء الحمد بنایا

Marfat.com

- جسے تو نے شفاعت کبریٰ کا اعزاز عطا فرمایا
- جسے تو نے ساقی کوثر بنایا
- جس کے وسیلے سے تو نے امت مسلمہ کو کنتم خیرامۃ کے لقب سے نوازا
- جسے تو نے اپنی قسم کھا کر فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک کا فیصلہ کن اختیار عطا فرمایا
- جس کے فعل کو وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمیٰ فرما کر اپنا فعل قرار دیا
- انسانیت کا وہ عظیم محسن جو تیرے مشن کی تکمیل اور تیرے دین کے فروغ کے لئے کفار کے کفر پر اصرار کرنے پر لعلک باخع نفسک کیا آپ (فرط غم سے) تلف کردیں گے اپنی جانوں کو(الکہف: 6) کا مصداق بنا
- تیرا وہ عظیم رسول جسے کفار کی اذیت رسانی اور طعنہ زنی پر اپنے ارشاد انا کفیناک المستھزئین ہم کافی ہیں آپکو مذاق اڑانے والوں کے شر سے بچانے کیلئے (سورۃ : الحجرۃ :95) کے مطابق اس کے دشمنوں سے خود انتقام لینے کا یقین دلایا
- اے خالق کائنات ہمیں اپنے اس عظیم نبی، عظیم رسول اور اپنے محبوب محمد کریم علیہ الصلوۃ و التسلیم کی سنت کی بھرپور پیروی کی بھرپور توفیق عطا فرما۔ آمین

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ کی روحانی زندگی کی چند جھلکیاں

وہ ہادی برحق جس نے عقائد و افکار کی دنیا میں انقلاب برپا کیا' وہ مصلح اعظم جس نے خستہ حال معاشرے کو ایک صحت مند اور خوشحال معاشرے میں بدل دیا' جس نے نظام معیشت کو صالح بنیادوں پر استوار کیا' جس نے سیاست و قانون کو نفاق سے نکال کر اخلاق کی اعلیٰ وارفع اساس عطا فرمائی' وہ مفکر اعظم جس نے اذہان و قلوب کی دنیا بدل ڈالی۔ وہ ہمہ پہلو عظیم شخصیت جو سربراہ مملکت بھی ہے' سپہ سالار بھی ہے' مقنن بھی ہے' قاضی و منصف بھی ہے اور مدبر و منتظم بھی ہے۔ وہ حامل خلق عظیم جو دوسرے ادیان دوسری اقوام اور دوسرے ممالک کے ساتھ معاملات و تعلقات کو اخلاقی بنیادوں پر قائم کرنے کا ایک ایسا معیار پیش کرتے ہیں کہ پوری تاریخ ادیان عالم بلکہ پوری تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے سے قاصر ہے۔ وہ شہنشاہ کونین ﷺ کہ گدا سے سلطان تک اس کے در کے بھکاری ہیں۔ وہ عظیم تاریخی شخصیت کہ چار ہزار برس کی معلوم تاریخ (Known History) میں کسی بھی شخص پر اس سے زیادہ کتابیں نہیں لکھی گئیں۔[1] وہ عدیم النظیر پرعظمت شخصیت جس کی عملی' فکری' ذہنی اور روحانی تربیت کسی دنیوی دانش گاہ یا کائنات ارضی میں بسنے والے کسی معلم کی مرہون منت نہیں بلکہ اس وسیع اور بیکراں کائنات کے خالق و مالک نے اس کی ہمہ پہلو تربیت کا خود اہتمام فرمایا[2]۔ آج ہم اس ہادی اعظم کی روحانی زندگی کی چند جھلکیاں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے بچپن' آپ کی جوانی اور قبل از بعثت زندگی میں آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے ہر ہر ورق پر روحانیت کے نقش و نگار نظر آتے ہیں لیکن ہم یہ ذکر جمیل اس وقت سے شروع کرتے ہیں جب آپ ﷺ نے روحانی زندگی کا باقاعدہ اہتمام فرمایا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مروج بت پرستی میں کبھی

Marfat.com

حصہ نہ لیا۔ آپ ﷺ نے اس فطری طریق کو اختیار فرمایا جو جد الانبیاء حضرت ابراہیمؑ نے اختیار فرمایا تھا۔ کائنات میں تدبر و تفکر[3]، خالق کے سامنے اظہار عبودیت[4]، خلق سے خالق تک پہنچنے کا فطری طریق۔ ابتدا میں یہ تفکر ظاہری رسوم کا پابند نہ تھا کہ ہم اسے کسی مخصوص عبادت کا نام دیں لیکن روح کی اتھاہ گہرائیوں میں اپنے معبود حقیقی کو پالینے کی سچی تڑپ کبھی مخفی نہیں رہتی۔ یہ سچ ہے کہ ہم کسی کے قلب کی گہرائیوں میں جھانک نہیں سکتے لیکن آنسو دل کی ترجمانی اور عکاسی بطریق احسن کر دیتے ہیں۔

دموع الفتی عما یجن تترجم

وانفاسہ یبلبن ماالقلب بکتم

خلوت غار حرا

آپ ﷺ کی عمر مبارک ۳۵ برس کی ہوئی تھی کہ آپ ﷺ گہرے غور و فکر میں منہمک رہنے لگے۔ اس دوران صبح کی مانند روشن خواب آپ ﷺ کو نظر آتے۔ بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے :

"اول مابدی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرویاالصالحۃ فی النوم فکان لا یری رویا الا جاء ت مثل فلق الصبح"[5]

اپنے محبوب پروردگار سے راز و نیاز میں جو لذت و حلاوت ہے اس کا اندازہ کچھ وہی کر سکتا ہے جو اس وادی سے گزرا ہو۔ کیف و مستی اور جذب و شوق کی اس کیفیت کا تقاضا یہ تھا کہ آپ ﷺ علائق دنیا سے کنارہ کش ہو کر عزلت نشینی اختیار کریں اور گوشہ عافیت ڈھونڈھ کر اطمنان قلب سے اس شور و شغب کی دنیا سے الگ تھلگ اپنے محبوب آقا و مالک کی عبادت کریں۔ آپ ﷺ کا یہ ذوق آپ ﷺ کو غار حرا میں لے گیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں

"ثم حبب الیہ الخلاء وکان یخلو بغار حرا فیتحنث فیہ و ھو التعبد اللیالی

Marfat.com

ذوات العدد الحديث[6]"

سید قطب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

"وخلاصتها ان رسول الله ﷺ كان يتحنث فی غار حراوقبل البعثة بثلاث سنوات ای يتطهر ويتعبدو كان تحنثه عليه الصلوة والسلام شهرا من كل سنته هو شهر رمضان يذهب فيه الى غار حراء على مبعدة نحوميلين من مكة[7]"

" اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ غار حرا میں عبادت میں مشغول رہتے۔ بعثت سے تین سال قبل آپ ﷺ پاک صاف رہتے اور حضور حق میں سر تسلیم خم کرتے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی یہ عبادت ہر سال ایک مہینہ ہوتی اور وہ مہینہ رمضان کا ہوتا جس میں آپ غار حرا میں جو مکہ سے قریبا دو میل کے فاصلے پر ہے تشریف لے جاتے"

زاد ختم ہوتا تو آپ ﷺ توشہ لینے کے لئے اپنی رفیقہ حیات حضرت خدیجہؓ کے پاس آتے۔ غار حرا میں آپ ﷺ کے معمولات پر روشنی ڈالتے ہوئے سید قطب رقمطراز ہیں:

" ويقضى وقة فى العبادة والتفكير فيما حوله من مشاهدالكون وفيما وراء هامن قدرة مبدعة[8]"

" اور آپ ﷺ اپنا وقت عبادت اورر اپنے اردگرد پھیلی ہوئی کائنات کے مشاہدے اور اس میں غور و فکر میں گزارتے اور آپ ﷺ کا تخیل اس سے بھی ماوراء قدرت کی نیرنگیوں کی طرف منعطف ہو جاتا۔"

اس خلوت اور عزلت میں کیا حکمت تھی، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سید قطب لکھتے ہیں :

" وكان اختياره ﷺ لهذه العزلة طرفا من تدبير الله له ليعده لما ينتظره من الامرالعظيم ففى هذه العزلة كان يخلو الى نفسه و يخلص من زحمة الحيوة وشواغلها الصغيرة[9]"

Marfat.com

" اور آپ ﷺ کی یہ عزلت گزینی اللہ تعالیٰ کی ایک اچھوتی تدبیر تھی تاکہ آپ ﷺ کو بہت بڑے منصب کے تقاضے پورے کرنے کے لئے تیار کیا جائے۔ پس اس عزلت گزینی میں آپ ﷺ زندگی کی زحمتوں اور چھوٹی بڑی مصیبتوں سے نجات پاکر من کی دنیا میں سراغ زندگی پانے میں مشغول ہو جاتے۔"

ہر وہ روح جو نفوس انسانی کی اصلاح اور پیغام ربانی کی تبلیغ کا فریضہ انجام دینا چاہیے اس کے لئے کچھ وقت خلوت اور عزلت میں بسر کرنا ضروری ہے۔ موصوف کے الفاظ میں:

" ولا بدلای روح یرادلها ان تو ثر فی واقع الحیاة البشریة فتحولهاوجهة اخری لابدلهنه الروح من خلوة وعزلة بعض الوقت وانقطاع عن شواغل الارض و ضبعة الحیوة وهموم الناس الصفیرة التی تشفل الحیوة[10] "

" ہر اس روح کے لئے جس کا مقصود یہ ہو کہ وہ حیات انسانی پر اثر انداز ہو اور اس میں انقلاب برپا کر دے لازمی ہے کہ وہ کچھ وقت خلوت و عزلت کے لئے مختص کر دے اور اس کائنات ارضی کے مختلف مشاغل' زندگی کی شورشوں سے اور لوگوں کے چھوٹے بڑے غم و فکر سے جو زندگی کو مصروف کر دیتے ہیں' خود کو الگ کر لے۔"

چنانچہ آپ ﷺ تفکر و تدبیر اور مراقبوں میں اپنا وقت گزارتے حتی کہ بفضلہ تعالیٰ آپ ﷺ کا آئینۂ قلب اور زیادہ شفاف ہو گیا۔ آپ ﷺ روحانی اوج کمال پر پہنچ گئے۔ اب وقت آگیا تھا کہ رب کائنات جس نے آپ ﷺ کے تربیت کا اعلیٰ انتظام فرمایا تھا اس مقدس سرزمین کے رہنے والے صادق وامین کو وہ عظیم امانت سپرد کردے۔ آپ ﷺ کی عمر مبارک اب چالیس برس کی ہو چکی تھی۔ پیر کے دن رمضان المبارک کے آخری عشرے میں حضرت جبریلؑ حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اعلان نبوت کا اذن عطا ہوا۔

Marfat.com

روحانی مشاغل

نبوت کے فرائض چہار گانہ [11] ادا کرنے کے ساتھ ساتھ معبود حقیقی سے آپ ﷺ کی وابستگی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ غم و مسرت کے موقع پر، صلح و جنگ کے موقع پر، صحت و بیماری کی حالت میں آپ ﷺ اپنے آقا و مولا کے حضور دعاؤں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ جنگ کے مدوجزر میں تلواروں کی جھنکار سے فضا مرتعش ہے۔ تیروں کی بارش ہو رہی ہے لیکن آپ ﷺ اشکبار آنکھوں سے اپنے مالک حقیقی کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ اپنے دل کے انکسار اور لگاؤ کے ساتھ اپنے آقا و مولی کو پکارتے ہیں۔ دنیا کی پوری تاریخ میں ڈھونڈنے سے بھی آپ کو یہ روشن مثال نہیں ملے گی کہ دشمن مد مقابل ہو اور صلوۃ الخوف ادا ہو رہی ہو [12]۔ حضور نبی کریم ﷺ دو رکعت ادا فرماتے ہیں اور باقی صحابہ دو گروہوں میں تقسیم ہو کر باری باری ایک ایک رکعت پیچھے ادا کر رہے ہیں [13]۔

حب الہی کی تپش نے حضور نبی کریم ﷺ کی پوری عملی زندگی میں ایک تحریک پیدا کر دی تھی جس کا مقصود رضوان من اللہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ آپ ﷺ کے مراقبے، غور و فکر، کائنات میں تفکر و تدبر اور آپ ﷺ کی بھرپور عملی زندگی کا مقصود وحید محض اللہ تعالٰی کی خوشنودی کا حصول تھا۔ اللہ تعالٰی ہی آپ ﷺ کا حامی و ناصر اور محافظ تھا۔ اس لئے آپ ﷺ چٹان کی طرح مستحکم ارادوں کے ساتھ پورے یقین و اعتماد کے ساتھ ثابت قدم اور اپنے آقا و مولا کے مشن کی تکمیل میں سرگرم عمل رہے۔

پانچ فرض نمازوں کے علاوہ آپ ﷺ دیگر مختلف مواقع پر بھی نماز ادا فرماتے۔ ہر فرض نماز کے ساتھ متعدد نوافل ادا فرماتے (جو ہمارے لئے سنت موکدہ یا مندوب ہیں)۔ دن کے ابتدائی حصے میں نماز اشتراق پڑھتے [14]۔ دن کے

Marfat.com

ذرا گرم ہونے پر چاشت کی نماز ادا فرماتے[15] چاند گرہن اور سورج گرہن کے مواقع پر،[16] بارش کے لئے دعا کے موقع پر[17]، سفر کے آغاز میں اور سفر کے اختتام پر نمازوں کا یہ سلسلہ جاری رہتا۔ رمضان المبارک میں آپ ﷺ کی عبادت اپنے منتہائے کمال کو پہنچ جاتی[18]۔ بعض راتوں میں تو قیام اتنا طویل ہو جاتا کہ خدشہ لاحق ہو جاتا کہ کہیں سحری تناول فرمانے سے ہی نہ رہ جائیں۔ رمضان المبارک میں آپ ﷺ اعتکاف فرماتے[19]۔ اپنی زندگی کے آخری رمضان میں آپ ﷺ مسلسل بیس دن معتکف رہے[20]۔

ذوق عبادت

ارشاد باری تعالٰی کے مطابق آپ ﷺ تہجد کے لئے اٹھتے[21]۔ آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ تہجد رات کے آخری حصے میں ادا فرماتے۔ حضور حق میں مسلسل اور طویل قیام فرماتے جس سے آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر ورم آگیا[22]۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟" فرمایا:

" افلا اکون عبدا شکورا؟ "کیا میں اپنے رب کا شکر گذار بندہ نہ بنوں"

ذوق عبادت سے آپ ﷺ جسمانی مشقت کی پروا نہ کرتے اور آپ ﷺ کی کوشش یہ ہوتی کہ بارگاہ صمدیت میں آپ کا قیام اور طویل ہو جائے۔ سورہ مزمل آپ ﷺ کے عبادت کے ذوق و شوق کی بہترین عکاسی کرتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے مثالی روحانی کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے سید قطب لکھتے ہیں:

" وقیل لرسول اللہ ﷺ قم فقام وظل قائمابعدھااکثر من عشرین عاما لم یسترح ولم یسکن ولم یعش لنفسہ ولا لا ھلہ قام وظل قائما علی دعوۃ اللہ "[23]

" رسول اکرم ﷺ سے رب کریم نے فرمایا "قم" یعنی میرے حضور قیام کرو تو

آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور بیس برس سے زیادہ عرصے تک قیام کا یہ سلسلہ منقطع نہ ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کبھی آرام و استراحت کا خیال نہ کیا۔ آپ ﷺ کی زندگی آپ ﷺ کا جینا اپنے یا اہل عیال کے لئے نہ تھا۔ ارشاد خداوندی کی تعمیل میں آپ ﷺ ہمیشہ کمربستہ رہے۔"

عبادت کی روحانی حلاوت و لذت نے جب جسمانی مشقت کو نظرانداز کئے رکھا اور شب بیداری دو چار روز کی نہیں پورے ایک سال کی مسلسل شب بیداری سے حضور اکرم ﷺ کے پاؤں مبارک سوج گئے تو رحمت باری جوش میں آئی اور تخفیف کا حکم نازل ہوا۔

سید قطب کے الفاظ ہیں:

" فقد نزلت بعد عام من قیام اللیل حتی ورمت اقدام الرسول ﷺ وطائفة من الذین معه[24] "

" پس ایک برس گزرنے کے بعد سورہ مزمل کا آخری حصہ نازل ہوا جب کہ مسلسل ایک سال بھرشب بیداری سے حضور نبی کریم ﷺ کے پاؤں مبارک سوج گئے تھے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا گروہ بھی آپ کے ساتھ عبادت میں شریک تھا۔"

مونس و غمخوار رفیقہ حیات نے آپ ﷺ کی اس مشقت کو دیکھ کر خدمت اقدس میں درخواست کی کہ آپ تھوڑا آرام فرمالیا کریں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

" مضی عهدالنوم یاخدیجة[25] " " اے خدیجہ! سونے اور آرام کا زمانہ بیت گیا"

اور پھر زندگی بھر شب بیداری' تعب اور جہاد کا وسیع سلسلہ جاری رہا۔

علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ حضرت سعد بن ہشام نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے حضور نبی کریم ﷺ کے راتوں کو قیام کرنے کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے جواباً کہا:

" الست تقرا یاایها المزمل؟[26] " کیا تم سورۃ المزمل نہیں پڑھتے "؟

Marfat.com

سورۃ مزمل سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تہجد کے علاوہ رات کے دیگر حصوں میں بھی آپ ﷺ کا سلسلہ عبادت جاری رہتا۔ قرآن حکیم کے الفاظ آپ ﷺ کے حضور حق میں طویل قیام پر شاہد عادل ہیں :

" قم الیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ ورتل القران ترتیلا [27] "

(آپ پوری رات' سوائے تھوڑے حصہ کے نماز میں کھڑے رہا کریں' آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرلیں یا آدھی رات سے کچھ زیادہ بڑھا دیں اور قرآن حکیم کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں)

بعض مفسرین کرام نے قم الیل الاقلیلا سے رات کا کچھ حصہ مراد لیا ہے جس کی خود سیاق و سباق کلام سے نفی ہوتی ہے اور قرآن حکیم میں دوسری جگہ ومن الیل فاسجد لہ وسبحہ لیلا طویلا [28] ارشاد باری تعالیٰ سے اسی امر کی تائید ہوتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ رات کا اکثر و بیشتر حصہ قیام فرمایا کرتے تھے۔ سورۃ مزمل کی ان آیات سے متصل ہی دوسری آیات میں آپ ﷺ کے رات کے قیام کی حکمت پر روشنی ڈالی گئی ہے:

" انا سنلقی علیک قولا ثقیلا ○ ان ناشئۃ الیل ھی اشد وطاو اقوم قیلا ○ ان لک فی النھار سبحا طویلا ○ واذکر اسم ربک و تبتل الیہ تبتیلا ○ [29] "

(بے شک ہم آپ پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔ دراصل رات کا اٹھنا نفس کو خوب روند دیتا ہے اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ دن کے اوقات میں تو آپ کے لئے بہت مصروفیات ہیں۔ اپنے رب کے نام کا ذکر کر کیا کرو اور سب سے الگ ہو کر اسی کے ہو رہو۔)

سید قطب ناشئۃ الیل کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" لان للذکر فیھا حلاوتہ وللصلوۃ فیھا خشوعھا وللمناجاۃ فیھا شفافیتھا وانھا لتسکب فی القلب انساوراحۃ و شفافیۃ و نوراقد لا یجد ھا فی صلاۃ النھار وذکرہ [30] "

Marfat.com

(رات کے تاریک اور سہانے سماں میں اللہ کے ذکر میں ایک خاص حلاوت حاصل ہوتی ہے ایسے وقت میں نماز میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور بندہ اپنے معبود سے جو مناجات کرتا ہے وہ جوہر اخلاص سے آئینے کی طرح شفاف ہوتی ہے اور دل کو انس و محبت' راحت' اخلاص اور روشنی بخشتی ہے اور یہ وہ بات ہے جو دن کی نماز یا دن کے ذکر میں حاصل نہیں ہوتی)

سید محمود آلوسی " واذکراسم ربک " کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے:

ذکرہ تعالی علی ای وجه کان من تسبیح وتھلیل وتحمید وصلوۃ وقراءۃ قرآن وغیر ذالک[31] "

"اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے خواہ اس کی نوعیت کوئی بھی ہو۔ تسبیح و تقدیس بیان کی جائے لا الہ الا اللہ کا ذکر کیا جائے' اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے' نماز پڑھے یا قرآن حکیم کی تلاوت کرے اور اسی طرح کی ہر وہ عبادت جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کو شامل ہو"

علامہ موصوف "تبتل "کے معانی و مطالب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ای وانقطع الیه تعالیٰ بالعبادۃ وجرد نفسک عما سواہ عزوجل واستغرق فی مراقبة سبحنه[32] "

(اللہ تعالیٰ سے کامل وابستگی کے لئے علائق دینوی سے انقطاع کر لیجئے اور خود کو ماسوا سے فارغ کر لیجئے اور ہمہ تن اپنا دھیان اللہ جل سجانہ کی طرف مرکوز کر لیجئے)

حضور اکرم ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ اپنے معبود حقیقی کی یاد سے وابستہ تھا۔ دن میں بھی ذکر و اذکار اور فرائض و نوافل کا سلسلہ جاری رہتا۔ رات کو یہ سلسلہ طویل ہو جاتا جیسا کہ سورۃ مزمل کے آخری رکوع کی آیات سے واضح ہے:

" ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل ونصفه وثلثه وطائفة من الذین معک واللہ یقدر اللیل والنھار علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرؤوا ما تیسر من القران[33] "

Marfat.com

(اے نبی تمہارا پروردگار اس امر سے بخوبی آگاہ ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات کے قریب اور کبھی ایک تہائی رات عبادت میں کھڑے رہتے ہو اور تمہارے صحابہ میں سے بھی ایک گروہ آپ کے ساتھ عبادت میں شریک ہوتا ہے۔ اللہ کو رات اور دن کا خوب اندازہ ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم عام مومنین اسے پورا نہ کر سکو گے لہٰذا اس نے تم پر مہربانی فرمائی۔ اب جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو)

اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور مہربانی سے مسلمانوں پر تو تخفیف ہو گئی۔ رات کا قیام فرض نہ رہا' نفل ہو گیا۔ اب طول قیام کی بجائے قرآن کریم کی تلاوت کم کرنے کی بنا پر مختصر قیام رہ گیا لیکن محبوب رب العالمین ﷺ کا معمول قدرے تخفیف کے ساتھ قریبا وہی رہا۔

سید قطب رحمۃ اللہ کے الفاظ میں:

"اما رسول اللہ ﷺ فقد مضی علی نھجه مع ربه لا یقل قیامه عن ثلث اللیل یناجی ربه فی خلوة من اللیل وھداة ویستمد من ھذه الحضرة زاد الجھاد علی ان قلبه ما کان ینام وان نامت عیناہ فقد کان قلبه ﷺ دائما مشغولا بذکر اللہ متبتلا لمولاہ وقد فرغ قلبه من کل شی الامن ربه" [34]

(جہاں تک رسول اکرم ﷺ کا تعلق ہے تو آپ ﷺ کا معمول عبادت اپنے رب کے تعلق میں وہی رہا۔ آپ ﷺ کا قیام حضور حق میں کبھی بھی تہائی رات سے کم نہ ہوتا۔ آپ ﷺ اپنے رب کریم سے مناجات میں مصروف رہتے۔ رات کی تنہائی میں جب رات گہری اور پر سکون ہو جاتی اس حضوری میں اپنے معبود حقیقی سے آپ ﷺ زندگی کا توشہ اور جہاد کی اعانت کے ملتجی ہوتے۔ آپ کا دل کبھی نہ سوتا اگرچہ آپ کی آنکھوں پر نیند طاری ہوتی۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کا قلب ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا۔ اپنے آقا و مولا کے لئے آپ ﷺ خود کو

Marfat.com

ماسوا اللہ سے منقطع کر لیتے اور آپ کا دل سوائے اپنے رب کریم کے ہر ماسوا سے فارغ ہوتا)۔

یہاں ایک نکتے کی طرف توجہ مبذول کرانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگر تخفیف کا یہ عمل بقول سید قطب یا دیگر مفسرین صرف ایک برس بعد تھا تو ایک برس کا عرصہ بھی کچھ کم نہیں ہوتا لیکن اگر اس امر کو ملحوظ رکھا جائے کہ سورہ مزمل کے آخری حصے کی آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں جیسا کہ آیات کے سیاق و سباق سے نظر آتا ہے تو یہ عرصہ مکمل دس برس کا ہے۔ گویا یہ عرصہ طویل بالخصوص اور اس کے بعد تاحین حیات بالعموم آپ ﷺ حضور حق میں اتنا طویل قیام فرماتے رہے۔

ذوق عبادت کے تقاضے

چار باتیں انبیاء و رسل علیہم السلام کا طریق رہی ہیں
حیاء داری، خوشبو لگانا، مسواک اور نکاح [35]

معبود حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے قبل حضور اکرم ﷺ صفائی، طہارت، نظافت اور پاکیزگی کا بہت خیال فرماتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ رات کو نماز کے لئے اٹھتے تو سب سے پہلے مسواک کرتے [36]۔ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ رات ہی کو وضو کے لئے پانی اور مسواک کا اہتمام رکھتے تھے [37] اور نکاح کو حضور ﷺ نے فرزندان توحید کے لئے اپنی سنت قرار دیا۔

حب الٰہی اور خشیت الٰہی

جب حب الٰہی اور خوف خداوندی کا امتزاج ہو تو عبادت میں لذت و حلاوت کا کیا کہنا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو بستر پر نہ پایا۔ پس میں نے آپ کو

Marfat.com

تلاش کیا۔ ناگہاں میرے ہاتھ آپ کے قدموں پر پڑے جب کہ آپ ﷺ سجدہ میں تھے آپ ﷺ سجدہ میں یہ کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! میں تیری رضامندی کے ذریعے تیری ناراضگی سے اور تیرے عفو و درگزر کے ذریعے تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں اور تیری رحمت کے ذریعے تیرے غصے سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری تعریف کرنے سے قاصر ہوں تو ایسی عظیم ذات ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی ثناء بیان کی ہے[38]"

حضور نبی کریم ﷺ پر خشیت الٰہی سے رقت طاری ہو جاتی' آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں اور آپ ﷺ بے ساختہ رونے لگتے۔ نماز پڑھنے کے دوران آپ ﷺ کے اندر سے ایسی آواز آتی جیسی کہ دیگ کے جوش مارنے یا چکی کی آواز ہوتی ہے۔ حضرت مطرف بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

"میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور آپؐ کے اندر سے ایسی آواز آرہی تھی جیسی کہ دیگ کے جوش مارنے کی آواز ہوتی ہے"

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا اور آپ ﷺ کے سینے سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسی چکی کی آواز ہوتی ہے اور یہ آپ کے رونے کی آواز تھی[39]۔

حضور نبی کریم ﷺ کی رات کی عبادت کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ رات کو تھوڑی دیر آرام فرماتے پھر حضور حق میں قیام فرماتے پھر تھوڑا آرام فرماتے پھر عبادت میں مصروف ہو جاتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے ہاں ایک رات سوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ رات کو بیدار ہوئے۔ مسواک کی۔ وضو فرمایا اور پھر یہ آیات کریمہ پڑھیں "ان فی خلق السموات والارض .... الخ" آخر سورت تک[40]

Marfat.com

پھر آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں ادا فرمائیں جس میں قیام' رکوع اور سجدے کو بہت طویل کیا۔ پھر آپ ﷺ لیٹ گئے اور سو گئے حتی کہ آپ ﷺ کے سونے سے سانس کی مخصوص آواز آنے لگی۔ تین بار آپ نے اسی طرح کیا اور چھ رکعتیں پڑھیں۔ ہر دفعہ مسواک کی ' وضو کیا اور مذکورہ بالا آیات کو پڑھا پھر تین رکعتیں وتر کی پڑھیں[41]۔

سورہ آل عمران کی ان گیارہ آیات کریمہ (۱۹۰ تا ۲۰۰) پر غور فرمایئے۔ معانی و مطالب کا بحر زخار ہے جو انسانی زندگی میں انقلاب لے آئے۔ کائنات میں تفکر و تدبر' اللہ تعالیٰ کا ذکر' اس کی رحمت و مغفرت کی طلب' قیامت کے دن اس کے فضل و احسان کی لئے دعا' مجاہدین کے لئے اللہ کی نصرت و تائید کا وعدہ' دنیا کی بے ثباتی' اہل تقوی کی مقبولیت اور اہل ایمان کے لئے صبر' باہمی ربط اور تقوی اختیار کرنے کا زریں اصول جو فلاح و کامرانی کا ضامن ہے۔ یہ مضامین ہوں اور قرآن حکیم کی صوتی تاثیر اور موسیقیت ہو اور آدھی رات کا وقت ہو جب دن کے شور و شغب کی بجائے ایک محشر سکوت فضا پر طاری ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ محبوب رب العالمین ﷺ کے خشوع قلب کی ان کی زبان مبارک کی ترجمانی کر رہی ہو۔ ذرا تصور کیجئے کہ وہ پر سوز و پر کیف منظر کس قدر موثر اور رقت انگیز ہو گا!

نبوی دعائیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں حضور اکرم ﷺ کے معمول کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ تہجد کے لئے اٹھتے تو یہ دعا کرتے۔

" اے میرے معبود! سب حمد و ستائش تیرے ہی لئے ہے۔ تو ہی آسمانوں اور زمین کو قائم رکھنے والا ہے اور جو کچھ ان میں ہے۔ سب تعریف تیرے لئے ہے۔ تیرے لئے ہی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جو کچھ ان میں ہے سب

Marfat.com

حمد و ثنا تیرے ہی لئے ہے تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور سب حمد و ستائش تیرے لئے ہے۔ تو حق ہے' تیرا وعدہ حق ہے' تیری ملاقات حق ہے' تیرا قول حق ہے' جنت حق ہے' دوزخ حق ہے' انبیائے کرام کی بعثت حق ہے' محمد حق ہے' قیامت حق ہے' اے میرے معبود! تیرے لئے میرا سر تسلیم خم ہے۔ تجھ پر ہی میں ایمان لایا ہوں' تجھ ہی پر میرا بھروسہ ہے' تیری ہی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ میرا جدال تیری مدد سے ہے۔ تیرے ہی حضور اپنی فریاد لایا ہوں۔ پس مجھے بخشنے والے میری وہ سب خطائیں بخش دے جو مجھ سے پہلے سرزد ہوئیں یا بعد میں ہوں گی وہ سب جنہیں میں نے پوشیدہ طور پر کیا اور وہ بھی جنہیں میں نے ظاہر طور پر کیا۔ تو ہی اول ہے' تو ہی آخر ہے' تیرے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ [43] اور حضرت عبادہ بن صامت [44] ؓ اور دیگر صحابہ کرام ؓ سے حضور اکرم ﷺ کی متعدد دعائیں منقول ہیں جو آپ ﷺ رات کی نماز شروع کرتے وقت فرماتے۔ حضرت ابن عباس ؓ س مروی حضور ﷺ کی اس دعا پر غور کیجئے اپنے معبود سے وابستگی درجہ کمال پر نظر آتی ہے اور خود کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے لئے تمنا و آرزو کا بے ساختہ اظہار ہوتا ہے۔ قلب و نظر ہی نہیں' سمع ہی نہیں بلکہ جسم کے رگ و ریشہ اور خون و پوست ہر شے آقا و مولا کی تجلیات و نور سے منور و سراپا نور ہو جائے۔ آپ ﷺ بارگاہ ایزدی میں ان الفاظ میں التجا کرتے ہیں:

"اے اللہ! میر دل میں نور پیدا فرما' میری آنکھوں میں نور پیدا کر' میرے کانوں میں نور عطا فرما' میری دائیں جانب نور ہو' میری بائیں جانب نور ہو' میرے اوپر نور ہو' میرے نیچے نور ہو' میرے سامنے نور ہو' میری پیچھے نور ہو' میرے واسطے نور پیدا فرما دے (بعض راویوں نے یہ بھی لکھا ہے) اور میری زبان میں نور ہو (بعض نے یہ بھی لکھا ہے) میرے پٹھوں میں نور ہو' میرے گوشت میں

Marfat.com

نور ہو، میرے خون میں نور ہو، میرے بالوں میں نور ہو، میری جلد میں نور ہو (اور بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں) میری جان میں نور پیدا فرما اور نور کو میرے لئے اور بڑھا دے (اور مسلم کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں) اے اللہ! مجھے نور عطا فرما[45]"

حضرت حذیفہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ رکعتوں میں لمبی لمبی سورتیں تلاوت فرماتے۔ اس ضمن میں وہ حضور نبی کریم ﷺ کی رات کی عبادت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"فصلی اربع رکعات قرافیھن البقرۃ وال عمران والنساء والمائدۃ والانعام[46]"

"پس حضور نبی کریم ﷺ نے چار رکعتیں ادا فرمائیں اور ان رکعتوں میں سورہ بقرۃ، سورہ آل عمران، سورہ نساء اور سورہ مائدہ یا انعام پڑھیں"

گویا حضور نبی کریم ﷺ کے ذوق عبادت کا تقاضا ہو تا کہ حضور حق میں قیام ہو اور قرآن حکیم کی پر سوز تلاوت کبھی ختم نہ ہو۔ چار رکعتوں میں پانچ پارے تلاوت کرنا اور وہ بھی ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ کوئی ایک آیت اور اس کا مضمون آپ ﷺ کے ذہن و قلب کو اس قدر متاثر کرتا کہ آپ ﷺ اسی ایک آیت کو بار بار پڑھتے۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

"قام رسول اللہ ﷺ حتی اصبح بایۃ[47] والا یۃ ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم[48]"

"رسول اکرم ﷺ نے رات کو قیام فرمایا اور نماز میں صبح تک یہ آیت پڑھتے رہے (جس کا ترجمہ ہے) اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو غالب حکمت والا ہے"

روزہ تزکیہ نفس کا ذریعہ

تزکیہ نفس اور روحانی بالیدگی کے حصول کا ایک بہت بڑا ذریعہ روزہ ہے۔

Marfat.com

قرآن حکیم نے اسے تقوی کے حصول کا ذریعہ قرار دیا ہے[49]۔ حدیث قدسی میں ہے کہ بندہ اپنی خواہشات اور طعام محض خوشنودی خداوندی کے لئے چھوڑتا ہے[50]

نماز کی طرح حضور اکرم ﷺ روزے کا بھی بہت اہتمام فرماتے۔

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں :

" میں نے رسول اکرم ﷺ کو متواتر دو مہینے روزے رکھتے نہیں دیکھا مگر شعبان اور رمضان میں کہ آپ ﷺ ان دونوں مہینوں کے مسلسل روزے رکھتے[51]"

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں :

" رسول اکرم ﷺ جب روزہ رکھتے تھے تو برابر روزہ رکھے چلے جاتے۔ یہاں تک کہ ہم کہنے لگتے کہ اب وہ کبھی روزہ نہ چھوڑیں گے اور کبھی روزہ چھوڑے رہتے حتی کہ ہم یہ کہنے لگتے کہ اب وہ کبھی روزہ نہ رکھیں گے۔ اور میں نے اس امر کو کبھی نہ دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے پورے مہینے کے روزے رکھے ہوں سوائے ماہ رمضان کے اور آپ ماہ شعبان کے اکثر روزے رکھتے[52]"

گویا حضور نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کا پورا مہینہ فرض روزے رکھتے۔ شعبان کے پورے مہینے کے روزے رکھتے ماسوا چند دنوں کے باقی سال بھر کبھی روزے رکھتے چلے جاتے اور کبھی چھوڑ دیتے۔ بعض ایام کا روزہ حضور نبی کریم ﷺ اہتمام سے رکھتے۔ مثلاً آپ ﷺ عاشورے کا روزہ رکھتے[53]۔ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" بارگہ الہی میں بندوں کے اعمال پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں۔ اس لئے میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال پیش کئے جا رہے ہوں اور میں روزے کی حالت میں ہوں[54]"

حضرت معاذہ عددیہؓ کہتی ہیں کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا " کیا رسول اللہ ﷺ ہر مہینے میں تین روزے رکھتے تھے؟ "

Marfat.com

انہوں نے فرمایا "ہاں" پھر میں نے پوچھا "مہینے کے کن دنوں میں روزے رکھتے تھے" تو انہوں نے فرمایا " آپ ﷺ کو اس امر کی پرواہ نہ تھی جن دنوں میں چاہتے روزہ رکھ لیتے تھے[55] "

ایام بیض (چاند کی تیرھویں' چودھویں' پندرھویں) کے روزہ کا حضور ﷺ خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

" رسول اکرم ﷺ ایام بیض کے روزے کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ نہ حضر میں نہ سفر میں[56] "

المختصر روحانی کمالات' روحانی بالیدگی کے حصول کے لئے جتنے بھی طریقے ممکن ہیں طول قیام' سجود' روزہ' ذکر و فکر' شب بیدار' تضرع و زاری' دعا' تلاوت قرآن حکیم یہ سب کے سب لاریب حضور نبی کریم ﷺ کے شب و روز کے معمولات نظر آتے ہیں۔ طہارت' نظافت' تعطر' سفید لباس' خیالات کی پاکیزگی ہر لمحہ اپنے خیالات اور جذبات پر ضبط تام اپنے معبود حقیقی کے ساتھ ایک والہانہ لگاؤ۔ یہ وہ اعمال ہیں جو روحانیت کی جان ہیں اور یہ سب کے سب حضور اکرم ﷺ کے مرغوب اور آپ ﷺ کے معمولات تھے۔

ایک مفکر' قوم کو اپنے افکار پر بیدار کر سکتا ہے۔ ایک مصلح اپنی سعی و کاوش سے معاشرے کی مقدور بھر اصلاح کا بیڑا اٹھا سکتا ہے۔ ایک حکمران اور فاتح و ظفر سے بامراد ہوتے ہوئے اپنی سلطنت کی توسیع کر سکتا ہے اور اسے مستحکم بنا سکتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ کوئی شخص مفکر' مصلح اور فاتح ہونے کے ساتھ روحانی بالیدگی کے منتہائے کمال پر بھی ہو۔ پوری تاریخ عالم میں ہمیں ایسی عظیم ہستی سوائے رسول اکرم ﷺ کے کوئی نہیں ملتی جو مفکر بھی ہو' مصلح بھی' حکمران اور فاتح بھی' معاشرت' معیشت' سیاست' قانون' تعلیم' اخلاق اور عقائد و افکار میں عظیم انقلاب برپا کرے لیکن اس کے ساتھ وہ روحانیت کا سرچشمہ اور قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے روحانی الذہن افراد کے لئے ایک بے مثال دائمی

Marfat.com

نمونہ عمل بھی ہو۔ زندگی کے اہم شعبوں میں سے کون سا شعبہ ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے بھرپور اور مثالی کردار انجام نہ دیا ہو لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ رحمت خداوندی نے آپ ﷺ کی روحانی بالیدگی کو سیراب و شاداب کر رکھا تھا۔

جب ہم حضور اکرم ﷺ کے روحانی کمالات پر نظر ڈالتے ہیں تو حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہیں رہتی۔ تجلیات و انوار الٰہیہ کی آپ ﷺ پر بارش ہوتی رہتی ہے۔ اگر آپ ﷺ حضور حق میں طویل قیام کرتے ہیں اور مشقت و تعب کو خاطر میں نہیں لاتے بلکہ آپ کا ذوق عبادت مزید قیام کا تقاضا کرتا ہے تو دوسری طرف معبود حقیقی کے آپ ﷺ پر انعامات کا سلسلہ بھی لامتناہی ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عائش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

" رایت انی عزو جل فی احسن صورۃ قال فیمایختصم الملاء الاعلی؟ قلت انت اعلم قال فوضع کفہ بین کتفی فوجلت بردھابین ثلی فعلمت ما فی السموات ولارض[57] وتلاوکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین[58] "

"میں نے اپنے رب کریم کو خواب میں بہترین صورت میں دیکھا' رب کریم نے مجھ سے پوچھا۔ ملائکہ مقربین کس معاملے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا "اے اللہ تو ہی خوب جانتا ہے" رب کریم نے اپنا دست قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک اور لطافت میں نے اپنے سینے میں محسوس کی اور مجھے آسمانوں اور زمین کی تمام درمیانی چیزوں کا علم حاصل ہو گیا" پھر حضور نبی کریم ﷺ نے یہ آیت پڑھی وکذلک ------ الی اخرہ یعنی اس طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھائی تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں شامل ہو جائے"

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی ایک حدیث پاک مروی

Marfat.com

ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز صبح کی نماز میں رسول کریم ﷺ نے تشریف لانے میں تاخیر فرمائی اور قریب تھا کہ سورج مشرق سے نمودار ہو جائے کہ آپ ﷺ تیزی سے تشریف لائے۔ تکبیر کہی گئی اور رسول اکرم ﷺ نے نماز ادا کی اور قراءت و ارکان نماز میں تخفیف فرمائی اور سلام پھیر کر بلند آواز میں فرمایا " جہاں بیٹھے ہو اسی جگہ بیٹھے رہو " اس کے بعد ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

" انی قمت من اللیل فتوضات وصلیت ماقدرلی فنعست فی صلاتی حتی استثقلت فاذا انابربی تبارک وتعالٰی فی احسن صورۃ فقال یامحمد! قلت لبیک رب قال فیما یختصم الملاء الاعلی؟ قلت لاادری۔ قالھا ثلاثا۔ قال فرایت وضع کفه بین کتفی حتی وجلت بردانا مله بین ثدیی فتجلی لی کل شئ وعرفت "[59]

(میں رات کو نماز کے لئے اٹھا، وضو کیا اور جس قدر نماز مقدر میں تھی پڑھی اور نماز میں مجھ کو اونگھ آگئی یہاں تک کہ نیند مجھ پر غالب ہو گئی۔ ناگہاں میں نے اپنے بزرگ و برتر خدا کو بہترین شکل و صورت میں دیکھا۔ خداوند تعالٰی نے مجھ سے فرمایا " اے محمد! میں نے عرض کیا حاضر ہوں اے پروردگار فرمایا ملائکہ مقربین کس چیز پر بحث و گفتگو کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا خداوندا مجھے معلوم نہیں تین بار اللہ جل شانہ نے یہ بات پوچھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ رب جلیل نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اور لطافت کو میں نے اپنے سینے میں محسوس کیا۔ میرے لئے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں تمام اشیاء سے واقف ہو گیا")

Marfat.com

وسعت مشاہدہ

جو یائے حق اور سالک راہ کے لئے اگرچہ مشاہدہ حق کی گفتگو بھی ہزاروں لذتوں کا باعث ہوتی ہے لیکن وہ خوش بخت جسے مشاہدہ حق ہی میسر آجائے اس کی مسرتوں اور سعادتوں کا کیا کہنا جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور آیت (6 : 75) سے ظاہر ہے۔ اس مشاہدے کا مقصد یقین کو اور زیادہ مستحکم اور قوی بنانا ہے تاکہ مشاہدہ حق سے بہرہ ور ہونے کے بعد اشیاء کی حقیقت سے واقف ہو کر ایک پیغمبر اس کارگہ حیات میں اپنے آقاو مولی کے مشن کی تکمیل احسن طریقے سے کر سکے۔

حضور اکرم ﷺ قرآن حکیم میں مذکور اپنے اوصاف کے مطابق بشیر و نذیر[60] بھی ہیں - اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور نعمتوں کے مرکز جنت کی بشارت دیتے اور پیغام الٰہی کے جھٹلانے والوں کو اس کے عذاب اور عذاب کے مقام دوزخ سے ڈراتے۔ قدرت الٰہیہ نے آپ ﷺ کو ان دونوں کی کیفیت سے باخبر اور آگاہ کرنے کے لئے جنت و جہنم کا مشاہدہ کرایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

" ان رسول اللہ ﷺ صلی لنایو ماالصلوۃ ثم رقی المنبر فاشاربیدہ قبل قبلۃ المسجد فقال قدرایت الان منذصلیت لکم الصلوۃ الجنۃ والنار ممثلین فی قبل ھذا الجدار فلم ارکالیوم فی الخیر والشر " (رواہ البخاری)[61]

(ایک روز رسول اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر مسجد کے قبلے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا " میں نے ابھی ابھی تم کو نماز پڑھاتے پڑھاتے اس دیوار کے آگے جنت اور دوزخ کو ایک خاص شکل و صورت میں دیکھا ہے اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آج تک میں نے جس قدر اچھی اور بری چیزیں دیکھی ہیں وہ جنت و دوزخ کی اچھائی و برائی کے مقابلے میں کوئی حیثیت و حقیقت نہیں رکھتیں) (امام بخاری نے روایت کیا)

Marfat.com

چشمہ معرفت

تورات میں حضرت موسیٰؑ کی قبر کے متعلق یہ لکھا ہے[62]:

"پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہے کے مطابق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی اور اس نے اسے موآب کی وادی میں بیت فغفور کے مقابل دفن کیا آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں اور موسیٰ اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا[63]"

اب حضور اکرم ﷺ کے چشمہ معرفت کی طرف نظر کیجئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی متفق علیہ حدیث طویل میں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰؑ کی رحلت کا بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ آخر میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

واللہ لو انی عندہ لا ریتکم قبرہ الی جنب الطریق عند الکثیب الاحمر[64]

"خدا کی قسم! اگر میں بیت المقدس کے قریب ہوتا تو تم کو موسیٰ کی قبر دکھاتا جو سر راہ ریت کے ایک سرخ تودے کے قریب ہے"

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اور جمہور مفسرین اور علماء امت کا اس امر پر اتفاق ہے[65] اور قرآن حکیم اس بات پر شاہد عادل ہے[66] کہ نبی اکرم ﷺ کو معراج جسد مبارک کے ساتھ ہوا اللہ تعالیٰ نے آپ کے روحانی کمالات کو جلا بخشنے کے لئے آپ کو آسمانوں' زمین' جنت' دوزخ' اور متعدد ارفع و اعلیٰ مقامات کی سیر کرائی اور آپ تجلیات و انوار الہیہ سے فیض یاب ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے معراج کی رات انبیاء کرامؑ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے ان کے حلیے بیان فرمائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

" قال رایت لیلۃ اسری بی موسیٰ رجلا ادم طوالا جعدا کانہ من رجال شنوءۃ ورایت عیسیٰ رجلا مربوع الخلق الی الحمرۃ والبیاض سبط الراس ورایت مالکا خازن النار والدجال فی ایات اراھن اللہ ایاہ[67] "

Marfat.com

(حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شب معراج میں میں نے موسیٰ کو دیکھا جو دراز قد، گندم گوں تھے اور ان کے بال گھنگریالے تھے گویا کہ وہ قبیلہ شنوہ کے ایک آدمی ہیں اور میں نے عیسیٰ کو دیکھا جو پیدائش کے اعتبار سے متوسط قدو قامت کے تھے۔ ان کا رنگ سرخ و سفید تھا اور سر کے بال سیدھے اور میں نے دوزخ کے داروغہ مالک کو دیکھا اور دجال کو دیکھا۔ ان دونوں کو ان علامات میں دیکھا جو خداوند تعالیٰ نے آپ کو دکھائیں)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی ایک متفق علیہ روایت مروی ہے جس میں حضرت ابراہیمؑ سے حضور نبی کریم ﷺ کی ملاقات کا ذکر بھی ہے کہ شب معراج میں میری ملاقات موسیٰ سے ہوئی۔ یہ فرما کر آپ ﷺ نے موسیٰؑ کی صفات بیان کیں اور فرمایا وہ ایک (خوف خدا سے) مضطرب آدمی ہیں۔ سر کے بال گھنگھریالے گویا کہ وہ قبیلہ شنوہ کے ایک مرد ہیں اور میں نے عیسیٰ سے ملاقات کی جو متوسط قامت اور سرخ رنگ ہیں گویا ابھی حمام سے نکلے ہیں اور میں نے ابراہیمؑ کو دیکھا اور ان کی اولاد میں اور میں ان سے بہت مشابہ ہوں[68]۔

اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو دودھ اور شراب کے دو برتن پیش کیے گئے۔ آپ ﷺ نے دودھ کو پسند فرمایا۔ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"پھر مجھے دو برتن دیئے گئے۔ ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب اور مجھ سے کہا گیا کہ ان میں جس کو پسند کر لے لو۔ میں نے دودھ لے لیا اور پی لیا۔ پھر مجھ سے کہا گیا "تمہیں فطرت کی راہ دکھائی گئی۔ اگر تم شراب لے لیتے تو تمہاری امت گمراہ ہو جاتی[69]"

یہ ہے حضور اکرم ﷺ کی روحانی عظمت کہ آپ انبیائے کرام سے ملاقات فرما رہے ہیں اور آپ ﷺ کے مشاہدات اتنے عمیق ہیں کہ آپ ان میں سے ہر ایک کا حلیہ پورے وثوق سے بیان فرما رہے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے

Marfat.com

مروی ایک روایت حضور نبی کریم ﷺ کے عمیق مشاہدے اور روحانی عظمت کی منہ بولتی تصویر ہے :

"ہم نے مکہ اور مدینہ کے درمیان رسول اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کیا۔ ہم جب ایک جنگل میں پہنچے تو رسول اکرم ﷺ نے پوچھا یہ کون سا جنگل ہے؟" لوگوں نے عرض کیا یہ وادی ازرق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا گویا کہ میں اس وقت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں" اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ کا رنگ اور بالوں کی کیفیت بیان کی اور فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ موسیٰ اس جنگل سے کانوں میں انگلیاں دیئے ہوئے بلند آواز سے لبیک لبیک کہتے ہوئے گزر رہے ہیں۔"

یہاں سے آگے بڑھے اور ثیہ پر پہنچے (ثیہ وہ راستہ ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان ہے) حضور اکرم ﷺ نے پوچھا یہ کون سی ثیہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہرشی ہے یا لفت ہے آپ ﷺ نے فرمایا گویا کہ میں یونس علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں جو سرخ اونٹنی پر سوار ہیں اور اونی جبہ پہنے ہوئے ہیں ان کی اونٹنی کی مہار کھجوروں کے درخت کے پوست کی ہے اور اس وادی سے لبیک کہتے ہوئے گزر رہے ہیں[70]"

کشف و احوال

حضور اکرم ﷺ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد فارغ ہوتے ہیں تو آپ ﷺ پر ان کا حل منکشف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں :

"سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے وفات پا جانے پر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے جنازہ پر گئے پس جس وقت رسول اکرم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھ لی اور ان کو قبر میں اتار کر قبر کی مٹی برابر کر دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے تسبیح (سبحان اللہ)

Marfat.com

پڑھی۔ ہم بھی دیر تک سبحان اللہ پڑھتے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی ہم نے بھی تکبیر کہی۔ پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تسبیح اور تکبیر کیوں پڑھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اس بندہ صالح پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی پھر خدا نے (ہماری تسبیح و تکبیر کو قبول کرتے ہوئے) اس کو کشادہ کر دیا[71]۔"

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی مضمون کو ایک روایت میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"سعد وہ شخص ہے جس کے لئے عرش نے حرکت کی (یعنی ان کی روح آسمان پر پہنچنے کے وقت) اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور اس کے جنازے پر ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے اور قبر ان پر تنگ کی گئی پھر ان کی قبر کشادہ کر دی گئی[72]۔"

حضور اکرم ﷺ قبرستان سے گذرتے ہیں آپ ﷺ پر ان کے حالات منکشف ہو جاتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

" مرالنبی ﷺ بقبر.ین یقال انهما الیعنبان وما یعنبان فی کبیر اما احدهما فکان لا یستترمن البول (وفی روایة المسلم) لا یستنزه من البول واما الا خرفکان یمشی بالنمیمة ثم اخذجر یدة رطبة فتقها بنصفین ثم غرزفی کل قبر واحدة قالوا: یا رسول اللّٰه الم صنعت هذا؟ فقال لعله ان یخفف عنهما ما لم ییبسا[73] "

(ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دو قبروالوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑی بات پر عذاب نہیں دیا جا رہا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔ پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک تر شاخ لی، درمیان سے چیر کر اس کے دو حصے کئے اور ایک ایک حصہ دونوں قبروں پر گاڑ دیا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تاکہ اس سے ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں سورج کو گرہن ہوا۔ پس رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے نماز میں طویل قیام فرمایا اتنی دیر کہ سورہ بقرۃ اتنی دیر میں پڑھی جا سکے پھر طویل رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا اور دیر تک قیام کیا جو قراءت کے قیام سے کم تھا پھر طویل رکوع کیا اور یہ رکوع سے کم تھا پر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے لیکن یہ قیام پہلے قیام س کم تھا پھر طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا اور طویل قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر رکوع کیا پھر سر اٹھایا سجدہ کیا اور نماز مکمل کر دی۔ اس عرصے میں سورج روشن ہو گیا اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورج اور چاند خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ نہ تو ان کو کسی کی موت سے گرہن ہوتا ہے اور نہ کسی کی پیدائش سے۔ پھر جب تم گرہن کو دیکھو تو خدا کو یاد کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نماز کی حالت میں ہم نے دیکھا کہ آپ اپنی جگہ کھڑے ہوئے کسی چیز کو پکڑنے کا ارادہ کر رہے ہیں پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے کی جانب کچھ ہٹ رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

"انی رایت الجنة فتناولت منها عنقودا ولواخذته لا کلتم منه مابقیت الدنیا ورایت النار فلم ارکالیوم منظراقط افظع"[74]

(میں نے جنت کو دیکھا اور اس کے پودے سے انگور کا خوشہ توڑنے کا ارادہ کیا تھا۔ اگر میں اس خوشے کو توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے۔ پھر میں نے دوزخ کو دیکھا اور آج کے دن تک ایسا کوئی خوفناک منظر میری نظر سے نہیں گذرا)

امت کے لئے روف و رحیم اور شفیق، روحانیت کے اس سرچشمے کے

Marfat.com

سامنے امت کے ثواب اور گناہ بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عرضت علی اجورامتی حتی القذاۃ یخر جھاالرجل من المسجد وعرضت علی ذنوب امتی فلم ارذنبا اعظم من سورۃ من القران اوایۃ اوتیھا رجل ثم نسیھا"[75]

(میری امت کے ثواب میرے روبرو پیش کیے گئے یہاں تک کہ مسجد کی صفائی کرنے کا ثواب بھی اور پیش کیے گئے میرے سامنے میری امت کے گناہ' ان گناہوں میں مجھے اس سے بڑا گناہ نظر نہیں آیا کہ کسی کو قرآن کی کوئی سورۃ یا آیت یاد ہو پھر اس نے اس کو بھلا دیا ہو)

کمال سماعت

بارگہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں امت مسلمہ جو ہدیہ درودوسلام پیش کرتی ہے وہ آپ کی خدمت میں پہنچانے کے لئے فرشتے مامور ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان للہ ملئکتہ سیاحین فی الارض یبلغون من امتی السلام"[76]

"خدا کے بہت سے فرشتے زمین پر سیر کرنے والے ہیں جو مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں"

کروڑوں بندگان خدا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ درودو سلام پیش کرتے ہیں تو بارگہ رسالت سے اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مامن احد یسلم علی الاردالله علی روحی حتی ارد علیه السلام"[77]

"تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح مجھ لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔"

Marfat.com

حضور اکرم ﷺ نے ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا : " صلوا علیٰ فان صلاتکم تبلغنی حیث کنتم "[78]

" مجھ پر درود بھیجو: اس لئے کہ تمہارا درود میرے پاس پہنچتا ہے خواہ تم کہیں بھی ہو " علامہ ابن قیم نے کتاب الروح میں اس ضمن میں بڑا لطیف مضمون بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

" اور یہ امر واضح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا جسد اطہر زمین میں شگفتہ و شاداب ہے چنانچہ جب صحابہ کرامؓ نے آپ سے استفسار کیا کہ ہمارا درود وسلام کا ہدیہ تحفہ آپ تک کیسے پہنچایا جائے گا جب کہ آپ زمینی اثرات سے متاثر ہو چکے ہوں گے؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجساد کو کسی قسم کا ضرر پہنچائے "

اور اگر (ظاہری وصال کے بعد) حضور اکرم ﷺ کا جسد اطہر آپ کی قبر مبارک میں (تازہ و شاداب) نہ ہوتا تو آپ ﷺ ہرگز ایسا جواب نہ دیتے اور یہ امر بھی بالکل درست اور واضح ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو امت کا سلام حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچاتے ہیں[79]۔

علامہ ابن قیم نے جسد و روح کے تعلق بالخصوص نبی اکرم ﷺ کے جسد اطہر اور روح مبارک کے باہمی تعلق کو بڑے عمدہ پیرائے میں مدلل بیان کیا ہے[80]۔

اعجاز نظر کمالات روحانی

ڈاکٹر علی عبد الجلیل راضی نے حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے روحانی پہلوؤں پر اپنے مخصوص و منفرد اسلوب میں روشنی ڈالی ہے اور مختلف سائنسی اور

Marfat.com

طبعی حوالوں سے اور یورپ کے مختلف روحانی افراد کی مثالوں سے حضور اکرم ﷺ کے کمالات روحانی بیان کئے ہیں۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے حالت بیداری میں حضرت جرائیلؑ کو اپنی شکل میں دیکھنے کا ذکر کیا ہے:

" بینما انا امشی اذسمعت صوتامن السماء فرفعت بصری فاذاالملک الذی جاء نی بحراء جالس علی کوسی بین السماء والارض فرعبت منہ فرجعت فقلت زملونی فانزل اللہ تعالیٰ یاایھاالمدثر ---[81] "

(جس وقت میں چل رہا تھا میں نے اچانک آسمان سے ایک آواز سنی۔ میں نے نگاہ اوپر اٹھائی تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں مجھے ملا تھا ایک ایسی کرسی پر بیٹھا نظر آیا جو آسمان و زمین کے مابین محیر العقول وسعت کے ساتھ نظر آرہی تھی۔ پس مجھ پر رعب طاری ہو گیا اور میں گھر کی طرف لوٹا اور گھر والوں سے کہا " مجھ اوڑھا دو (گھر والوں نے آپ ﷺ کو کمبل یا لحاف اوڑھا دیا) تو اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی یا ایھا المدثر[82] --- الخ (اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے)

اس حدیث پاک کے ذکر کے بعد موصوف اس امر کا ذکر کرتے ہیں کہ حضرت جرائیلؑ اکثر وبیشتر انسانی صورت میں تشریف لاتے[83] اور اس کی توجیہ یہ بیان کرتے ہیں :

" فی الواقع لم یکن ھناک حاجۃ لظھور جبریل علی ھیئۃ الملک بعدان وثق فیہ محمد وارجح ظھورہعلی ھیئۃ بشریۃ جمیلۃ حتی یالفھا صاحبہ وللملائکۃ قدرۃ علی التشکل بالصورۃ التی یحبونھا[84] "

(دراصل اب جرائیل کو فرشتے کی صورت میں آنے کی ضرورت باقی نہ رہی تھی کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کو ان کے بارے میں پورا وثوق حاصل ہو چکا تھا اور جبریل ہمیشہ ایک حسین و جمیل مرد کی صورت میں ظاہر ہوتے تاکہ حضور نبی کریم ﷺ ان سے مانوس رہیں اور فرشتوں کو بفضلہ تعالیٰ یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ جو شکل اختیار کرنا چاہیں کر سکتے ہیں)

Marfat.com

چنانچہ جبریلؑ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرتے رمضان المبارک کے مہینے میں آپ کے ساتھ قرآن حکیم کا ورد کرتے۔

ڈاکٹر راضی حضور اکرم ﷺ کی روحانی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

" وكان النبى يرى مناظر مختلفة عداروية لجبريل كان يرى اشخاصا وامكنة ومشاهد الاير اهاغيره و فتئذفقد جاء فى كتب السيرة انه نعى لهم النجاشى ملك الحبشه فى اليوم الذى مات فيه وقال استغفر ولاخيكم كمانعى جعفر اوذيد اقبل ان يجئ خير هما وعيناه تذرفان[85] "

(نبی کریم ﷺ حضرت جبریلؑ کے علاوہ اور بھی مناظر دیکھتے۔ آپ ﷺ مختلف اشخاص مختلف مقامات اور مختلف مناظر دیکھتے جنہیں اس وقت اور کوئی نہ دیکھ پاتا۔ سیرت کی کتابوں میں یہ بیان ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی موت کا اس روز ذکر کیا جس روز اس کی وفات ہوئی اور آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرو۔ اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ نے جعفر اور زید کی شہادت کی خبر اطلاع آنے سے قبل دے دی اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے)۔

ڈاکٹر راضی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بیان کرتے ہیں :

" كنامع رسول الله ﷺ اذسمع وجبة (سقطة) فقال النبى ﷺ ماهذا؟ قلنا: الله ورسوله اعلم قال هذا حجررمى به النار منذسبعين خريفافهو يهوى فى النار الان حتى انتهى الى مقرها "

(ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اچانک کسی بہت بڑی چیز کے گرنے کی آواز سنی تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: " یہ کیا ماجرا ہے؟ " ہم نے عرض کیا " اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں " آپ ﷺ نے فرمایا " یہ وہ پتھر ہے جسے جہنم میں آج سے ستر برس قبل پھینکا گیا چنانچہ یہ اپنی طویل مسافت طے کرتے ہوئے اب آگ میں اپنے ٹھکانے پر پہنچا ہے)۔

Marfat.com

اس حدیث پاک کی سائنسی تشریح کرتے ہوئے علامہ موصوف لکھتے ہیں :

" ویمکن لنا ان تفسر هذا علمیا بان القوم سمعوا سقطة حجر فی مکان بعید وثم یروه --- فالمعنی العلمی لها ان الحجر قداستغرق سبعین سنة فی مساره من المکان الذی بدابه حتی وصوله للارض "[86]

" اور ہمارے لئے ممکن ہے کہ ہم اس کی تفسیر علمی یوں کریں کہ صحابہ کرامؓ نے کسی پتھر کے دور گرنے کی آواز سنی اور نہ دیکھا --- پس اس کی علمی تشریح یہ ہے کہ پتھر کو اپنی مسافت طے کرنے میں ستر برس لگے حتی کہ اس جگہ سے جہاں سے اس کے سفر کا آغاز ہوا تھا وہ اپنے ٹھکانے پر پہنچا"

روحانی معجزات

بہر کیف پتھر کے گرنے کا علم تو میری ناچیز رائے میں آپ ﷺ کا ایک ادنی روحانی کمال ہے۔ وہ عظیم شخصیت جس کے معجزات کا ذکر خود قرآن حکیم نے کیا ہو اس کی عظمتوں کو کماحقہ کون جان سکتا ہے۔ شق قمر[87]، معراج و اسراء[88]، دعوت مباہلہ[89]، نصرت ایزدی[90]، رومیوں کے غلبہ سے متعلق پیشگوئی[91]، غار ثور میں اعانت خداوندی[92]، فرشتوں کی مدد[93]، اطلاع من اللہ[94]، رویائے فتح[95] اور اس قسم کے متعدد معجزات قرآن حکیم میں مذکور ہیں' خود قرآن حکیم حضور اکرم ﷺ کا ایک زندہ اور روشن معجزہ ہے[96] جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی اکرم ﷺ کے معجزات کے تفصیلی ذکر سے قبل بڑی عمدہ بات کہی ہے:

" بل کانت شمائله واحواله شو اهد قاطعة بصدقه حتی ان العربی القح کان یراء فیقول واللّٰه ما هذاو جه کذاب فکان یشهده له بالصدق بمجرد شمائله فکیف من شاهد اخلاقه ومارس احواله فی جمیع مصادره وموارده "[97]

(حضور اکرم ﷺ کے عادات و خصائل اور آپ ﷺ کے حالات آپ ﷺ کی

Marfat.com

سچائی پر قطعی حجت تھے۔ حتی کہ ایک خالص بدو آپ ﷺ کو جب دیکھتا تو بیساختہ پکار اٹھتا "خدا کی قسم! یہ روئے مبارک جھوٹ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا" گویا کہ وہ آپ ﷺ کے مطلق شمائل سے آپ کے سچا ہونے کا یقین کر لیتا۔ پس ان لوگوں کے دلوں میں آپ ﷺ کی عظمت کس قدر ہوگی جنہوں نے آپ ﷺ کے احوال و انوار کا مفصل اور مسلسل مشاہدہ کیا)

اس کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ کے پچاس سے زائد معجزات گنوائے ہیں[98]۔

طب روحانی

انجیل مقدس میں حضرت عیسیٰ ؑ کی مسیحائی کا ذکر ہے کہ وہ مریضوں کو چھوتے تھے تو وہ بفضلہ تعالیٰ اچھے ہو جاتے تھے[99]۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"حضور اکرم ﷺ کے بعض صحابہ کرام ؓ بیمار ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان پر ہاتھ پھیرا تو وہ بفضلہ تعالیٰ فوری طور پر درست اور صحت یاب ہو گئے[100]۔"

دکتور علی عبدالجلیل راضی نے حضور نبی کریم ﷺ کے روحانی کمالات کے ذکر میں "العلاج الروحی" کے عنوان سے ایک مستقل باب باندھا ہے اور یہ کہا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بیماروں کا علاج متعدد روحانی طریقوں سے فرمایا کرتے جن میں ایک طریق یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ مریض کے جسم پر ہاتھ پھیرتے اور دعا فرماتے۔ اس ضمن میں انہوں نے متعدد مثالیں دی ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے چند احادیث مبارکہ کا ذکر کیا ہے :

"حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ بیمار تھے تو حضور نبی کریم ﷺ عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ وہ بیان کرتے ہیں " آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھا پھر میرے چہرے اور شکم پر پھیرا دعا فرمائی اے اللہ! سعد کو صحت یاب فرما[101]"

Marfat.com

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے ہاتھوں کی خنکی اور لطافت انہوں نے اپنے جگر میں محسوس کی اور جب کبھی انہیں یہ واقعہ یاد آتا ہے تو وہ آپ ﷺ کے ہاتھوں کی ٹھنڈک محسوس کرتے ہیں۔

"میں گھوڑے پر جم کر بیٹھ نہ سکتا تھا۔ پس میں نے اس امر کا ذکر حضور نبی کریم ﷺ سے کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور دعا فرمائی اے اللہ! اسے ثبات بخش اور اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔ پس اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہ گرا[102]"

ابو جحیفہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک بار بطحا کی طرف نکلے پس لوگ آپ ﷺ کے ہاتھ تھام لیتے اور اسے اپنے چہروں پر پھیرتے ابو جحیفہ کہتے ہیں "میں نے بھی آپ ﷺ کے دست مبارک کو تھام لیا اور اس اپنے چہرے پر پھیرا۔ آپ کا ہاتھ برف سے ٹھنڈا اور مشک و کستوری سے زیادہ معطر تھا[103]"

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ حضور اکرم ﷺ کا معمول مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

"رسول اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب کوئی شخص ہمارے پاس آکر بیماری کی شکایت کرتا تو حضور نبی کریم ﷺ اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور دعا فرماتے اے لوگوں کے معبود حقیقی سختی کو دور فرما اور شفا عطا فرما تو ہی شفا عطا کرنے والا ہے۔ سوائے تیری شفا کے کوئی شفا نہیں۔ تیری عطا فرمودہ شفا ہی بیماری کا ازالہ کرتی ہے[104]"

ڈکتور موصوف نے حضور اکرم ﷺ کے دوسرے روحانی علاج کے طریقوں کا بھی ذکر کیا ہے[105]:

روحانی عظمت

تاریخ ادیان عالم میں روحانی پیشواؤں کی زندگی کا مطالعہ کیجئے۔ انہوں نے مقدور بھر فضائل اخلاق کی تعلیم دی۔ لوگوں کو نیکی کا راستہ اختیار کرنے اور بری

Marfat.com

باتوں کے چھوڑنے کے لئے کہا لیکن وہ خود صرف روحانی دنیا کے ہی ہو کر رہ گئے اور رہبانیت اختیار کرلی ...... جب کہ حضور اکرم ﷺ کو ہادیان عالم میں یہ منفرد مقام حاصل ہے کہ جہاں آپ ﷺ نے معاشرت، معیشت، سیاست، قانون، تعلیم و تربیت، منزلی نظام اور سب سے بڑھ کر عائد و افکار کی دنیا میں انقلاب برپا کیا وہاں آپ ﷺ نے روحانی تقاضوں کو کبھی فراموش یا نظر انداز نہیں کیا۔ دیگر مذاہب کے روحانی پیشواؤں کی توجہ کا مرکز من کی دنیا رہی ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کا کمال یہ ہے کہ مادی اور روحانی تقاضوں کو بطریق احسن مکمل فرماتے ہیں۔ اگر تمام شعبہ ہائے حیات میں بھرپور کردار ادا کر کے آپ ﷺ پوری انسانیت کے لئے دائمی نمونہ عمل ہیں تو پھر روحانیت کی دنیا میں دنیا بھر کے روحانی الذہن افراد کے لئے بہترین اسوہ بھی ہیں۔

آپ ﷺ کے روحانی کمالات کا ایک عظیم القدر اور عدیم النظیر پہلو یہ بھی ہے کہ آج جب دنیا کے عظیم روحانی پیشواؤں کی زندگی کے حالات پردہ اخفا میں ہیں یا بہت کم میسر ہیں بلکہ بعض کے تو زمانے کا تعین بھی دشوار ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے زندگی کا ایک ایک لمحہ ہمارے سامنے ہے۔ سیرت نگاروں نے حضور اکرم ﷺ کی عبادات و معمولات کو اس قدر اہتمام سے محفوظ کیا ہے کہ قیامت تک آنے والی نسل انسانی میں جو شخص بھی روحانی شخصیت کے کوئی اور نمونہ میسر نہیں آتا جس کی کتاب زندگی کا ایک ایک ورق روشن اور تابناک ہو اور دعوت فکر و عمل دے رہا ہو۔

آج بلاد اسلامیہ میں مادی تقاضوں کے لئے تگ و دو جاری ہے بیداری کی ایک لہر دوڑ رہی ہے لیکن روحانی اقدار کی طرف توجہ منعطف نہیں کی جارہی اور اس حقیقت کو نظر انداز کیا جا رہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی تمام تر کامیابیاں دراصل آپ ﷺ کی روحانی زندگی کا برگ و بار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حکمت ربانی کے چشمہ نور اور منبع روحانیت کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کی توفیق بخشے۔

Marfat.com

ہم اپنے اس مضمون کو ایک سیرت نگار کے ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں:

"He was the greatest of sufis, saints and darvishes. They became blessed with his super natural power only with drink of spiritual fountain of the greatest saint of arabia[106]"

اور آخر میں علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی کے ان الفاظ میں بارگاہ صمدیت میں دعا کرتے ہیں :

" اے اللہ! تو ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر جنہیں تو نے ساری کائنات کی امارت و سیادت کے لئے چنا اور جو سید الکونین ہیں۔ جنہیں تو نے بہترین خصلتوں سے آراستہ کیا' معجزات سے نواز اور کائنات کی طرف بھیجا تاکہ پوری انسانیت کو پاکیزہ اخلاق سے سنواریں۔ ان پر ایسا درود و سلام نازل فرما جو سب سے کامل اور سب سے جامع ہو اور جس کی برکتیں ہمیشہ باقی رہنے والی ہوں۔ ایسا درود پاک نازل فرما جو تیرے اس قرب کے مناسب ہو جس سے تو نے بجزان کے کسی کو نہیں نوازا اور تیری اس محبت کا عکاس ہو جس کے ساتھ ازل سے ابد تک ہمارے نبی علیہ السلام کو مخصوص کیا[107]۔ "

Marfat.com

حواشی

۱۔ جنرل محمود شیت نے اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔
۲۔ القرآن الحکیم : ۵۳ : ۵
۳۔ ایضا : ۶ : ۷۵
۴۔ ایضا : ۶ : ۷۹
۵۔ محمد بن اسماعیل البخاری: صحیح، طبع مصر
۶۔ امام بخاری : صحیح ، الجزء الاول ،
۷۔ سید قطب : فی ظلال القرآن، ۱۳۴۵ھ، الجزء الاول، ص ۳ الجزء التاسع والعشرون، طبع بیروت، ص ۶
۸۔ ایضا
۹۔ ایضا۔ امام قشیری نے "الرسالہ، باب الخلوۃ والعزلۃ" میں اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ قول نقل کیا ہے الخلوة صفة اهل الصفوة والعزلة من امارات الوصلة۔"
۱۰۔ ایضا : ص ۱۶۷
۱۱۔ القرآن الحکیم : ۳ : ۱۶۴
۱۲۔ ایضا : ۴ : ۱۰۲
۱۳۔ امام بخاری : صحیح، الجزء الثانی، ص ۸۰۷
۱۴۔ الخطیب التبریزی: مشکوۃ المصابیح، طبع دمشق
۱۵۔ ایضا : الجزء الاول ، ص ۱۴۲۱ / ۱۳۸۰ھ الجزء الاول ص ۳۰۶
۱۶۔ امام بخاری : صحیح، الجزء الثانی، ص ۴۴ تا ۵۰
۱۷۔ ایضا، ص ۳۴
۱۸۔ ایضا الجزء الثالث، ص ۵۹
۱۹۔ ایضا، ص ۶۲
۲۰۔ ایضا
۲۱۔ القرآن الحکیم: ۱۷، ۷۹
۲۲۔ امام بخاری : صحیح، الجزء الثانی، ص ۶۳
۲۳۔ سید قطب، فی ظلال القرآن، جزء ۲۹، ص ۱۶۸
۲۴۔ ایضا ص ۱۶۹، ۱۷۰
۲۵۔ سید قطب، فی ظلال القرآن، جزء ۲۹، ص ۱۷۱
۲۶۔ علامہ محمود آلوسی: روح المعانی، طبع مصر ۱۳۰۱ھ جزء ۹، ص ۳۰۹
۲۷۔ القرآن الحکیم: ۷۳ ۲۔۴
۲۸۔ ایضا ۷۶: ۲۶
۲۹۔ القرآن الحکیم: ۷۳، ۵۔۸
۳۰۔ سید قطب، فی ظلال القرآن، جزء ۲۹، ص ۱۷۳
۳۱۔ السید محمود آلوسی: روح المعانی، جزء ۹، ص ۳۰۵
۳۲۔ ایضا
۳۳۔ القرآن الحکیم : ۷۳ ۲۰
۳۴۔ سید قطب، فی ظلال القرآن، جزء ۹ ص ۱۷۸
۳۵۔ الخطیب التبریزی: مشکوۃ المصابیح، الجزء الاول، ص ۱۲۲
۳۶۔ ایضا ص ۱۲۱

Marfat.com

٣٧۔ ایضاً ص ١٩٨ (نیز بخاری الجزء الاول، ص ٤٧)
٣٨۔ ص ٢٨١
٣٩۔ مشکوٰۃ المصابیح، الجزء الاول، ص ٣١٦
٤٠۔ القرآن الحکیم ٣: ١٩٠
٤١۔ مشکوٰۃ، الجزء الاول، ص ٣٧٥، بخاری الجزء الاول، ص ٤٧
٤٢۔ بخاری الجزء الثانی، ص ٦٠، ٦١
٤٣۔ مشکوٰۃ، الجزء الاول، ص ٣٨١
٤٤۔ ایضاً ص ٣٨٢
٤٥۔ مشکوٰۃ، ص ٣٧٥
٤٦۔ ایضاً ص ٣٧٧
٤٧۔ ایضاً، ص ٣٧٨
٤٨۔ القرآن الحکیم ٥: ١١٨
٤٩۔ ایضاً، ٢: ١٨٣
٥٠۔ مشکوٰۃ ص ٦١٣
٥١۔ ایضاً، ص ٦١٨
٥٢۔ ایضاً ص ٦٣٥
٥٣۔ ایضاً، ص ٦٣٦
٥٤۔ ایضاً ص ٦٣٩
٥٥۔ مشکوٰۃ، ص ٦٣٧
٥٦۔ ایضاً ص ٦٤١
٥٧۔ مشکوٰۃ، الجزء الاول، ص ٢٢٥، ٢٢٦
٥٨۔ القرآن الحکیم ٦: ٧٥
٥٩۔ مشکوٰۃ، الجزء الاول ، ص ٢٣٣
٦٠۔ القرآن الحکیم ٣٤: ٢٨
٦١۔ مشکوٰۃ، الجزء الثالث، ص ١١٠
٦٢۔ موسےٰ پر نازل شدہ کتاب میں آپکی وفات کا ذکر
٦٣۔ کتاب مقدس، لاہور ١٩٥٩ء ، اور قبر کے معلوم نہ ہونے کا ذکر ایک مستقل بحث ہے، گویا توراۃ کا جامع آپ کی وفات کے بعد ہوا
٦٤۔ مشکوٰۃ الجزء الثالث، ص ١١٥
٦٥۔ دیکھئے تفاسیر طبری، ابن کثیر، خازن، روح المعانی وغیرہا
٦٦۔ القرآن الحکیم ١٧: ١١ (نیز دیکھئے ابن قیم حنبلی
٦٧۔ مشکوٰۃ الجزء الثالث، ص ١١٦ کتاب الروح، حیدر آباد دکن ١٣٥٧ھ، ص ٥٣۔٥٤
٦٨۔ ایضاً
٦٩۔ مشکوٰۃ الجزء الثالث، ص ١١٦
٧٠۔ ایضاً
٧١۔ مشکوٰۃ الجزء الاول، ص ٤٩
٧٢۔ ایضاً
٧٣۔ ایضاً ص ١١٠
٧٤۔ مشکوٰۃ، الجزء الاول، ص ٤٧٠
٧٥۔ مشکوٰۃ ص ٢٢٤
٧٦۔ ایضاً، ص ٢٩١
٧٧۔ ایضاً
٧٨۔ ایضاً، ص ٢٩٢
٧٩۔ ابن القیم الجوزیہ الحنبلی : کتاب الروح (حیدر آباد دکن ١٣٥٧)، ص ٥٤
٨٠۔ ایضاً : ص ٥٤۔٥٥
٨١۔ امام بخاری : صحیح (مصر ١٣٤٥ھ) جزء ١، ص ٤
٨٢۔ القرآن الحکیم : ٧٤ : ١ تا ٧
٨٣۔ امام بخاری : صحیح، الجزء الاول، ص ٣

Marfat.com

۸۴۔ دکتور علی عبدالجلیل راضی : حیاۃ محمد الروحیہ (قاہرہ ۱۳۸۳)، ص ۶۳

۸۵۔ ایضاً : ص ۶۵

۸۶۔ حیاۃ محمد الروحیہ : ص ۸۶

۸۷۔ القرآن الحکیم : ۵۴ : ۱۔۳

۸۸۔ القرآن الحکیم : ۱۷ : ۱

۸۹۔ ،، : ۳ : ۶۰

۹۰۔ ،، : ۸ : ۱۷

۹۱۔ ،، : ۳۰ : ۲

۹۲۔ ،، : ۹ : ۴۰

۹۳۔ ،، : ۳، ۱۲۳، ۱۲۵

۹۴۔ ،، : ۶۶ : ۳

۹۵۔ ،، : ۴۸ : ۲۷

۹۶۔ ،، : ۱۷:۸۸، ۱۱ : ۱۳، ۱۰: ۳۸، ۲: ۲۳

۹۷۔ احیاء علوم الدین (مصر ۱۳۵۸ھ) الجزء الثانی، ص ۳۸۴

۹۸۔ احیاء علوم الدین : ص ۳۸۴ تا ۳۸۸

۹۹۔ کتاب مقدس : ۱۹۵۹ء لاہور، متی ۸: ۳، ۸: ۱۵

۱۰۰۔ احیاء علوم الدین : الجزء الثانی ص ۳۸۷

۱۰۱۔ حیاۃ محمد الروحیہ : ص ۲۳۴

۱۰۲۔ ؟

۱۰۳۔ حیات محمد الروحیہ : ص ۲۳۴

۱۰۴۔ ایضاً

۱۰۵۔ ایضاً : ص ۲۳۶ تا ۲۴۵

۱۰۶۔ مولانا فضل الکریم، The Ideal World Prophet (ڈھاکہ ۱۹۵۵ء) ص ۴۱

۱۰۷۔ وسائل الوصول الی شمائل الرسول، اردو ترجمہ، لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۱۱

Marfat.com

مثالی پیغمبر ﷺ

اسلام دین فطرت ہے ، دین علم و عمل ہے اور حکمت و بصیرت اور اعتدال و توازن پر مبنی دین حق ہے جو قیامت تک آنیوالی نسل انسانی کیلئے ایک جامع ، کامل ، روشن اور محفوظ ضابطہ حیات ہے اسلام کی اساس و بنیاد دو باتوں پر ہے۔

(1) اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن حکیم جو ایک زندہ اور روشن معجزہ ہے۔

(2) محسن انسانیت سرور دو عالم ﷺ کی سنت مطہرہ جو آپ ﷺ کے افعال (Actions) اقوال (Sayings) اور تقریر (Silent approval) پر مبنی ہے

قرآن حکیم نے ہی عالم انسانیت پر پھیلے ہوئے مذہب (Religion) سے متعلق ان غلط تصورات کا ازالہ کیا کہ مذہب ارتقائی ہے جو ارتقاء کے مختلف مراحل سے گزرا ہے قرآن حکیم نے صراحت سے یہ بتایا کہ مذہب ابتدائی ہے اور جب سے انسان اول نے اس کائنات ارضی پر قدم رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے اس وسیع کائنات میں اسے بے سہارا اور سرگرداں نہیں چھوڑا بلکہ پوری نوع انسانی کے لئے آغاز ہی سے ہدایت ربانی کا مثالی انتظام فرما دیا چنانچہ ارشاد باری ہے :

" فامایا تینکم منی هدی فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون "

(البقرۃ : 38)

(پھر میری طرف سے جو ہدایت تمھارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہو گا)

چنانچہ مختلف زمانوں میں انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کا پیغام ہدایت لیکر دنیا میں مختلف خطوں اور علاقوں پر مختلف اقوام کی طرف مبعوث ہوتے رہے ارشاد خداوندی ہے

Marfat.com

1 ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبد وا اللہ واجتنبوا الطاغوت (النحل : 36)

(ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کر دیا کہ "اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو")

2 ولکل قوم ھاد (اور ہر قوم کے لئے ایک رہنما ہے) (الرعد : 7)

3 وان من امة الا خلا فیھا نزیر (اور کوئی امت ایسی نہیں گزری ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو) (فاطر : 24)

لیکن وہ ذات کریم جس نے پوری نوع انسانی کو عالمگیر سطح پر قیامت تک آنیوالی نسل انسانی کو ہدایت کے نور سے منور فرمانا تھا وہ محمد عربی ﷺ کی شخصیت ہے جس کے بارے میں قرآن حکیم نے واضح طور پر ذکر کیا:

"ما کان محمد ابا احد من رجا لکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبین"

(الاحزاب : 40)

(لوگوں! محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں)

اس آیت قرآنیہ سے یہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ آخری پیغمبر ہیں اور اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا اس لئے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دائمی نمونہ عمل اور مثالی پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔

یہاں بے ساختہ ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ مثالی پیغمبر سے کیا مراد ہے؟

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہر شعبہ حیات میں ایک مفید اور مؤثر کردار ادا کرنے کے لئے انسان کو کسی نمونہ عمل کی ضرورت ہے۔ ادیب اور شاعر ذوق کے مطابق کسی شخصیت کو بطور مثال سامنے رکھتے ہیں۔ ایک طالب علم بہت سے اساتذہ سے مختلف علوم و فنون سیکھتا ہے لیکن اپنے ذوق کے مطابق علم کی دنیا میں آگے بڑھنے کے لئے کسی ایک استاد کو نمونہ اور مثال پیش نظر رکھتا ہے المختصر

Marfat.com

لباس ہو یا طرز معاشرت ، تجارت ہو یا صنعت ہر میدان میں کمال تک رسائی حاصل کرنے کے لئے الگ الگ مثال اور نمونے کی ضرورت و اہمیت مسلم رہی ہے۔ آج جب کہ دنیا اس طرح سمٹ رہی ہے کہ گویا ایک قوم کی حیثیت رکھتی ہے اس کے لئے عالمگیر سطح پر ایک ہمہ پہلو اسوۂ اور نمونہ ایک ناگزیر ضرورت ہے لیکن انسانیت کی اخلاقی و روحانی ، دینی و دنیوی تعلیم و تربیت کے لئے وہی شخصیت مثالی اور دائمی نمونہ عمل ہو سکتی ہے جو ہر معاملے میں کامل ہو جو جامع الحیثیات ہو بات کو زیادہ آسان اور قابل فہم بنانے کے لئے ہم ایک " مثالی شخصیت " کے اہم اور زیادہ نمایاں اوصاف یوں بیان کر سکتے ہیں ۔

1- اس کی شخصیت ہمہ پہلو اور جامع ہو۔
2- اس کی زندگی کھلی کتاب کی طرح ہو اور کوئی پہلو پردہ خفا میں نہ ہو۔
3- اس کی زبانی تعلیم و تلقین کے ساتھ ساتھ اس کی عملی و مثال بھی اس کی سیرت میں جھلکتی ہو۔
4- اس کا عمل ہمارے لئے قابل تقلید ہو۔
5- اس کی تعلیم محاسن اخلاق پر مبنی ہو۔
6- وہ خود اخلاق عالیہ کا پیکر ہو۔
7- اس کی تعلیم آسان اور قابل عمل (Praticable) ہو۔
8- اس کی تعلیم علم و بصیرت اور عقل و استدلال پر پوری اترتی ہو۔
9- اس کی تعلیم فلاح عامہ کو محیط ہو۔
10- اس کی تعلیم ہر زمانے کے تقاضوں کا ساتھ دے سکتی ہو۔
11- ہر شعبہ حیات سے تعلق رکھنے والا فرد اس کی ذات میں اپنے لئے رہنمائی حاصل کر سکتا ہو۔

پوری تاریخ عالم کا بنظر تعمق جائزہ لیجئے' ہادیان عالم اور پیشوایان اقوام پر نظر دوڑایئے ایسی مثالی شخصیت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر محمد عربی

Marfat.com

ﷺ کی ہے یہی وجہ ہے کہ رب کائنات نے آپ ﷺ کو پوری نوع انسانی کے لئے دائمی نمونہ عمل قرار دیا اور فرمایا:

" لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ "(الاحزاب : 21)

قرآن حکیم وہ آئینہ ہے جس میں حضور ﷺ کی مثالی شخصیت کے مذکور بالا اوصاف اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جھلکتے نظر آتے ہیں۔

مشہور مستشرق WILLIAM DRAPER آپ ﷺ کی مثالی شخصیت اور عالم انسانیت پر آپ ﷺ کے گہرے اثرات کا اعتراف اپنی شہرہ آفاق کتاب

A Histroy of the Intellectual Deveolpment

میں ان الفاظ میں کرتا ہے:

"Four Years the death of Justinian, 569 A.D, was born at Makkah, in Arabia, the man who, of all men, has Excercised the greatest influence upon the human race".

دراصل حضور ﷺ کی جامع اور مثالی شخصیت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس دنیا کے تمام انسانوں کے مختلف اور گونا احوال کو پیش نظر رکھ کر سب لوگوں کے لئے کوئی مثالی شخصیت متعین کی جاسکے، ہو سکتا ہے کہ ایک شخص یتیم ہو اس کے لئے کوئی غیر یتیم شخصیت نمونہ نہیں بن سکتی۔ کوئی آدمی ساری عمر غربت کی زندگی بسر کرتا رہا اس کے لئے ایک دولت مند کی زندگی کے حالات کوئی نمونہ عمل نہیں بن سکتے۔ ایک شادی شدہ اور ایک غیر شادی شخص کی زندگی میں تفاوت ہے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے لئے صحیح عملی مثال یا نمونہ نہیں بن سکتا۔

اگر ہم اس معیار پر دوسرے انبیاء کرام کی زندگی کو جانچیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تنوع حالات اور اختلاف کیفیات کسی ایک ہستی میں موجود نہیں ہیں۔ تاریخی اعتبار سے حضرت محمد ﷺ سے قریب ترین پیغمبر عیسیٰؑ ہیں لیکن حقیقت

Marfat.com

یہی ہے کہ وہ بھی انسانی زندگی کے مختلف اور متنوع حالات سے عام طور پر دو چار نہیں ہوئے کہ تمام لوگ آپؑ کی زندگی کو اپنے لئے کوئی دائمی نمونہ عمل قرار دیں ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کیفیتیں اور حالتیں ان پر بھی گزری ہوں مگر وہ آج محفوظ نہیں ہیں لہٰذا وہ بھی اپنی جلالت قدر کے باوصف پوری دنیائے انسانیت کے لئے کامل نمونہ اور مثال نہیں بن سکتے۔

حضرت مسیح علیہ السلام غریب تو تھے مگر دولت مند نہیں تھے اس لئے ایک دولت مند کے لئے وہ نمونہ عمل نہیں بن سکتے۔ آپ رومیوں کے محکوم تو رہے ہیں مگر خود حاکم و بادشاہ نہیں بنے۔ لہٰذا ایک بادشاہ اور حاکم کے لئے آپ ﷺ کی زندگی میں اسوۂ نہیں ہے۔ آپ نے کسی قوم سے نہ تو جنگ کی نہ کبھی فتح حاصل ہوئی اور نہ شکست سے دو چار ہوئے اس لئے ایک فاتح، ایک مقاتل اور ایک ہزیمت زدہ سپہ سالار کی زندگی کے لئے حیات مسیحی میں کوئی نمونہ نہیں ہے۔ آپ ساری عمر غیر شادی شدہ رہے اس لئے آپ غیر شادی شدہ لوگوں کے لئے تو نمونہ یقیناً ہو سکتے ہیں کہ وہ آپ کی طرح عفیف اور پاکدامن رہ کر زندگی بسر کریں مگر شادی شدہ لوگ اپنے معاملات کے لئے مثال اور نمونہ کس کو بنائیں؟ جبکہ آپ کے ہاں متاہل زندگی کی مثال موجود نہیں ہے۔ پھر حضرت مسیح رحمۃ اللہ علیہ صاحب اولاد نہیں تھے نہ ہی آپ کی اولاد فوت ہوئی اس لئے ایک ایسا آدمی جو صاحب اولاد ہو یا وہ باپ جس کے جگر کا کوئی ٹکڑا اس کی آنکھوں کے سامنے اس سے الگ ہو جائے تو وہ شخص ایسی صورت میں صبر و استقامت کے لئے کس ہستی کو اپنے لئے نمونہ عمل ٹھہرائے اس کے لئے بھی حیات عیسوی میں کوئی رہنمائی موجود نہیں ہے۔ آپ نے کوئی کاروبار نہیں کیا اور نہ ہی آپ کسی کے ملازم رہے نہ بیع و شراء اور قرض و دین کی معاملات کئے ہیں لہٰذا آپکی ذات تاجروں کے لئے ملازموں کے لئے اور لین دین کرنے والوں کے لئے بھی نمونہ نہیں بن سکتی۔ آپ بلاشبہ مظلوم رہے ہیں اور بے شک مظلوموں کے لئے آپ کی ہستی ایک

Marfat.com

اعلیٰ نمونہ رکھتی ہے مگر آپ کو کبھی اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل نہیں ہوا۔ اس لئے آپ وہ لوگ جنہوں نے دشمنوں پر قابو پالینے کے بعد عفو و درگذر سے کام لیا ہو' آپ کی حیات مقدسہ میں اپنے لئے کوئی رہنمائی اور نمونہ نہیں پاتے۔ پھر آپ کثیر الازواج بھی نہیں ہیں لہٰذا وہ شخص جو ایک سے زائد بیویاں رکھتا ہو اس کے لئے اپنی بیویوں سے یکساں سلوک کرنے اور عدل و انصاف سے کام لینے کے لئے آپ جناب کی زندگی میں کوئی رہنمائی نہیں مل سکتی۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی خادم یا نوکر نہیں تھا نہ ہی آپ کے پاس کوئی غلام یا لونڈی تھی اب وہ لوگ جو خادم اور نوکر رکھتے ہوں۔ وہ ان سے خدمت لینے میں آپکی زندگی سے کوئی ہدایت اور نمونہ نہیں پا سکتے۔ انجیل کے بیان کے مطابق نہ تو آپ بوڑھے ہوئے اور نہ ہی بیمار۔ اس طرح آپ کی شخصیت دنیا بھر کے بوڑھوں اور بیماروں کے لئے اپنے اندر کوئی عملی نمونہ نہیں رکھتی۔ پھر آپ سے کسی ہمسایہ کا ذکر نہیں ملتا اس لئے حق ہمسائیگی پورا کرنے کے لئے بھی آپ کی زندگی میں ہمیں کوئی عملی مثال نہیں ملتی۔ کوئی یتیم بچہ یا بیوہ عورت بھی آپ کی سرپرستی میں نہیں رہے لہٰذا یتیموں اور بیواؤں کے سرپرستوں کے لئے بھی حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات میں کوئی عملی ہدایات یا نمونہ عمل موجود نہیں ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ صرف چند خاص احوال کے حامل افراد ہی سیدنا مسیح علیہ السلام کی زندگی میں اپنے لئے کوئی عملی رہنمائی پا سکتے ہیں مگر اہل دنیا کی اکثریت کے اوپر طاری ہونے والی کیفیات اور ان کے مختلف حالات کے لئے آپ کے ہاں کوئی نمونہ نہیں ملتا یہی صورت حال دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی ہے ان کی پاک اور مقدس زندگیاں بھی مختلف الاحوال انسانوں کے لئے آج کے دور میں کوئی جامع عملی نمونہ اور ہدایت نہیں رکھتیں - ان کے ہاں بھی بہت سے پہلوؤں سے خدا کا احساس ہوتا ہے لہٰذا وہ سب یا ان میں سے کوئی ایک بھی آج ساری دنیا کے لئے ایک مثالی پیغمبر کے مرتبے کو نہیں پہنچتا۔

Marfat.com

ایک مثالی پیغمبر کی حیثیت سے اگر کوئی شخصیت موزوں ہو سکتی ہے تو تمام انبیاء کرام میں صرف خاتم الانبیاء، سرور کائنات سیدنا محمد ﷺ کی شخصیت ہے۔

آپ ﷺ کے اس شرف و فضیلت، منفرد مقام اور جامع حیثیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"آپ ﷺ کی حیثیت ایک انسان، ایک شوہر، ایک دوست، ایک خانہ دار، ایک کاروباری تاجر، ایک افسر، ایک حاکم، ایک قاضی، ایک سپہ سالار، ایک بادشاہ، ایک استاد، ایک واعظ، ایک مرشد، ایک زاہد و عابد اور آخر ایک پیغمبر کی نظر آتی ہے"

فی الحقیقت یہ خصوصیت صرف رسول عربی ﷺ کی ہے کہ آپ دنیا بھر کے انسانوں کے لئے بیک وقت عملی نمونہ اور کامل رہنما ہو سکتے ہیں۔

آپ ﷺ یتیم بھی رہے ہیں، آپ ﷺ کو اپنی والدہ، چچا اور دادا یعنی اپنے آباء کی خدمت کا موقع بھی ملا ہے۔ آپ ﷺ نے زندگی میں غربت کی تلخیاں بھی برداشت کی ہیں اور امیری کی خوشگواریاں بھی دیکھی ہیں۔ آپ ﷺ بطور رعیت بھی رہے ہیں اور حکومت بھی کی ہے۔ جنگ کرنے کا تجربہ بھی ہے اور صلح و امن کے حالات سے بھی عملی واقفیت رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے معاہدات بھی کئے ہیں اور خطرات و حوادث میں گرفتار بھی رہے ہیں۔ زخمی بھی ہوئے ہیں، فوت ہونے کا وقت بھی پایا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فتح کی شادمانی اور شکست کی زخم خوردگی کے دونوں مختلف احساسات کو محسوس کیا ہوا ہے آپ ﷺ نے خلوت نشینی بھی کی ہے اور محفلوں کو بھی زینت بخشی ہے۔ غیر شادی شدہ بھی رہے اور پھر متاہل زندگی بھی گزاری ہے۔ ایک وقت میں یک زوجگی کا مظاہرہ بھی کیا ہے اور بیک وقت تعدد ازواج کا عملی نمونہ بھی، آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں جھلکتا ہے۔ آپ ﷺ نے بیماری کی تکلیفیں بھی اٹھائی ہیں اور صحت و تندرستی کی نعمت سے بھی مالا مال رہے ہیں۔ صاحب اولاد بھی ہوئے ہیں، اور اولاد کی وفات کے صدمے بھی سہے ہیں،

Marfat.com

دوستوں کی رفاقت سے بہرہ مند اور دشمنوں کی بد اندیشیوں سے دو چار بھی ہوئے ہیں - تجارت اور کاروبار کے علاوہ ملازمت بھی کی ہے - لین دین اور قرض و رہن کے معاملات بھی کئے ہیں - بچپن کا اور جوانی کا عہد بھی دیکھا ہے اور ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کا دور بھی آپ ﷺ پر گذرا ہے - آپ ﷺ مظلوم بھی رہے ہیں اور ظلم و زیادتی کا بدلہ لینے کا موقع پانے کے باوجود آپ ﷺ نے عفو و درگذر سے کام لیا ہے - آپ ﷺ کے ہاں خادموں اور نوکروں، غلاموں اور کنیزوں سے خدمت لینا بھی ملتا ہے - ہمسایوں سے حسن سلوک کی تعلیم بھی ملتی ہے، وطن سے بے وطن ہونا بھی پایا جاتا ہے اور یتیم بچوں اور بیواؤں کی سرپرستی کا عملی نمونہ بھی ملتا ہے - الغرض انسانی زندگی کی کوئی حالت، کیفیت اور صورت ایسی نہیں ہے جس کے لئے آپ ﷺ کی ذات بابرکت، ایک سراپا نمونہ اور ایک عمدہ مثال نہ ہو - آپ کے ہاں ہر سوال کا جواب ہے ہر حالت کے لئے عملی اقدام ہے اور ہر تشنگی کے لئے سیرابی کا سامان موجود ہے -

آنحضرت ﷺ کی عمدہ پہلو اور بوقلموں مثالی شخصیت کے چند اہم پہلوؤں کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے :

1- حضور ﷺ بحیثیت سربراہ خاندان

سرور کائنات ﷺ کی مثالی زندگی کا ایک اہم پہلو آپ کی گھریلو اور نجی زندگی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس پہلو کے لحاظ سے بھی حضور ﷺ کا اسوۂ اپنی مثالی حیثیت رکھتا ہے اس شعبہ زندگی میں آپ کا طرز عمل افراط و تفریط سے پاک اور مبرا ہے اس میں انسانی جذبات و احساسات کا ایک توازن اور اعتدال پایا جاتا ہے جو حقیقی انسانی زندگی سے قریب تر ہے یہی وجہ ہے کہ پوری انسانیت کے لئے وہ بہترین نمونہ بن سکتا ہے۔ حضور ﷺ کی اس خانگی زندگی کے اسوۂ حسنہ کی ضرورت آج کی انسانیت کے لئے شدید طور پر محسوس کی جا رہی ہے۔

Marfat.com

ایک خاندان میں سب سے پہلے والدین آتے ہیں اگر چہ حضور ﷺ کو اپنی عملی زندگی میں اپنے والدین کی خدمت کا موقع نہیں ملا کیونکہ وہ پہلے ہی انتقال کر چکے تھے تاہم آپ ﷺ نے اپنے والدین کے حوالے سے اپنی رضاعی ماں اور بہن سے حسن سلوک کی عمدہ مثال قائم کی ہے اور قرآن حکیم اور حضور ﷺ کی احادیث میں والدین سے حسن سلوک کرنے کی نہایت تاکید کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں ہے :

و اعبدو اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا و بالوالدین احسانا (النساء : 36)

(اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراو اور والدین سے حسن سلوک کرو)

حضور ﷺ ایک مثالی شوہر تھے اپنی ازواج مطہرات کے لئے آپ ﷺ سراپا رحمت و رافت اور محبت کیش تھے۔ ایک بار اپنی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ سے مصروف گفتگو تھے اور گفتگو کسی خانگی اور گھریلو مسئلے پر تھی۔ بحث میں جذبات تیز تھے۔ حضور ﷺ شفیق و حلیم تھے اور شفقت کے معلم تھے اس لئے حضرت عائشہ ہی کے الفاظ میں تیزی تھی اور لہجہ بھی بلند تھا۔ میاں بیوی میں ابھی یہ مباحثہ جاری تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے آپؓ حضور ﷺ کے جانثار ساتھی اور حضرت عائشہ کے بزرگوار باپ تھے۔ لہٰذا اپنی بیٹی کو سرزنش کے لئے طیش میں آگے بڑھے اور گرج کر بولے۔

کیا تو رسول اللہ کے سامنے آواز اونچی کرتی ہے ؟

اور ساتھ ہی ہاتھ بھی بلند کر دیا مگر غضبناک باپ سے اس کی بیٹی کو بچانے کے لئے حضور ﷺ ہی آگے بڑھے۔

ے سلام اس پر کہ جس نے عورتوں کی دستگیری کی

لہٰذا غضب پر ادب غالب آیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گوشمالی کرنے سے باز رہے۔ بعد میں حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا :

Marfat.com

"کیوں حمیرا! آج تو میں نے بچا ہی لیا ورنہ تمہارے ابا تمہاری اچھی خبر لے ڈالتے"

اس طرح حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو یہ ہدایت دے رکھی تھی کہ وہ آپ ﷺ سے متعلق جو جانیں وہ سب کی سب دوسرں تک پہنچا سکتی ہیں تاکہ ان کے لئے یہ نمونہ بن سکیں۔

حالانکہ یہ معاملہ عام عورتوں کا نہیں ہے، ایک بیوی اپنے شوہر کی ذاتی زندگی کی امین ہوتی ہے اور اسے امین ہی ہونا چاہیے۔ یہی اسلام کی تعلیم ہے مگر چونکہ حضور ﷺ کو سارے جہان کے لئے ایک مثالی اور عملی نمونہ بننا تھا اس لئے آپ کے لئے معاملہ مختلف رکھا گیا۔ صرف یہی بات آپ ﷺ کی صداقت و حقانیت اور انسانیت کے لئے ایک اصولی اسوۂ مہیا کرنے کے ثبوت میں کافی ہے کیونکہ دنیا کے عام انسان اگر یہی اجازت اپنی اپنی بیویوں کو دے دیں تو اکثر اوقات ان کی بلند و بالا شخصیتیں پست ہو کر رہ جائیں کہ بیوی سے بڑھ کر شوہر کا راز دار کوئی نہیں ہو سکتا اور اس کی کمزوریوں سے آگاہ بھی سب سے زیادہ بیوی ہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ازواج کو بھی بطور خاص آپ کی زندگی کے مطابق رکھا تھا۔ آپ جس عظیم مقصد کو لے کر اٹھے تھے آپ کی ازواج مطہرات اس مقصد میں آپ کی ممدومعاون تھیں۔ قرآن حکیم میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے بارے میں آیا ہے کہ :

" ینساء النبی لستن کاحد من النساء ان تعیتن فلا اتقیتن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض و قلن قولا معروفا ○ و قرن فی بیوتکن ولا تبر جن تبرج الجاهلیة الاولی و اقمن الصلوة واتین الزکوة واطعن الله ورسوله انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیرا ○ واذکرن مایتلی فی بیوتکن من آیات الله والحکمة ان الله کان لطیفا خبیرا "

(الاحزاب : 32-34)

"اے نبی ﷺ کی بیویو! اگر تم تقویٰ کی روش اختیار کرو تو عام عورتوں کی

Marfat.com

مانند نہیں ہو پس تم اپنے لہجے میں ایسی نرمی پیدا نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہے کسی غلط خیال میں مبتلا ہو جائے اور دستور کے مطابق بات کیا کرو اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور گزرے ہوئے زمانہ جاہلیت کی طرح کی نمائش نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوے ادا کرو اور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتی رہو اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے دنیا کی آلائشیں دور رکھے۔ اے نبی ﷺ کے گھر والو! اور تم کو اچھی طرح پاک کرے اور تمھارے گھر میں جو اللہ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں سنائی جاتی ہیں ان کا چرچا کرو۔ بے شک اللہ بہت باریک بین اور باخبر ہے"

گویا جس بلند اخلاق کی طرف آپ ﷺ نے اہل جہاں کو دعوت دی آپ کے اہل خانہ کا ایک ایک فرد اسکا اعلیٰ مرقع تھا۔

حضرت خدیجہؓ سے آپ ﷺ کو بہت محبت تھی۔ آپ نے ان کی وفات تک پورے پچیس برس گزارے۔ اس دوران میں حضور ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت خدیجہؓ سے آپ ﷺ کی محبت کا اظہار ان واقعات و تعلیمات سے بھی ہوتا ہے جو کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

مثال کے طور پر حضور ﷺ کا یہ ہمیشہ معمول رہا کہ آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد جب کبھی کوئی جانور ذبح کیا جاتا انکی سہیلیوں اور ہم جولیوں کے لئے بھی گوشت بھجواتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھے جتنا رشک حضرت خدیجہؓ پر آتا ہے اتنا حضور ﷺ کی کسی بیوی پر نہیں آتا حالانکہ وہ میرے نکاح سے پہلے وفات پا چکی تھیں۔ اس وجہ سے اکثر آپ کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنتی تھی اور اللہ نے حضور ﷺ کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت خدیجہؓ کو جنت میں موتی کے محل کی بشارت دے اور آپ ﷺ بکری ذبح کرتے تو ان کی سہیلیوں کو اس میں سے گوشت بطور تحفہ بھیجتے تھے۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ کو پریشان کیا کیونکہ حضور

Marfat.com

ﷺ ہمیشہ حضرت خدیجہؓ کا تذکرہ کیا کرتے تھے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ :

"خدا تعالیٰ نے مجھے ان کی محبت عطا کی ہے"

اسی ضمن میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ :

"خدیجہؓ کی بہن ہالہ بن خویلد نے حضور ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے خدیجہؓ کا اجازت طلب کرنا سمجھا پھر آپ غم سے لرزنے لگے پھر فرمایا خدایا یہ تو ہالہ ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے بڑا رشک آیا تو میں نے کہا آپ بھی کسے یاد کرتے ہیں ایک سرخ رخساروں والی قریشی بڑھیا کو جسے فوت ہوئے عرصہ ہو گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بدل عطا کیا ہے"

علامہ ابن عبد البر نے الاسیحاب میں حضور ﷺ کی طرف سے جواب بھی درج کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ :

"بلکہ جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائی یوں نہیں بلکہ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو اس نے تصدیق کی تھی جب میرا کوئی مددگار نہ تھا وہی مددگار تھی نیز اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے امداد دی اور اس کے سوا سب بیویوں کو اس چیز سے محروم رکھا"

حضور ﷺ کثیر الازواج تھے مگر ہر بیوی سے آپ کی وفا کا یہ حال تھا کہ کسی زوجہ کو کبھی بھی بیگانگی کا احساس پیدا نہ ہونے دیا آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد باقی شادیاں کیں حضرت عائشہ سے آپ کو ﷺ خاص محبت تھی مگر اس سے دوسری ازواج کے حقوق میں کسی طرح کی کمی نہیں آنے دی۔

مرض الموت میں حضور ﷺ نے اپنی تمام بیویوں کی اجازت سے حضرت عائشہ کے حجرے میں رہنا پسند فرمایا تھا۔ اس سلسلے میں آپ کا اسوہ قرآن و حدیث کے درج ذیل احکامات کے مطابق تھا۔

وعاشروھن بالمعروف "اور اپنی بیویوں کے ساتھ بھلے طریقے سے رہو"

اس بارے میں چند احادیث یہ ہیں :

Marfat.com

خیر کم خیر کم لاھلہ و انا خیر کم لاھلی

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہوں"

" خیار کم خیار کم لنساء کم "

(تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لئے بہتر ہے)۔

گویا کامل مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے زیادہ بہتر ہو اور اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت ہی مہربان ہو۔

ایک مستشرق Rev V.C Badley نے آپ ﷺ کی مختلف عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس پہلو پر ان الفاظ میں حدیہ تحسین پیش کیا ہے:

"And preaching to his people he (MUHAMMAD) said, God enjoins you to treat women will for they are your mothers, daughters and aunts. The most perfect Muslim is he whose dispsition is best and the best of you are they who behave best with their wives. Thirteen hundred years ago Islam made a woman free and independent in the enjoyment of her possessions."

ایک شفیق باپ کی حیثیت سے بھی آپ کا اسوۂ قابل تقلید ہے آپ ﷺ کے چار بیٹے طاہر رضی اللہ عنہ، طیب رضی اللہ عنہ، قاسم رضی اللہ عنہ اور ابراھیم رضی اللہ عنہ تھے اور چار بیٹیاں زینب رضی اللہ عنہا، فاطمہ رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ آپ ﷺ نے اپنے بچوں کی پرورش احسن طریق پر کی ان سے محبت و شفقت کا سلوک کیا اور عام بچوں کے بارے میں بھی حضور ﷺ کا عمومی رویہ مشفقانہ اور ہمدردانہ ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح گھر میں غلاموں اور خادموں سے بھی آپ ﷺ کا سلوک بہت اچھا بلکہ مثالی تھا۔ اس طرح حضور ﷺ کی حیثیت ایک سربراہ خاندان کے لئے قابل نمونہ اور عمدہ مثال ہے۔

Marfat.com

2- ایک مثالی تاجر

رسول اکرم ﷺ ایک تاجر کی حیثیت سے بھی مثالی ہیں اور اس ضمن میں آپ کا اسوۂ حسنہ دوسروں کے لئے کامل طور پر رہنما ہے قبل از نبوت آپ ﷺ نے تجارت ہی کو بطور پیشہ اختیار فرمایا تھا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اہل مکہ کے شرفاء اور بالخصوص آپ کے قبیلے قریش کا یہی ذریعہ معاش تھا جیسا کہ قرآن حکیم کی سورۃ قریش میں ذکر کیا گیا ہے۔

لایلف قریش ○ ایلفهم رحلة الشتاء والصیف ○ فلیعبدوا رب هذا البیت ○ الذی اطعمهم من جوع ○ وامنهم من خوف ○ (قریش : 1-4)

(قریش کے مانوس کرنے کے لئے ان کو سردیوں اور گرمیوں میں سفر کے لئے مانوس کرنے کی خاطر پس چاہیئے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانا دیا اور خوف کی حالت میں بھی امن دیا)

اگرچہ منصب رسالت پر فائز ہونے سے پہلے تک ہی حضور ﷺ کا شغل تجارت جاری رہا ہے۔ تاہم آپ کا یہ دور تجارت بھی دنیا بھر کے تاجروں کے لئے اپنے اندر اعلیٰ نمونہ رکھتا ہے۔ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ بھی تاجر تھے اور حضور ﷺ نے بچپن میں بھی ان کی ہمراہی میں کئی تجارتی سفر کئے تھے۔ اس کے بعد آپ نے خود تنہا بھی کاروبار کی غرض سے مختلف علاقوں مثلاً شام، بصرہ اور یمن کا سفر کیا تھا۔ آپ نے شراکت کی بنیاد پر حضرت خدیجہؓ کے کاروبار میں بھی کام کیا جس کا تذکرہ کتب سیرت میں موجود ہے۔

ایک مستشرق James A. Michener اپنی تصنیف Islam; The Misunderstood religion میں حضور ﷺ کے کامیاب تاجر ہونے کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

"At twenty he was already a successful Businessman and

Marfat.com

soon became director of camel carvans for a wealthy widow. When he reached twenty five his employer recognizing his merit proposed marriage."

ایک مثالی تاجر کی حیثیت سے آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے جن ہدایات و تعلیمات کا مرقع پیش کرتا ہے اور ایک تاجر میں جو اچھے اوصاف ضروری ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

ایفائے عہد

ایک تاجر میں جن اخلاقی محاسن کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ایفائے عہد انہیں میں داخل ہے - کاروباری لین دین میں وعدے اور قول کی پاسداری ضروری ہے۔ حضور ﷺ نے وعدے کی پابندی کا بہترین اور مثالی نمونہ پیش کیا ہے سنن ابی داؤد "حضرت عبد اللہ بن ابی الخمساء بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے آنحضرت ﷺ سے خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کیا تھا، کچھ معاملہ ہو چکا تھا کچھ باقی تھا میں نے وعدہ کیا کہ پھر آؤں گا اتفاق سے تین دن تک مجھے وعدہ یاد نہ رہا تو تیسرے دن جب اسی جگہ پہنچا تو حضور ﷺ کو اس جگہ منتظر پایا لیکن اس خلاف وعدہ سے آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا صرف یہ فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی میں اسی مقام پر تین دن سے موجود ہوں"

آپ ﷺ نے اپنی امت کو یہاں تک تعلیم فرمائی۔

لا دین لمن لا عهد له (جس میں وعدے کی پاسداری نہیں اس میں ایمان نہیں)

اسی طرح حضرت قیس بن سائب رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہو کر آنحضور ﷺ کی مجلس اقدس میں حاضر ہوئے تو لوگوں نے ان کی خوبیاں بیان کیں تو حضور نے فرمایا :

"میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں قیس بن سائب رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ ﷺ میرے شریک تجارت تھے کتنے اچھے شریک تھے نہ کھینچا تانی کرتے نہ جھگڑا کرتے تھے"

Marfat.com

حضور ﷺ اپنی اسی امانت و صداقت کی وجہ سے الصادق و الامین مشہور تھے اور تاجر کے بارے میں آپ کا ارشاد گرامی یہ ہے :

التاجر الامین الصدیق مع الشهداء یوم القیامة

(دیانت دار اور راست گفتار تاجر قیامت کے روز شہیدوں میں سے اٹھایا جائے گا)

آپ ﷺ کی صداقت کے بارے میں ابو جہل کہتا تھا کہ "اے محمد ﷺ میں تم کو جھوٹا تو نہیں کہتا البتہ تم جو کہتے ہو میں اسے صحیح نہیں سمجھتا" آپ ﷺ کے سب سے بڑے دشمن کی گواہی بھی اس بارے میں آپ ﷺ کے حق میں ہے اس طرح ابو سفیان نے جب قیصر روم کے سامنے حضور ﷺ کے بارے میں یہ کہا تھا کہ اس نبی ﷺ نے کبھی جھوٹ کا ارتکاب نہیں کیا تو شہادت بھی ایک دشمن کی شہادت تھی جس سے زیادہ معتبر شہادت کا تصور ممکن نہیں۔ اسی طرح جب آپ نے اپنی قوم کو جب پہلے دین حق دعوت دی تھی تو کوہ صفا پر چڑھ کر آپ نے فرمایا تھا کہ اے لوگو! کہ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر تمہارے اوپر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم یقین کرتے ہو؟ پورا مجمع یک زبان بول اٹھا تھا کہ جی ہاں اس لئے کہ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔

ایک مثالی تاجر کی حیثیت سے آپ ﷺ نے جو اسوۂ کامل پیش کیا اسکے اہم نکات درج ذیل ہیں :

1- دھوکے اور خیانت سے پرہیز

حضور ﷺ نے کاروبار میں سے دھوکے' بد دیانتی اور ضرر رسانی سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ کے ارشادات یہ ہیں :

التاجر الامین الصید مع الشهداء یوم القیامة

(راست باز اور امانت دار تاجر قیامت کے روز شہیدوں کے ساتھ محشور ہو گا)

آپ ﷺ نے فرمایا :

Marfat.com

* بہترین کمائی صاف ستھری تجارت اور دستکاری ہے۔

* نہ نقصان اٹھایا جائے نہ ہی نقصان پہنچایا جائے۔

2- جھوٹی قسموں کی ممانعت

کاروباری لوگ وقتی منافع کی خاطر بعض اوقات جھوٹی قسمیں بھی کھا لیتے ہیں مگر آنحضرت ﷺ کا اسوہ اس بارے میں یہ ہے کہ تجارت میں جھوٹی قسمیں کھانا ممنوع ہے اس ضمن میں آپ ﷺ کے چند ارشادات یہ ہیں :

* قسم کھانے سے مال خرچ ہوتا ہے اور برکت جاتی رہتی ہے۔

* لین دین میں زیادہ قسمیں کھانے سے بچو کیونکہ اس سے ایک طرف مال خرچ ہوتا ہے تو دوسری جانب مال مٹ جاتا ہے۔

* تین قسم کے آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ تو بات کرے گا نہ انکی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا نہ انکو گناہوں سے پاک صاف کرے گا اور انکے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا "حضور ایسے نامراد لوگ کون سے ہیں۔ فرمایا تہبند لٹکانے والا ' احسان جتانے والا اور جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال بیچنے والا"

3- صحیح ناپ تول رکھنا

اسلام نے ناپ تول صحیح رکھنے کا حکم دیا ہے اس بارے قرآن حکیم میں ہے کہ :

" اوفوا الکیل اذاکلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم ذلک خیر و احسن تاویلا " (الاسراء : 35)

(کوئی چیز ناپ کر دو تو پوری دو اور جب تولو تو سیدھی ترازو سے تولو یہی اچھی بات اور انجام کے طور پر بہتر ہے)

Marfat.com

واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان (الرحمٰن : 9)

(اور انصاف سے وزن کیا کرو اور تول میں کمی نہ کیا کرو)

او فوالکیل ولا تکونوا من المخسرین (الشعراء :181)

(پیمانہ پورا بھر کر دیا کرو اور کم ناپنے والوں سے نہ ہو)

اس طرح حضور ﷺ نے بعض حرام اشیاء کی تجارت کو بھی حرام فرمایا ہے جیسے شراب اور سود کی تجارت حرام ہے۔ کاروبار اور نجی ضرورت دونوں کے لئے سود کو حرام قرار دیا۔ ناجائز دولت کو ممنوع قرار دیا۔ الغرض آپ نے تجارت کے شعبہ کے تمام غلط معاملات کو ختم کر کے ایک صالح اور پاکیزہ تجارت کی بنیاد رکھی۔ اعلیٰ اخلاقی اور انسانی قدروں کو عام کیا۔ تجارت کو بہترین ذریعہ معاش فرمایا۔

دور حاضر میں اہل اسلام بالخصوص اور دوسرے انسان بالعموم آپکے ان قیمتی ارشادات اور واضح تعلیمات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں جو معاشی استحصال ہو رہا ہے اور تجارت کے جو نت نئے ناجائز ہتھکنڈے ایجاد ہو رہے ہیں ان حالات میں صرف اور صرف ایک آپ ﷺ کا ہی اسوۂ حسنہ ہمارے تجارت پیشہ حضرات کے لئے رہنمائی کر سکتا ہے۔

4- بحیثیت انقلابی رہنما

رسول اکرم ﷺ نے اپنی دعوت و تحریک کے نتیجے میں معاشرے کے اندر جو عظیم الشان انقلاب برپا کیا اس کے اثرات اس قدر ہمہ گیر اور پائیدار ہیں کہ آپ ﷺ تاریخی اعتبار سے کامیاب ترین انقلابی رہنما کہلائے جا سکتے ہیں۔ آپ ﷺ کے لائے ہوئے انقلاب نے ایک جہاں بدل ڈالا۔ اپنے زمانے کی ایک انتہائی پس ماندہ قوم کو وقت کی سب سے بڑی ترقی یافتہ اور مہذب ترین قوم میں بدل ڈالا اور حیات انسانی کے تمام گوشوں پر نہایت گہرے اصلاحی اثرات چھوڑے۔

مشہور برطانوی دانشور GEORGE BERNARD SHAW نے حضور

Marfat.com

ﷺ کی عظیم شخصیت پر مسیحی لوگوں کے غلط اور بے ہودہ اعتراضات کو رد کرتے ہوئے آپ ﷺ کو انسانیت کا عظیم محسن قرار دیا ہے:

"The christians and their missionaries have presented a horrible picture of Islam. Not only that: They also carried out an organized and planned propaganda against the personality of Prophet Mohammad and the religion he preached. I have very carefully studied Islam and the life of its Prophet. I have done to both as a student of history and as a critic. And I have come to the conclusion that Muhammad was indeed a great man and a deliverer and a benefactor of mankind which was still then writhing under a most agonising pain."

دنیا میں اور بھی انقلابات آئے ہیں لیکن وہ زندگی کے صرف ایک دو پہلوؤں کو متاثر کرنے والے تھے۔ انقلابات بالعموم تخریب کاری، بغاوت اور فتنہ و فساد کا نتیجہ تھے - ان میں انسانی خون پانی کی طرح بہایا گیا' عصمتیں لٹیں' املاک تباہ ہوئیں، ظلم و ستم کے دیو استبداد نے رقص کیا لیکن آنحضرت ﷺ کی لائی ہوئی انقلابی دعوت کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں:

1- لوگ توحید پر یمان لائیں سب کی بندگی چھوڑ کر ایک اللہ کی بندگی اختیار کریں اور اس کے حکم کو واجب الاتباع قانون مانیں۔

2- محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا رسول مانیں اور اس ہدایت' تعلیم و قانون کی اطاعت کریں جو اللہ اور اس کے رسول کے ذریعہ سے پہنچے۔

3- قرآن کو اللہ کا پیغام مانیں اور اس کے فرمان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے واجب العمل تسلیم کریں۔

Marfat.com

4- آخرت پر ایمان لائیں اور یہ سمجھتے ہوئے دنیا میں کام کریں کہ آخر کار مرنے کے بعد ہمیں اپنے خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے۔

5- اخلاقی حسن و قبح کے ان ناقابل تغیر اصولوں کی پیروی اختیار کریں جو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب نے پیش کئے ہیں۔

6- انسانوں میں سے جو لوگ بھی اس دعوت کو قبول کریں وہ ایک ایسی امت بن جائیں جو اس دعوت کی علمبردار بن کر اٹھے اور اس کو غالب کرنے کے لئے جان و مال کی بازی لگا دینے پر تیار ہو جائے - وہ آپس میں پوری طرح متحد ہو اور اپنا ایک مستقل معاشرہ بنائیں۔

حضور ﷺ نے انہی نکات پر مشتمل انقلابی پروگرام کے لئے جدوجہد کی اور توفیق الٰہی سے بے مثال کامیابی ہوئی اور قرآن حکیم کی رو سے آپ کی بعثت کا مقصود بھی تھا۔ ارشاد الٰہی ہے کہ :

" هوالذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله و کفی بالله شهیدا " (الصف : 9)

(وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے اور اس پر اللہ تعالیٰ خود گواہ ہے)

چنانچہ قرآن کی یہ پیش گوئی کم سے کم جزیرہ نمائے عرب میں تو ہر لحاظ سے پوری ہوئی اور باقی دنیا کے بارے میں اس کی صداقت کا یہ عالم ہے کہ چودہ سو برس سے آج تک ہر دور میں دنیا کے ہر خطہ میں دین اسلام اپنے دلائل کی قوت ، اپنی فکر کی برتری اور اپنی حقانیت کی حقیقت اور اپنی جامعیت کے اعجاز کے پہلوؤں سے ہمیشہ فائق دارفع رہا ہے۔

اس طرح حضور ﷺ کا لایا ہوا انقلاب ایک ایسا انقلاب ہے جس میں فرد کی سیرت میں شخصی تبدیلی سے لیکر بین الاقوامی سطح پر انسانی انقلاب تک

Marfat.com

کیلئے شاندار اصول اور نتیجہ خیز طریق کار موجود ہے۔

انسانی تاریخ میں یہ ایک عجیب و غریب انقلاب ہے جو خود داعی انقلاب کی زندگی ہی میں اس کی آنکھوں کے سامنے برپا ہوتا ہے۔ اپنی اصل اور مثالی حالت میں وجود میں آتا ہے اور ایک فلاحی معاشرے کی تنظیم و تشکیل کرتا ہے۔ حق کا غلبہ اور بول بالا ہوتا ہے اور باطل خائب و خاسر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے :

وقل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا(الاسراء : 81)

(کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا، بیشک باطل بھاگ جانے والا ہے)

انسانی تاریخ میں اس سے بڑھ کر اور کوئی کامیاب انقلاب رونما نہیں ہوا جیسا کہ حضور ﷺ کے مبارک ہاتھوں نے برپا کیا۔ اس انقلاب نے ایک غیر متمدن قوم کو وقت کی سب سے زیارہ متمدن قوم بنایا اور ڈاکوؤں اور رہزنوں کو مال و دولت کا امین بنایا۔ اس نے شتربانی کرنیوالوں کو جہانبانی کے آداب سکھائے اخلاقی لحاظ سے کمتر لوگوں کو اخلاق کا معلم بنایا۔ منتشر افراد اور آپس میں لڑنے مرنے والوں کو ایک مرکزی حکومت عطا کی۔ ایک ایسا تمدن بخشا جو صدیوں تک عالم انسانی کی رہنمائی اور قیادت کرتا رہا۔ اس نقلاب نے عفو ودرگزر، شرافت و شائستگی، عظمت انسانی اور امن و استحکام کو جنم دیا۔ کیا پوری تاریخ عالم ایسے انقلاب کی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے؟

حضور ﷺ نے انقلاب کی تمام اہم شرائط کو ملحوظ رکھا۔ انقلاب کے فطری مراحل اور ترتیب کو پیش نظر رکھا۔ اپنی دعوت پھیلائی - اپنا نصب العین واضح کیا، اپنے ساتھیوں اور پیروکاروں کی اعلیٰ پیمانے پر ذہنی اور جسمانی تربیت کی، ان کو منظم کیا، انکی سیرت، ان کے اخلاق، ان کے رسم و رواج، ان کے عادات و خصائل سب کو ایک ہی مقصد کی خاطر بدلا اور ان کے ذریعے مطلوبہ نتائج حاصل کئے۔ باطل کے لشکروں سے ٹکر بھی لی، اور غلبہ پایا۔

Marfat.com

اس سلسلے میں محسن انسانیت کا مصنف لکھتا ہے :

محسن انسانیت نے جو انقلاب برپا کیا اسکی روح تشدد کی روح نہ تھی محبت و خیر خواہی کی روح تھی۔ حضور ﷺ انسانیت کے لئے حد درجہ رحمدل تھے اور ابنائے آدم کے ساتھ آپ ﷺ کو سچا پیار تھا۔

اپنی دعوت کی نوعیت کو آپ ﷺ نے مثال دے کر سمجھایا کہ تم لوگ پروانوں کی طرح آگ کے گڑھے کی طرف لپکتے ہو اور میں تم کو کمر سے پکڑ پکڑ کر بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ قرآن نے اسی لئے آپ کو رحمت قرار دیا۔ ذرا اس حقیقت پر غور کیجئے کہ وہ ہستی اتنا عظیم انقلاب لاتی ہے مگر تشدد سے کام لینے کی کوئی ایک مثال بھی نہیں ملتی۔ مدینہ حضور ﷺ کی دس سالہ زندگی میں سنگین درجے کی ایمرجنسی کے زیر سایہ رہا ہے۔ ہر آن حملے کا خطرہ رہتا۔ قریش نے تین بار بڑے بڑے حملے کیئے چھوٹی چھوٹی جھڑپوں اور سرحدی آویزشوں کے واقعات آئے دن ہوتے رہتے تھے۔ متفرق قبائل مدینہ پر دھاوا بولنے کے لئے کبھی ادھر سے سر اٹھاتے کبھی ادھر سے، بار بار فتنوں کی سرکوبی کے لئے مدینہ سے فوجی دستوں کی ترسیل ہوتی۔

راتوں کو فوجی پہرہ لگایا جاتا۔ غرضیکہ ایک جنگی کیمپ کی سی زندگی تھی۔ اس پر مستزاد یہودی اور منافقین کی سازشیں تھیں۔ جنگ کی سازشیں اسلامی معاشرہ کو پھاڑ دینے اور مختلف عناصر کو ٹکرا دینے کی سازشیں، حضور ﷺ کی قیادت کو ناکام کرنے کی سازش اور پھر اس زندگی بخش ہستی کو قتل کر دینے کی سازشیں۔ مگر حضور ﷺ نے کبھی اپنے لئے کوئی مستبدانہ اختیار حاصل کیا، نہ کوئی ہنگامی آرڈی ننس جاری کیا، نہ کوئی جابرانہ ایکٹ نافذ کیا، نہ کسی ایک فرد کو نظر بندی میں ڈالا، نہ کوئی ہنگامی عدالتیں بیٹھائیں، نہ تازیانے برسا کر لوگوں کی کھال ادھیڑی، نہ جرمانے اور تاوان ڈالے، نہ کسی شہری پر کوئی بار خدائی قانون سے تجاوز کر کے ڈالا، نہ اختلاف اور تنقید کا حق سلب کیا، نہ کسی

Marfat.com

کی زبان بندی کی اور نہ کسی پر پابندی عائد کی - حتی کہ عبداللہ بن ابی جیسے فتنہ پرداز تک سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ سارا دارومدار اپنی دعوت کی صداقت اور اپنے کردار کی پاکیزگی پر رکھا۔ کبھی کسی پر دھونس نہیں جمائی، کبھی رعونت نہیں دکھائی، کبھی کسی کی انسانیت کی تحقیر نہیں کی۔ کبھی اکڑفوں سے کام نہیں لیا بلکہ دوسروں کی رعونتوں کو صبر سے برداشت کیا، یہی وجہ تھی کہ دشمنوں کے دل مسخر ہو جاتے تھے - ساتھ آنے والے دیدہ و دل فرش راہ کرتے تھے۔

مخالفت کرنے والے اپنے آپ کو پست اور ذلیل محسوس کرتے تھے اور پھر جب حضور ﷺ کی صداقت و شرافت کے آگے سر جھکا دیتے تھے تو ان میں ایسی تبدیلی آتی تھی کہ گویا کایا ہی پلٹ گئی۔ الغرض ایک انقلابی رہنما کی حیثیت سے بھی حضور ﷺ کی زندگی ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے جو اسلامی انقلاب کے لئے ہر دور میں اہل حق کے لئے رہنمائی کر سکتا ہے۔

4- بحیثیت سپہ سالار

محمد مصطفےٰ ﷺ کی مثالی حیثیت کے مطالعہ میں ایک ﷺ اہم پہلو آپ کی وہ حیثیت ہے جو بطور سپہ سالار فوج آپ نے پیش کی ہے اور آپ ﷺ کی زندگی کا یہ پہلو بھی آپ ﷺ کی زندگی کے دوسرے پہلوؤں کی طرح روشن و تابناک اور اسوۂ کامل ہے - یہ درست ہے کہ آپ کو حق پرستی کی خاطر ان تمام جنگوں میں تائید ایزدی حاصل رہی مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے کہ آپ کی فتح و کامرانی صرف خرق عادت یا معجزے کا نتیجہ رہی بلکہ اس میں بہت کچھ آپ ﷺ کی حکمت عملی، تربیت اور معاملہ فہمی وغیرہ کا عمل دخل تھا۔

آپ ﷺ کی قیادت میں بلند ہمتی اور عزیمت و استقامت تھی پھر آپ

Marfat.com

ﷺ نے تو اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے یہ ساری لشکر کشی فرمائی اور دنیا کے دوسرے جنگ آزماؤں کی طرح آپ ﷺ کی جنگوں کا مقصد کشور کشائی یا ہوس ملک گیری ہرگز نہیں تھا۔ پھر اسلامی مقصد جنگ کی رو سے دشمن کو ہلاک کرنا، بستیوں کو ویران کرنا اور کھیتوں کو اجاڑنا کوئی مقصد نہیں ہے بلکہ اصل مقصد ظلم کا خاتمہ اور شر کو روکنا ہے۔ آپ ﷺ نے تمام جنگیں اسی پاکیزہ مقصد کی خاطر لڑیں۔ اس سلسلے میں ماہر حربیات بریگیڈیر گلزار احمد لکھتے ہیں :

" تاریخ جنگ میں کئی مثالیں ملیں گی جہاں پر آزادی کے نام پر تلوار اٹھائی گئی مگر ان جنگوں کے اختتام پر آزادی کے نام لیواؤں نے دوسرے کی آزادی سلب کرنے سے دریغ نہ کیا۔ تاریخ میں امن اور صلح کے نام پر بھی جنگ شروع کی گئی مگر ان جنگوں نے لاتعداد انسانی بستیوں کو امن و امان سے محروم کر دیا۔ دنیا میں کئی بار دین و مذہب کے نام پر دست شمشیر بلند ہوا مگر اس ہاتھ نے جنگ کے دوران خود اپنے دین کے احکام اور اصولوں کو پامال کیا۔ حضور ﷺ کی جنگ واحد جنگ ہے جس کے اختتام پر مفتوح کو آزادی ملی اور ہارے ہوؤں کو پہلے سے کہیں زیادہ امن و امان اور خوشحالی و فراوانی نصیب ہوئی اور نظریہ حیات کے ایک اصول یا ایک حکم کو بھی فراموش نہیں کیا گیا "۔

آپ ﷺ کے کئی غزوات کا مقصد صرف دو صورتوں میں ظاہر ہوا ہے یا تو اپنے دفاع کے لئے جنگیں لڑی گئیں یا پھر اصلاح انسانیت اور قیام امن کی خاطر جنگی اقدامات کیے گئے۔ اس بارے میں بھی بریگیڈیئر گلزار احمد لکھتے ہیں۔

" عہد حاضر کی جنگوں میں فریقین کی فوجوں کے پیش نظریہ مقصد ہوتا ہے کہ دشمن کی افواج کو تباہ کیا جائے یا اس کے ملک کو تباہ کیا جائے کہ وہ اپنی قوت ارادی کھو کر فاتح کے احکام قبول کرنے پر مجبور ہو جائے۔

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ عہد جدید کی جنگوں میں تباہی اور بربادی اس شدت تک پہنچ چکی ہے کہ جنگ کے بعد طرفین کی بستیاں ملبے کے ڈھیر نظر آتی ہیں اور فاتح و مفتوح اقتصادی طور پر تباہ و برباد ہو چکے ہوتے ہیں۔

برطانیہ گذشتہ دو جنگوں میں فاتح بن کر نمودار ہوا ہے مگر ان فتوحات کے نتیجے میں سیاسی اور اقتصادی طور پر وہ اپنی پہلی حالت کا عشیر بھی قائم نہیں رکھ سکا۔ ان ہی جنگوں کے نتیجے میں "جنگ برائے اختتام جنگ" کا نعرہ بے معنی ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر تاریخ عالم کی کسی جنگ سے جنگ کا اختتام وجود میں آیا تو وہ حضور ﷺ کی جنگ تھی جو نو سال کے بعد جزیرہ العرب کی صرف امن و امان ہی نہیں بلکہ اسے وہ مقام عطا کر گئی کہ جنہوں نے کعبۃ اللہ کی دیوار کے سائے میں گردنیں جھکالی تھیں جو آزاد کر دیئے گئے تھے وہ فاتح بن کر افق عالم پر پر نمودار ہوئے۔ عالم انسانی کی جنگوں کی تاریخ میں اگر کبھی کسی فاتح کو اپنے مقصد یعنی قیام امن اور عدل انصاف فراواں ہونا کلی طور پر حاصل ہوا ہے تو وہ صرف حضور ﷺ کی مثال ہے ورنہ کبھی کسی اور فاتح نے اپنا مقصد کلی طور پر حاصل نہیں کیا ہے"۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کم سے کم جانی و مالی نقصان کی بنیاد پر زیادہ سے زیادہ جنگی کامیابیاں حاصل کیں۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کا مقصد کشور کشائی نہیں بلکہ اللہ کے دین کو بلند کرنے کی خاطر آپ نے جنگوں میں حصہ لیا ہے جنگ کے اصولی مقصد قیام امن و عدل کو حاصل کیا ہے اور گمراہی اور ظلم کا خاتمہ کیا ہے۔

دور حاضر کا ایک سیرت نگار شیت خطاب آنحضرت ﷺ کی فتح و کامرانی کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے :

رسولؐ کریم ﷺ کی فتح و نصرت کے چار اسباب ہیں ایک یہ کہ آپ ﷺ کی اعلیٰ قیادت، دوسرے آپ ﷺ کے ابتدائی تربیت یافتہ مسلمان، تیسرے آپ

Marfat.com

ﷺ کے دشمن کے مقابل میں امن اور عدل کی خاطر جنگ کرنا اور چوتھے یہ کہ آپ ﷺ کے مخالفین عرب تھے یا رومی یا ایرانی۔

ایک سپہ سالار کے طور پر حضور ﷺ کی مثالی حیثیت میں ہمیں جو اسوۂ حسنہ ملتا ہے وہ یہ ہے کہ اول تو جنگ کا مقصد ہی کشور کشائی نہیں بلکہ دنیا میں امن و امان اور عدل و انصاف کا قیام ہے پھر آپ ﷺ نے جنگ کا پورا ضابطہ اخلاق دیا ہے۔ مثلاً"

1- دشمن پر غفلت میں حملہ نہ کیا جائے۔
2- کسی دشمن (بلکہ کسی انسان کو بھی) آگ میں نہ جلایا جائے۔
3- عین حالت جنگ میں بھی معاہدے کی پابندی کی جائے۔
4- صلح کی صورت میں منصفانہ شرائط رکھی جائیں اور صلح نامے کی پابندی کی جائے۔
5- لوٹ مار کرنے کی ممانعت ہے۔
4- بستیوں کو ویران کرنا یا کھیتوں کو اجاڑنا منع ہے۔
7- مثلہ کرنے کی ممانعت۔
8- قیدیوں کو قتل نہ کرنا۔
9- بد عہدی نہ کرنا۔
10- سفیر کی حفاظت کرنا۔
11- عبادت خانوں کو نہ گرانا اور راہبوں کو نہ ستانا۔
12- جانوروں کو ہلاک نہ کرنا۔
13- غیر مقاتلین مثلاً عورتوں اور بچوں کے قتل سے بچنا۔

حضور اقدس ﷺ نے اپنی فوج کے افراد کی تربیت ایسے اعلیٰ معیار پر کی تھی کہ آپ ﷺ کی فوج کے ایک ایک سپاہی کا کردار مثالی نظر آتا ہے۔ حضور ﷺ کی سپاہیانہ قابلیت کا ایک پہلو اپنی فوج کو صحیح تربیت دینا بھی ہے۔

Marfat.com

مشہور یورپی فاتح نپولین نے حضور ﷺ کی عسکری صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو عالم انسان کا ایک عظیم رہنما قرار دیا ہے اس کے اعتراف کا ایک حصہ قارئین کرام کے لئے پیش خدمت ہے:

"His followers conquered half of the world in a short time and the discipline which they maintained under his leadership was simply marvellous, and so was their bravery, courage and devotion to the cause which they loved and cherished. This coupled with the contempt for death as taught by their leader, made them great soldiers and fighters like of whom history rearely produces.

I simply marvel at the achivements of this son of desert within a period of 15 years only a thing which Moses and Christ could not do in fifteen hundred years.

I salute this great man; I salute his qualities of head and heart."

الغرض حضرت محمد ﷺ ایک مثالی سپہ سالار کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان تمام اوصاف سے متصف ہیں جن کی ضرورت و اہمیت ایک سپہ سالار میں مسلم سمجھی جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے جنگی حکمت عملی میں نئے نئے طریق اور تجربے متعارف کرائے۔ جدید ترین ہتھیاروں سے کام لیا اور دشمن کے مقابلے میں ایک کامیاب اور فتح یاب جرنیل کی حیثیت سے کاروائیاں فرمائیں۔ اس باب میں بھی آپ ﷺ کا اسوہ مثالی ہے۔

Marfat.com

اعتماد کامل اور قول و فعل کی مطابقت

کوئی مصلح یا داعی اپنی دعوت کا کامل نمونہ اسی وقت بن سکتا ہے جب اسے اپنی دعوت پر کامل اعتماد بلکہ یقین کامل میسر ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کے قول و فعل میں بھی ذرا بھی تضاد نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ میں یہ دونوں خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ لالچ، خوف، مصیبت اور آزمائش سے یکسر بے نیاز ہو کر پوری جراءت و یقین کے ساتھ اپنی دعوت پیش کرتے تھے۔ سننے والوں کے دل مسحور ہوتے اور ان کے دل گواہی دیتے کہ یہ شخص جھوٹا یا منافق نہیں ہو سکتا بلکہ نہایت مخلص ہے۔ آپ ﷺ کے دل سے جو بات نکلتی دوسروں کے دل پر اثر کرتی اور جب لوگ یہ دیکھتے کہ آپ ﷺ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کے مطابق آپ ﷺ کا عمل بھی ہے تو قبول حق کے لئے دل آمادہ ہو جاتے۔

حضور ﷺ کی نجی، گھریلو اور سماجی زندگی کے تمام معاملات قول کے مطابق تھے کہ آپ ﷺ اپنی تعلیمات میں مخلص ہیں۔ دوسروں سے جس چیز کا مطالبہ کرتے ہیں خود اس پر دوسروں سے زیادہ عمل پیرا ہیں۔ آپ ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی کے پورے تیس برس میں مخالفین نے آپ ﷺ پر طرح طرح کے الزامات اور اعتراضات کئے مگر اس سارے عرصہ میں کبھی کسی زبان نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے۔ یہ قول و فعل کی مطابقت اور اخلاص عمل ہی کا فیضان تھا کہ لوگ آپ ﷺ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے جو شخص بھی آپ ﷺ سے قریب ہوتا آپ ﷺ کی بابرکت زندگی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ ایسی بھی صورت حال تھی جس کے پیش نظر مشرکین مکہ آپ ﷺ کو جادوگر، کاہن اور شاعر کے القابات سے یاد کرتے اور لوگوں کو آپ ﷺ کی قربت سے دور

Marfat.com

رکھنے کی کوشش کرتے - وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کی دعوت و تعلیم اور آپ ﷺ کا طرز عمل ایسا نہیں جو کسی حق شناس اور حق جو طبیعت کو آپ ﷺ کا گرویدہ نہ کر دے۔

لوگوں کو حضور ﷺ عبادت الٰہی کی دعوت دیتے تو اس دعوت کے ساتھ آپ ﷺ کا اسوۂ عمل یہ تھا کہ آپ ﷺ راتوں کو قیام فرماتے اور عبادت الٰہی میں اتنے مشغول ہوتے کہ پاؤں مبارک سوج جاتے ' ایک بار حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ حضور آپ ﷺ کی اگلی پچھلی ساری لغزشیں خدا تعالیٰ نے معاف فرمادی ہیں ' پھر آپ ﷺ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں اس پر حضور ﷺ نے فرمایا :

افلااکون عبدالشکورا (تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں)

یہی سبب ہے کہ آپ ﷺ مشاہیر عالم کی صف میں سب سے الگ اور ممتاز ہیں کہ کسی اور میں آپ ﷺ جیسی جامعیت اور قابلیت نہیں اور کوئی ایسا نہیں جس میں آپ ﷺ کی ذات بابرکت کی طرح سارے جہاں کے انسانوں کے لئے اوصاف و کمالات جمع ہو گئے ہوں۔

مشہور فرانسیسی مفکر LAMARTINE حضور ﷺ کی مجمع کمالات ہمہ پہلو شخصیت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے:

"Philopher, Orator, apostle, legislator , warrior, Conquerer of ideas, restorer of rational dogmas of a cult without images, the founder of twenty territoral empires and one spirtual empire, that is MUHAMMAD. As regards all standards by which human greatness may be measured, we may well ask, is there any man greater than he?"

Marfat.com

اس مثالی پیغمبر ﷺ کے کمالات کا شمار ناممکن ہے جس کے ہاں ہر انسانی خوبی وکمال ملتا ہے۔ ہر اعلیٰ نظریہ پایا جاتا ہے بلند اخلاق کی تعلیم ملتی ہے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ہدایات ملتی ہیں۔ آپ ﷺ کی دعوت و تعلیم میں روحانی تعمیر و ترقی کے لئے سیاست کے لئے معاشرت کے لئے تہذیب وتمدن کے لئے اور اعلیٰ انسانی اقدار کے تحفظ و ارتقاء کے لئے غرض ہر قوم کے لئے ہر شعبہ حیات میں رہنمائی موجود ہے۔

آپ ﷺ کے مثالی کردار کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خود رب کائنات نے فرمایا:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

Marfat.com

ورفعنالک ذکرک

کیا آج اس محسوس و مشہود روئے زمین پر اس دور دور پھیلی ہوئی وسیع دھرتی پر کوئی دن، کوئی رات، کوئی گھڑی، کوئی پل، کوئی لمحہ ایسا گزرتا ہے جس میں انسانیت کے سب سے بڑے محسن اور معلم اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد عربی ﷺ کا مبارک ذکر نہ ہو رہا ہو؟ میناروں سے بلند ہونے والی اذانوں میں مساجد میں ادا ہونیوالی نمازوں میں سیرت اور اسلامی موضوعات پر منعقد ہونے والے جلسوں میں حضور ﷺ کا پیارا نام فضاؤں میں ارتعاش پیدا کرتا کانوں میں رس گھولتا روح و قلب کو گرماتا ایمان کو تازگی اور حلاوت بخشتا، قرآن حکیم کی آیت کریمہ "ورفعنا لک ذکرک" کی صداقت پر گواہی دیتا نظر آتا ہے۔

اس آیت کریمہ کا نزول سوا چودہ سو برس پہلے ہوا تھا۔ تاریخ کے اس دور پر نظر دوڑائیے۔ مکہ کی گلیوں میں "فرد واحد" لوگوں کو توحید کی دعوت دے رہا ہے لیکن انواع و اقسام کے بتوں کی پرستش کرنے والے، آباؤ اجداد کی اندھی پیروی کرنے والے، شرک کی مروج صورتوں پر پورے عزم و یقین سے کار بند مشرکین پر توحید کا یہ پیغام بجلی بن کر گرتا ہے۔ وہ عظیم ہستی، جو توحید کا پیغام دینے سے قبل لوگوں کے اعتماد اور امانات کا مرکز، مکہ میں صادق و امین کے القاب سے معروف، حجر اسود کے نصب ہونے کے موقع پر قبائلی بغض و عناد کو اتحاد و اتفاق میں بدلنے والی صلح و امن کی داعی حیا داری اور اخلاق فاضلہ سے آراستہ ہونے کی بنا پر لوگوں کی تحسین و ستائش کا محور تھی اعلان نبوت کے بعد یکایک لوگوں کی کھلی عداوت کا مرکز قرار پاتی ہے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے ان حالات کی کتنی خوبصورت عکاسی کی ہے!

"نبوت کا بار امانت کوئی معمولی بوجھ نہ تھا یہ وہ کوہ گراں تھا جسے آسمانوں اور پہاڑوں نے بھی اٹھانے سے معذوری ظاہر کر دی تھی، حضور نبی کریم ﷺ نے

Marfat.com

دعوت توحید کا آغاز کیا تو مکہ کی ساری فضا سلگنے لگ گئی۔ لوگوں کے اطوار بدل گئے' ہر چہرہ پر نفرت' ہر آنکھ میں عناد کے شعلے ناچنے لگے" (1)

ایسے دلگداز اور روح فرسا حالات میں' حکیم و خبیر رب کائنات کی طرف سے سورۃ الانشراح کا نزول وقت کے عین تقاضوں کی مطابق ہوا۔ جسٹس صاحب کے بقول : "ان سراسر ناموافق حالات میں قلب نبوت کے لئے راحت و سکون کا اگر کوئی پیغام ہو سکتا تھا تو وہ اس کے کریم پروردگار کا ہی ارشاد ہو سکتا تھا چنانچہ جبرائیل امین حاضر ہوئے اور یہ سورت اپنے ملکوتی اور نوارنی ہونٹوں سے تلاوت کر کے سنائی' ہر آیت میں ایک عظیم احسان کا مژدہ' ہر آیت میں دلجوئی اور بندہ نوازی اپنے جوبن پر ہے" (2)

لیکن ایسے سنگین حالات میں کیا کوئی بھی شخص یہ تصور کر سکتا تھا' کسی کے وہم گمان میں بھی یہ بات آ سکتی تھی کہ آنے والے زمانوں میں حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت کا آوازہ اس قدر بلند ہو گا ؟

آیئے اب ذرا اس آیت کریمہ کی روشنی میں حضور ﷺ کے رفع ذکر کے مختلف اور متنوع پہلوؤں کا تحقیقی مطالعہ کریں۔ سب سے پہلے ہم کتاب و سنت کی روشنی میں اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

مشہور مفسر ابن کثیر نے اس آیت کریمہ کی تشریح میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا :

" اتانی جبریل فقال : ان ربی و ربک یقول : کیف رفعت ذکرک؟ قال : اللہ اعلم قال : اذا ذکرت ذکرت معی" (3)

"جبریلؑ میرے پاس آئے اور کہا کہ بے شک میرا رب اور آپ کا رب فرماتا ہے میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے؟ حضور ﷺ نے کہا : اللہ ہی سب سے بڑھ کر جاننے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا : جب میرا ذکر کیا جائیگا تو میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی کیا جائے گا"

Marfat.com

قرآن حکیم کی بکثرت آیات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ اللہ کے رسول مکرم ﷺ کا ذکر آیا ہے یہاں صرف چند آیات بیان کی جاتی ہیں سورۃ التوبہ میں مومنین کی صفات کا ذکر ہے :

" والمومنون والمومنت بعضهم اولياء بعض يامرون بالمعروف و ينهون عن المنكر ويقيمون الصلوة و يوتون الزكوة و يطيعون الله و رسوله اولئك سير حمهم الله ان الله عزيز حكيم " (4)

" اور ایمان والے' اور ایمان والیاں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ نیک باتوں کا آپس میں حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے رہتے ہیں' اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوۃ دیتے رہتے ہیں' اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہتے ہیں۔ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ضرور ان پر رحمت کرے گا' بے شک اللہ بڑا اختیار والا بڑا حکمت والا ہے "

اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کے اتباع کی تلقین سے متصل یہ ارشاد فرمایا :

" قل اطيعو الله و الرسول فان تولو افان الله لا يحب الكفرين (5)

" آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو' اس پر بھی اگر وہ روگرداں رہیں تو اللہ کافروں سے ذرا بھی محبت نہیں کرتا "

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کی حدود کے بیان کے ساتھ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کو جنت میں داخلے کا ذریعہ قرار دیا گیا :

" تلك حدود الله ومن يطع الله و رسوله يدخله جنت تجرى من تحتها الانهر خلدين فيها و ذلك الفوز العظيم " (6)

" یہ سب خداوندی ضابطے ہیں' اور جو کوئی اللہ اور رسول کی پوری اطاعت کرے گا اللہ اسے بہشت کے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی ' ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے "

اسی سورت میں اسلامی تمدن اور حکمرانی کے اصول و آداب کی اساسی رہنمائی

Marfat.com

کی نشاندہی کی گئی ہے :

" یایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیر واحسن تاویلا " (7)

" اے ایمان والو ! اللہ کی اطاعت کرو' اور رسول کی اور اپنے میں سے اہل اختیار کی اطاعت کرو' پھر اگر تم میں باہم اختلاف ہو جائے کسی چیز میں' تو' اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دیا کرو' اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو' یہی بہتر بھی ہے اور انجام کے لحاظ سے اچھا بھی "

اس مضمون سے قریب ہی انبیاء' صدیقین' شہداء' صالحین کی حسن رفاقت کے حصول کی راہ اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کے حوالے سے یوں سمجھائی گئی ہے :

" و من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علھیم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین و حسن اولئک رفیقا " (8)

" اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا' تو ایسے لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے اپنا خاص انعام کیا ہے' یعنی پیغمبر اولیاء شہداء' اور صالحین اور یہ کیسے اچھے رفیق ہیں "

سورۃ انفال کے آغاز میں ہی اللہ اور رسول کا ذکر دو بار کیا گیا ہے :

" یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ و الرسول' فاتقو اللہ و اصلحوا ذات بینکم و اطیعو اللہ ور سولہ ان کنتم مومنین " (9)

" یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں' آپ کہ دیجئے کہ غنیمتیں اللہ کی ملک ہیں' اور رسول کی ' پس اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے آپ کی اصلاح کرتے رہو' اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو' اگر تم ایمان رکھتے ہو "

Marfat.com

ایک اور آیت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عطا کا دو بار اکٹھا ذکر کیا گیا ہے :

" ولوانھم رضوا ماآتھم اللہ و رسولہ و قالو احسبنا اللہ سیوتینا اللہ من فضلہ و رسولہ انا الی اللہ راغبون " (10)

" کاش یہ اس پر راضی ہوتے، جو کچھ انہیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا تھا، اور کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے، اللہ ہم کو اپنے فضل سے اور رسول بھی اور دیں گے۔ ہم تو اللہ ہی کی طرف راغب ہیں "

اس آیت میں حضور ﷺ کے " بلاغ مبین " کا فریضہ ادا کرنے کے بعد تمام تر ذمہ داری روگردانی کرنے والوں پر ڈالی گئی ہے :

" قل اطیعو اللہ و اطیعو الرسول فان تولوا فانما علیہ ماحمل و علیکم ماحملتم و ان تطیعوہ تھتدوا و ما علی الرسول الا البلغ المبین " (11)

" آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اللہ کی عبادت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر رو گردانی کرو گے تو سمجھ لو کہ رسول کے ذمہ اسی قدر ہے، جس کا بار ان پر رکھا گیا ہے اور تمہارے اوپر اسی قدر جس کا بار تمہارے اوپر رکھا گیا ہے اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو ہدایت پا جاؤ گے، اور رسول کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے "

سورۃ الاحزاب میں جہاں اللہ تعالیٰ نے فرزندن توحید کو تقویٰ اور صالح اعمال اختیار کرنے پر مغفرت اور بخشش کی نوید مسرت سنائی ہے وہاں اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کو بڑی کامیابی قرار دیا ہے :

" و من یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوز اعظیما " (12)

" اور جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی، اس نے حقیقی کامیاب حاصل کی "

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر اپنی رافت و رحمت کے ذکر سے متصل اللہ اور اس

Marfat.com

کے رسول ﷺ کی اطاعت کی تلقین فرمائی ہے :

" ء اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوا کم صدقت فاذلم تفعلوا و تاب اللہ علیکم فاقیموا الصلاۃ واتوا الزکوۃ واطیعوا اللہ و رسولہ و اللہ خبیر بما تعملون " (13)

" کیا تم اس سرگوشی سے پہلے خیرات کے حکم سے ڈر گئے ' سو خیر' جب تم نہ کر سکے اور اللہ نے تمہارے حال پر توجہ فرمائی ' تو تم نماز کے پابند رہو' اور زکوۃ دیا کرو اور کہا مانو اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ کو پوری خبر ہے تمہارے اعمال کی "

درج ذیل آیات میں اہل ایمان کو مصیبت کی اڈتی ہوئی گھٹاؤں میں اپنے معبود حقیقی سے کامل وابستگی کی تلقین اور اس کی عطا فرمودہ ہدایت کی نعمت کے ذکر میں اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا :

" ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ و من یومن باللہ یھد قلبہ و اللہ بکل شئی علیم و اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلغ المبین (14)

" کوئی مصیبت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آتی' اور جو کوئی اللہ پر ایمان رکھتا ہے' اور اسے راہ دکھاتا ہے' اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ تم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی' پھر اگر تم نے روگردانی کی تو ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے "

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ پورا قرآن حکیم ہی عظمت مصطفیٰ ﷺ اور حضور ﷺ کی رفعتوں کے ذکر سے معمور ہے۔ مذکور بالا چند آیات پر ہی نظر ڈالیں۔ حیات انسانی کے مختلف شعبوں اور گوشوں میں فرزندان توحید کو رہنما اور زریں اصول عطا کئے جا رہے ہیں۔ اطاعت رسول اور حدیث و سنت کی شرعی' معاشرتی اور بالخصوص آئینی حیثیت کو اجاگر کیا جا رہا ہے لیکن وہ خاص بات جس کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ انا ذکرت ذکرت معی

Marfat.com

کے ارشاد کے مطابق رب کائنات نے اپنے محبوب اور عبد کامل کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ متصل بیان فرما کر حضور ﷺ کے رفع ذکر کی طرف اشارہ فرما دیا اور پھر اسے اتنی وسعت عطا فرمائی کہ ہر نئے مرحلے پر حضور ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں کا ذکر وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

امام رازی نے بڑی عمدگی سے حضور ﷺ کے رفع ذکر کے مختلف پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے :

" و اعلم انه عام فی کل ما ذکر وہ من النبوة و شهرته فی الارض و السموت اسمه مکتوب و انه یذکر معه فی الشهادة و التشهد و انه تعالیٰ ذکره فی الکتب المتقدمة و انتشار ذکره فی الافاق و انه ختمت به النبوة و انه یذکر فی الخطب و الا ذان و مفاتیح الرسائل و عندالختم و جعل ذکره فی القرآن مقرو نا بذکره" (15)

" اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ آسمان و زمین میں آپ ﷺ کی نبوت اور شہرت کو شامل ہے۔ آپ ﷺ کا نام گرامی لکھا ہوا ہے۔ شہادت اور تشہد میں بھی آپ ﷺ کا ذکر موجود ہے۔ علاوہ ازیں اللہ رب العزت نے کتب سابقہ میں بھی آپ ﷺ کا ذکر کیا ہے اور سارے عالم میں اس کو پھیلا دیا ہے۔ نبوت آپ ﷺ پر ختم ہوئی۔ خطبہ ' اذان' خطوط کے آغاز و اختتام میں آپ ﷺ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ نے اپنے نام کے ساتھ آپ ﷺ کے نام کے ذکر فرمایا ہے "

امام قرطبی نے " ورفعنالک ذکرک " کی تشریح میں بعض مزید گوشوں کا بھی ذکر کیا ہے :

" وروی عن الضحاک عن ابن عباس قال : یقول له لاذکرت معی فی الاذان و الاقامة و التشهد ویوم الجمعة علی المنابر و یوم الفطر و یوم الاضحی و ایام التشریق و یوم عرفة و عند الجمار و علی الصفا و المروة و فی خطبة النکاح و فی مشارق الارض و مغاربها ___ " (16)

Marfat.com

"ضحاک ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جہاں میرا ذکر ہوتا ہے وہاں آپ ﷺ کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اذاں، اقامت، تشہد، جمعہ کے دن، جمعرات کے موقعہ پر، صفا اور مروہ کے درمیان، خطبہ نکاح میں بھی روئے زمین کی ہر سمت مشرق و مغرب میں بھی"۔

امام قرطبی نے ایک مثال سے واضح کیا ہے کہ بالفرض کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اسکی حمد و ثنا بیان کرے، جنت، دوزخ، ہر شے کی تصدیق کرے لیکن حضور رسالتماب ﷺ کی رسالت کی گواہی نہ دے تو اسے کوئی نفع حاصل نہ ہوگا اور وہ کافر ہی شمار ہوگا۔

سید قطب شہید نے حضور ﷺ کے رفع ذکر کے اس منفرد اعزاز کو بڑے فکر انگیز انداز میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

" ورفعنالک ذکرک " ___ رفعناه فی الملاء الاعلیٰ ورفعنا فی الارضٰ ورفعناه فی هذا الوجود جمیعا ___ رفعناه فجعلنا اسمک مقرونا باسم اللّٰه کلما تحرکت به الشفاة : " لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه" ولیس بعد هذا رفعٰ ولیس وراءٰ هذا منزلةٰ و هوا المقام الذی تفردبه صلی اللّٰه علیه وسلم دون سائر العالمین ___ ورفعنا لک ذکرک فی اللوح المحفوظٰ حین قدر اللّٰه ان تمر القرون و تکرالا جیال : وملا یین الشفاء ه فی کل مکان تهتف بهذا الاسم الکریم مع الصلاة و التسلیم و الحب العمیق العظیم ورفعنا لک ذکر ک وقدار تبط بهذا المنهج الالهی الرفیع و کان مجعر دالاختیار لهذا الامر رفعة ذکر لم ینلها الحد من قبل ولا من بعد فی هذا الوجود ___ " (17)

" ہم نے ملاء اعلیٰ، زمین اور تمام موجودات میں آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کیا ہم نے آپ ﷺ کے نام کو اللہ کے ساتھ بیان کیا۔ جب بھی (انسان) لا الہٰ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اپنے منہ سے ادا کرے گا اس بلندی اور عظمت کے بعد بلندی و رفعت کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ مقام صرف آپ ﷺ کو عطا ہوا۔ لوح محفوظ

Marfat.com

میں بھی ہم نے ذکر بلند کیا۔ نسل در نسل ہر مکان و زمان میں آپ ﷺ کے اسم مبارک آنے پر محبت و احترام سے درودو سلام بھیجا جاتا رہے گا"

عظمت مصطفیٰ ﷺ کے بے حد و شمار پہلو ہیں اور ان میں سے رفع ذکر کا یہ پہلو اتنا وسیع ہے کہ مفسرین میں سے متقدمین اور متاخرین نے جس شرح و بسط سے اس پر لکھا ہے اسے جمع کیا جائے تو ایک بہت بڑی ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے لیکن اختصار کے پیش نظر آپ ﷺ کے رفع ذکر کے مختلف ان گنت مراحل میں سے فقط دو مراحل کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا مرحلہ

پہلا مرحلہ حضور ﷺ کے ظہور قدسی سے پہلے کا ہے یہ مرحلہ معلوم تاریخ (Known History) کے مطابق ہزاروں برس پہلے اور سائنسی تحقیق کے مطابق کروڑوں سال پہلے ہوا ہم اس مرحلے کے صرف دو پہلوؤں کے مختصر ذکر پر اکتفا کر یں گے۔ ایک پہلو نور محمدی ﷺ کی تخلیق کے بیان پر مشتمل ہے اور دوسرا پہلو حضور ﷺ سے متعلق ان بشارات پر مبنی ہے جن کا ذکر قرآن حکیم سے پہلے نازل ہونے والی کتب مقدسہ میں کیا گیا ہے۔

قرآن حکیم میں متعدد آیات میں حضور اکرم ﷺ کی ان رفعتوں اور عظمتوں کا ذکر ہے جو آپ کے ظہور قدسی اور اعلان نبوت سے بہت قبل زمانے سے متعلق ہیں بخوف طوالت یہاں صرف ایک آیت کا ذکر کیا جاتا ہے :

" و اذا اخذ اللہ میثٰق النبیین لما اتیتکم من کتب و حکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ و لتنصر نہ قال اقر رتم و اخذتم علی ذلکم اصری قالو اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشھدین فمن تولی بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون " (18)

" اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے انبیاء سے عہد لیا' جو کچھ میں تم کو کتاب و

Marfat.com

حکمت کی قسم سے دوں' پھر تمہارے پاس کوئی رسول اس چیز کی تصدیق کرنے والا آئے' تو تم ضرور اس رسول پر ایمان لانا' اور ضرور اس کی مدد کرنا' پھر فرمایا' کیا تم اقرار کرتے ہو' اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟ وہ بولے ہم اقرار کرتے ہیں' فرمایا تو تم گواہ رہنا' اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر جو کوئی اس کے بعد بھی روگردانی کرے گا' سو یہی لوگ تو نافرمان ہیں "

مولانا محمود حسن نے اس آیت کریمہ کے فوائد میں نہایت مستند اور عمدہ بات تحریر کی ہے :

" اس عام قاعدہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام انبیاء سابقین سے لیا گیا ہو گا اور انہوں نے اپنی اپنی امتوں سے یہ ہی قول و قرار لئے ہونگے کیونکہ ایک آپ ہی کی مخزن الکمالات ہستی تھی جو عالم غیب میں سب سے پہلے اور عالم شہادت میں سب انبیاء کے بعد جلوہ افروز ہونے والی تھی اور جس کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہ تھا اور آپ ہی کا وجود مسعود تمام انبیائے سابقین اور کتب سماویہ کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کرنیوالا تھا" (19)

علامہ ابن کثیر نے احادیث کے حوالے سے اس امر کا ذکر کیا ہے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لے آئیں تو النبی الخاتم ﷺ کی پیروی ہی کریں گے۔ اس کے بعد علامہ ابن کثیر نے نہایت پیارا تبصرہ کیا ہے لکھتے ہیں :

" فالرسول محمد خاتم الانبیاء صلوت اللہ و سلامہ علیہ دائماً الی یوم الدین هو الامام الاعظم الذی لو وجد فی ای عصر وجد لکان هو الو اجب الطاعة المقدم علی الانبیاء کلهم ولهذا کان امامهم لیلة الاسراء لما اجتمعوا بیت المقدس و کذلک هو الشفیع فی المحشر فی اتیان الرب جل جلاله لفصل القضاء بین عباده و هوا المقام المحمود الذی لا یلیق الا له والذی یحید عنه

Marfat.com

اولو العزم من الانبیاء والمرسلین حتی تنتھی التوبة الیه فیکون ھو المخصوص بہ صلوات اللہ و سلامہ علیہ" (20)

" آپ ﷺ رہتی دنیا تک خاتم النبیین (آخری نبی) ہیں۔ تمام انبیاء کے امام اعظم ہیں اسی لئے شب معراج میں بیت المقدس میں تمام انبیاء کے امام بنے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں سے قبل محشر میں بندوں کے لئے سفارش کرنے والے ہوں گے، یہی وہ مقام محمود ہے جو آپ کے علاوہ کسی اور نبی کے شایان شان نہیں "۔

نور محمدی ﷺ کی تخلیق کا ذکر ارشادات نبوی میں بھی واضح طور پر موجود ہے :

" و عن العباس' ان جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکانہ سمع شیًا فقام النبی علی المنبر فقال : من انا؟ فقالوا : انت رسول اللہ فقال : " انا محمد ابن عبد اللہ بن عبد المطلب' ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیر ھم' ثم جعلھم فرقتین' فجعلنی فی خیر ھم فرقة ۔ ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیر ھم بیتًا " (21)

" حضرت عباس سے روایت ہے کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں کچھ بات سن کر حاضر ہوئے' آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور (حاضرین) سے پوچھا میں کون ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن المطلب ہوں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا اور مجھے ان میں سے بہترین بنایا۔ پھر ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا اور پھر مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ پھر مختلف خاندانوں میں تقسیم کیا اور مجھے بہترین خاندان میں پیدا کیا۔ میں انسان اور خاندان کے اعتبار سے ان تمام سے بہتر ہوں "

آپ ﷺ نے اپنے ایک اور ارشاد میں نور محمدی کی تخلیق اور اپنی نبوت کی تخلیق کو آدم علیہ السلام سے بھی قبل بتایا :

" و عن ابی ھریرة قال : قالوا : یا رسول اللہ ! متی و جبت لک النبوة ؟ قال : " و آدم بین الروح والجسد " (22)

Marfat.com

"صحابہ نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ آپ ﷺ کو نبوت کب عطا ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب کہ آدم ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے (یعنی آدم کی ابھی تخلیق نہیں ہوئی تھی)"

اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت عرباض سے مروی ہے :

و عن العرباض بن سارية' عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم انه قال : " انی عند اللّٰه مكتوب خاتم النبيين و ان آدم لمنجدل فی طينة و ساخبر كم باول امريا مری' دعوة ابراهيم و بشارة عيسٰی ورؤيا امی التی رات حين و ضعتنی و قد خرج لها نوراضاء لها قصور الشام " (23)

"عرباض بن ساریہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اللہ کے ہاں میرا نام خاتم النبیین لکھا ہوا ہے جبکہ آدم تخلیقی مراحل میں تھے۔ میرا آغاز حضرت ابراہیمؑ کی دعا' عیسیٰ کی بشارت اور بوقت ولادت والدہ محترمہ کے خواب ہیں۔ والدہ سے ایک ایسا نور نکلا جس سے شام کے محلات تک روشن ہو گئے"

اس مضمون کی بکثرت احادیث موجود ہیں جنہیں معتمد اور ثقہ محدثین نے ذکر کیا ہے۔ (24)

تورات کو کتب مقدسہ میں ایک اہم مقام حاصل ہے قرآن حکیم نے تورات اور انجیل میں حضور ﷺ کے بارے میں بشارات کی نشاندہی کی ہے۔ ارشاد باری ہے :

" الذی يتبعون الرسول النبی الامی الذی يجدونه مكتوبا عند هم فی التوارة والانجيل يا مرهم بالمعروف و ينهٰهم عن المنكر و يحل لهم الطيبت و يحرم عليهم الخبٰئث ويضع عنهم اصرهم والاغلل التی كانت عليهم فالذين آمنوا به و عزروه و نصر وه واتبعو النور الذی انزل معه اولئك هم المفلحون (25)

"جو لوگ اس امی رسول و نبی کی پیروی کرتے ہیں' جسے وہ اپنے ہاں لکھا ہوا پاتے ہیں' تورات اور انجیل میں' انہیں وہ نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے' اور ان کے لئے پاکیزہ چیزیں جائز بناتا ہے' اور ان پر گندی چیزیں حرام رکھتا'

Marfat.com

اور ان پر سے بوجھ اور قیدیں جو ان پر اب تک تھیں، اتار دیتا ہے۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور اس کا ساتھ دیا، اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے، سو یہی لوگ تو ہیں، پوری کامیابی حاصل کرنے والے"

آیت مذکورہ میں بشارت کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی صفات اور آپ کی علامات بیان کی گئی ہیں اور حضور ﷺ کی تعظیم، مدد اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن حکیم نے حضور ﷺ کے لئے کی گئی دعائے ابراہیمی کا بھی ذکر کیا ہے :

" ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم آیتک و یعلمھم الکتب و الحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم " (26)

" اے ہمارے پروردگار، ان میں ایک پیغمبر انہی میں سے بھیج، جو انہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے، اور انہیں کتاب الٰہی اور دانائی کی تعلیم دے اور انہیں پاک صاف کرے، یقیناً تو بڑا زبردست ہے، بڑا حکمت والا ہے "

ایک اور مقام پر قرآن عزیز نے بشارت کے صریح الفاظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کا ذکر کیا ہے :

" و اذ قال عیسیٰ ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التورۃ و مبشرا برسول یاتی من بعد اسمہ احمد، فلما جاء ھم بالبینت قالوا ھذا سحر مبین " (27)

" اور وہ وقت بھی یاد کرو، جب عیسیٰ علیہ السلام بن مریم، نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا پیغمبر آیا ہوں، تصدیق کرنے والا تورات کی جو مجھ سے پیشتر ہے، اور ایک رسول کی بشارت دینے والا جو میرے بعد آنے والے ہیں، جن کا نام احمد ہوگا پھر جب وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے تو بولے یہ صریح جادو ہے "

اب تورات اور انجیل سے چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں جن میں حضور

Marfat.com

اکرم ﷺ کی بشارت موجود ہے حضور ﷺ کے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں تورات میں یہ مذکور ہے :

"ہاجرہ تو کہاں سے آئی اور کدھر جاتی ہے؟ اس نے کہا میں اپنی بی بی سارہ کے پاس سے بھاگ آئی ہوں۔ خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو اپنی بی بی کے پاس لوٹ جا اور اپنے کو اسکے قبضہ میں کردے اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤ نگا یہاں تک کہ کثرت کے سبب سے اس کا شمار نہ ہو سکے گا اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہو گا اور اس کا نام اسمٰعیلؑ رکھنا اس لئے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا(28)

"تب خدا نے فرمایا کہ بے شک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہوگا تو اس کا نام اسحاق رکھنا اور میں اس سے اور پھر اسکی اولاد سے اپنا عہد جو ابدی عہد ہے باندھ دونگا اور اسمٰعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی دیکھ میں اسے برکت دونگا اور اسے آبرو مند کرونگا اور اسے بہت بڑھاؤنگا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے اور میں اس سے بڑی قوم بناؤ نگا" (29)

حضور ﷺ کے بارے میں تورات میں حضرت موسیٰ کے حوالے سے یہ بیان ہوا ہے :

"خداوند تیرے لئے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا تم اسکی سننا یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب، میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تاکہ میں مرنہ جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ اسے حکم دونگا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان

Marfat.com

باتوں کو جن کو وہ میرا نام لیکر کے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لونگا(30)

اور مرد خدا موسیٰ نے جو دعائے خیر دیکر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو برکت دی وہ یہ ہے اور اس نے کہا :

" خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکا ہوا وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں آیا اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں میں بیٹھے ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہو گا(31)

پیش کردہ اقتباسات پر نظر دوڑائے کیا حضور ﷺ کے جدامجد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارے میں برکت کے صریح کلمات حضور ﷺ کی آمد کی گواہی نہیں دے رہے؟ پھر اس سے بھی بڑھ کر خداوند کی طرف سے حضرت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ صریح بشارت " میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اسے حکم دونگا وہی وہ ان سے کہے گا " پوری تاریخ ادیان عالم میں یہ بشارت " وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی " کے مصداق محمد عربی ﷺ کے سوا کسی اور پر صادق آتی ہے؟ اور سینا اور شعیر کے تناظر میں کوہ فاران سے جلوہ گر ہونے والی اور آتشی شریعت والی شخصیت سوائے رسول عربی ﷺ کے کسی اور کو قرار دیا جا سکتا ہے؟

اب انجیل سے فقط دو حوالے پیش کئے جاتے ہیں :

" انہوں نے اس سے کہا ان بدکاروں کو بری طرح ہلاک کریگا اور باغ کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اس کو پھل دیں۔ یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی

Marfat.com

کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظریں عجیب ہے؟ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائیگی اور جو اس پتھر پر گریگا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا لیکن جس پر وہ گریگا اسے پیس ڈالے گا اور جب سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اس کی تمثیلیں سنیں تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہے اور وہ اسے پکڑنے کی کوشش میں تھے" (32)

"اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں ایلیا نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں پس انہوں نے اس سے کہا پھر تو کون؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟ یوحنا نے جواب میں ان سے کہا کہ میں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد کا آنے والا جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں" (33)

اگرچہ انجیل میں بہت کچھ تحریف اور تصرف ہو چکا ہے لیکن بغیر کسی تعصب کے دیکھنے والا کیا اس امر کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ کونے کے سرے کا پتھر (جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا لیکن جس پر وہ گریگا اسے پیس ڈالیگا) قصر نبوت کی آخری اینٹ خاتم النبیین رسول عربی ﷺ کے سوا کوئی اور ہو سکتا ہے؟ پھر وہ عظیم شخصیت جس کا ذکر "نبی" کے الفاظ سے بار بار ہوا اور بقول یوحنا "میرے

Marfat.com

بعد کا آنیوالا جس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں " پوری تاریخ عالم میں سوائے سید الانبیاء، امام الانبیاء و المرسلین، کافۃ للناس، للعالمین نذیرا، رحمۃ للعالمین ﷺ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟

ان اقتباسات سے واضح طور پر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ کی آمد سے چھ سو برس پہلے یہود کو یہ بتا دیا تھا کہ تمہاری بداعمالی کی وجہ سے خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائیگی تاریخ اس امر پر شاہد عادل ہے کہ وہ فیضان جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اسحاق شاخ میں چلا آ رہا تھا ہمیشہ ہمیشہ اسماعیلی شاخ کی طرف منتقل ہو گیا۔ حضور ﷺ کے اعلان نبوت کو چودہ سو برس گزر چکے ہیں۔ کیا یہود میں کسی نے آج تک نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ ہر گز نہیں بلکہ تاریخ ادیان گواہ ہے کہ اب اسلام ہی آخری نبی کا آخری دین ہے۔

ان اقتباسات سے یہ بھی واضح ہے کہ یہود میں اور بعد میں مسیحیت میں بھی ایک آنیوالے عظیم نبی کا انتظار موجود تھا جس کی واضح شہادت یہود کا یثرب کی سر زمین میں آکر آباد ہونا تھا۔ تورات و انجیل کے مذکورہ بالا اقتباسات پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ ادیان عالم کی دیگر کتب مقدسہ میں بھی حضور ﷺ کی آمد آمد کی بشارت کے اشارے ملتے ہیں۔

گویا حضور ﷺ کے ظہور قدسی سے قبل ہی آپ کا ذکر لوگوں کی زبان پر اور مقدس کتابوں کے اوراق کی زینت تھا اور عالم انسانیت بڑی بے تابی سے محسن انسانیت کے انتظار میں تھا۔

دوسرا مرحلہ

رفع ذکر کا دوسرا مرحلہ رسول ﷺ کے ظہور قدسی کے بعد کا ہے۔ اعلان نبوت کے بعد سب سے پہلے آپ کی رفیقہ حیات ام المومنین حضرت خدیجہؓ آپ

Marfat.com

پر ایمان لائیں پھر آپ کے مزاج شناس دوست ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے علاوہ ازیں آپ کے مثالی سلوک اور عظیم کردار سے متاثر آپ کے پروردہ غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آپ کی دعوت پر لبیک کہی۔ اس ابتدائی دور میں تبلیغ کا سلسلہ نہایت رازداری سے خفیہ طریق پر جاری رہا۔ آپ کی سرگرم تبلیغ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پرجوش تحریک پر بہت سے حضرات مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ان سابقون اولون میں حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ حضرت سعد بن وقاصؓ حضرت زبیرؓ حضرت عمارؓ حضرت خبابؓ حضرت ارقمؓ حضرت عبد اللہ بن مسعود جیسے جلیل القدر صحابہ کا شمار ہوتا ہے جو آنے والے دور میں ہدایت کے درخشندہ تابناک روشن ستارے بنے۔ یہ تحریک آہستہ آہستہ خفیہ طور پر اپنی منزل کی طرف بڑھ رہی تھی کہ " **فاصدع بما تومر** " (36)اور " **انذر عشیر تک الاقربین** " (37) کے ارشادات باری کے حوالے سے آپ کو دعوت عام پر مامور کر دیا گیا اور پھر وہ محبوب و مکرم ہستی جو صادق و امین کے نام سے معروف تھی اسے " **یایها الذی نزل علیه الذکر انک لمجنون** " (38)

" اے وہ شخص جس پر بقول خود اس کے نصیحت نامہ اترا ہے تو تو مجنوں ہے "
کے حوالے سے مخاطب کیا جانے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ مشہور کیا گیا :

" **بل قالوا اضغاث احلام بل افتراه بل هو شاعر** " (39)

" بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن پریشان خیالات ہیں، نہیں بلکہ یہ کہ انہوں نے اسے گھڑ لیا ہے، نہیں بلکہ وہ تو ایک شاعر ہیں "

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت پر مبنی پیغام حق پر کہ موت کے بعد لوگوں کو رب کائنات کے حضور جوابدہی کے لئے حاضر ہونا ہے کفار قریش نے یہاں تک کہ دیا کہ قرآن حکیم تو جادو منتر کی کتاب ہے۔

(40)
و لئن قلت انکم مبعوثون من بعد الموت الذین کفروا ان هذا الاسحر مبین

Marfat.com

" اور آپ ان سے کہیں کہ یقیناً تم لوگ مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے' تو جو لوگ کافر ہیں' ضرور کہ اٹھیں گے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے "

گویا آپ ﷺ کا لایا ہوا نسخہ ء کیمیا ---- قرآن حکیم جس کی تحدی اور چیلنج کا وہ جواب پیش کرنے سے قاصر رہے انہوں نے اسے پریشان خوابی' من گھڑت کلام' شعر اور سحر کہ کر اپنی خفت مٹانے کی ناکام کوشش کی۔ اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کی شان و عظمت کے خلاف کفار مکہ کی ان گستاخیوں کا بڑے دلنشین انداز میں جواب نازل فرمایا :

" و ماعلمنه الشعر و ماینبغی له ان هو الا ذکر و قرآن مبین " (41)

" اور ہم نے آپ کو شعر شاعری نہیں سکھائی' اور نہ وہ آپ کے شایان شان ہے۔ یہ قرآن تو ایک نصیحت اور کھلی ہوئی آسمانی کتاب ہے "

سورۃ الطور میں تو ان کے لغو اور بیہودہ الزامات پر کائنات کے خالق و مالک کی طرف سے اس انداز میں تنقید فرمائی گئی ہے کہ ان الزامات کا بوداپن پورے طور پر واضح ہو جائے :

"فذ کر فما انت بنعمت ربک بکاهن و لا مجنون ام یقولون شاعر نتربص به ریب المنون" 42

" اے پیغمبر ﷺ تم نصیحت کرتے رہو' تم اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو کاہن ہو اور نہ دیوانے۔ کیا کافر کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے اور ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں "

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس کی تشریح میں بڑی عمدہ بات کہی ہے :

" یہ لوگ آپ کو کبھی کاہن کہتے ہیں اور کبھی مجنون' ان کا یہ قول خود اپنی تردید کر رہا ہے۔ ایک ہی شخص کاہن اور مجنون نہیں ہو سکتا۔ کاہن تو وہ شخص ہے جو اپنے اندر مافوق الفطرت بصیرت اور فراست کا مدعی ہوتا ہے وہ لوگوں کو

Marfat.com

غیب کی باتیں بتاتا ہے اور ان کے سربستہ رازوں کا انکشاف کرتا ہے اس کا کلام مقفیٰ اور مسجع ہوتا ہے اس کا اسلوب اور اس کا لہجہ عام لوگوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے اس کے برعکس مجنون اس شخص کو کہتے ہیں جس کی عقل میں فتور واقع ہو جائے جو غور و فکر کی صلاحیت سے محروم ہو جائے تمہارے اس الزام کے ابطال کے لئے کافی ہے" (43)

کفار مکہ کی تمام تر سازشیں اور منصوبہ بندیاں ناکام ہوئیں۔ ان لوگوں کا آپ ﷺ کو شاعر، ساحر، کاہن اور مجنون مشہور کرنے کا نتیجہ ان کی امیدوں کے قطعاً خلاف نکلا بلکہ وہ محسن انسانیت کے رفع ذکر کا باعث بنا۔ ہوا یوں کہ جو شخص بھی کفار قریش کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوتا وہ ایک تجسّس لے کر صورت احوال کا خود جائزہ لینے کے لئے مکہ مکرمہ میں وارد ہوتا اور حضور ﷺ کو دیکھ کر، اور صاحب قرآن ﷺ سے قرآن کریم سن کر مشرف بہ اسلام ہو جاتا۔ کفار قریش کی جب سب تدابیر ناکام ہو گئیں تو انہوں نے آخری چارہ کار کے مطابق ایک نئی راہ نکالی۔ قرآن حکیم نے کس خوبصورتی سے اس کی منظر کشی کی ہے : (44)

" و قال الذین کفروا لا تسمعو الهذا القرآن والغو افیه لعلکم تغلبون "

" اور کافر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت، اور اس کے درمیان غل مچا دیا کرو، شاید اسی طرح تم غالب آجاؤ"

یعنی قرآن حکیم صوتی تاثیر، معنوی محاسن و کمالات کی اثر آفرینی کو زائل کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ان کے پاس رہ گیا ہے تھا کہ جس وقت قرآن مجید پڑھا جا رہا ہو تو شور مچانا شروع کر دیا جائے تاکہ نہ کسی کے کان میں قرآن مجید کی تلاوت کی آواز پہنچے اور نہ ہی وہ اس کے اثر سے متاثر ہو لیکن ان کی تدبیر بھی ناکام ہوئی اور اسلام کا نور اور اس کے ہادی کا چرچا روز بروز پھیلتا چلا گیا۔

یہ کارخانۂ قدرت ایک حکیم و خبیر رب کائنات کی حکمت بالغہ پر مبنی نظام پر

Marfat.com

چل رہا ہے۔ بعض دفعہ انسانی فکر ظاہری حالات و اسباب کو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی مشن کی ناکامی کا تصور کرتی لیکن پوشیدہ حکمتیں اس بظاہر ناکامی کو آئندہ عظیم کامیابی و کامرانی کا پیش خیمہ بنا دیتی ہیں۔ ظاہری ناکامیوں اور لوگوں کے اذیت بھرے رویے کو دیکھ کر انسان دل کی گہرائیوں میں خود کو دکھی محسوس کرنے لگتا ہے لیکن وہی دکھی دل ہے "جو شکستہ ہو تو عزیز تر نگاہ آئینہ ساز میں" کے مصداق خالق کائنات کے انوار کا مرکز و محور بن جاتا ہے۔

محسن انسانیت نے شعب ابی طالب میں محصوری کے دکھ جھیلے۔ قریش کی اذیت رسانی پر صبر جمیل کا مظاہرہ کیا۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ ؓ کی مونس و غمخوار شخصیت کی رحلت کا سخت صدمہ برداشت کیا۔ جناب ابو طالب کی وفات نے کفار کے ظلم و ستم میں اور اضافہ کیا اور اندوہناک حالات میں بھی تبلیغی مشن کو جاری رکھا اور نئے افق کی تلاش و جستجو دامن گیر ہوئی اور آپ ﷺ نے طائف کا رخ کیا۔ وہاں پیش آنے واقعات نے تازہ دکھوں اور غموں سے آپ کو روشناس کرایا۔

سیرت نگاروں نے ان حالات و واقعات کی جو منظر کشی کی ہے پڑھ کر انسان دم بخود رہ جاتا ہے لیکن حضور ﷺ کوہ عزم بنے رہے۔ لوگوں کے گستاخانہ رویے نے آپ کو مایوسیوں سے دوچار نہ کیا ہاں آپ کا دل بھر آیا اور بارگہ صمدیت میں دست دعا دراز ہوئے اور مالک کائنات' رب العالمین کے حضور پناہ چاہی تاکہ رب کریم کا دامن عافیت آپ ﷺ کے لئے اور زیادہ وسیع ہو۔ دعا سے حضور ﷺ کو یک گونہ طمانینت حاصل ہوئی حضور ﷺ جب وہاں سے وادی نخلہ میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے رفع ذکر کا ایک نیا وسیع شعبہ قائم فرما دیا۔

آپ ﷺ صبح کی نماز میں قرآن حکیم کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنات کے ایک گروہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ وادی کا فطری حسن' صبح کا سہانا سماں' قرآن حکیم کی پر سوز تلاوت جس کے کرنے والے خود صاحب قرآن ﷺ ہوں۔ جنات پر

Marfat.com

ایک وجد آفرین کیفیت طاری ہو گئی۔ خود قرآن حکیم نازل کرنے والے علیم و خبیر آقا نے اپنے حبیب کریم کے رفع ذکر کا ایک نیا باب کھول دیا اس واقعہ کا سورۃ الاحقاف میں یوں ذکر فرمایا ہے :

" و اذ صرفنا الیک نفرامن الجن یستمعون القرآن فلما حضروہ قالو انصتوا فلما قضی ولوا الی قومھم منذرین قالوا یقومنا انا سمعنا کتبًا انزل من بعد موسٰی مصدقا لما بین یدید یھدی الی الحق و الی طریق مستقیم یقومنا اجیبوا داعی اللہ و آمنوا بہ یغفرلکم من ذنوبکم ویجر کم من عذاب الیم و من لا یجب داعی اللہ فلیس بمعجز فی الارض ولیس لہ من دونہ اولیاء اولئک فی ضلل مبین " (45)

" اور اس وقت کا ذکر کیجئے جب ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لائے' جو قرآن سننے لگے تھے' غرض جب وہ لوگ آپ کے پاس آپہنچے تو کہنے لگے خاموش رہو' پھر جب تلاوت ختم ہوئی تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس ڈرانے کے لئے گئے' کہنے لگے' اے ہماری قوم والو ! ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی' جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے' اور حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے' اور اے ہماری قوم والو' کہا مانو اللہ کی طرف بلانے والے کا اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں محفوظ کر دے گا عذاب دردناک سے' اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کا کہا نہ مانے گا' تو وہ زمین میں کہیں بھی اللہ کو نہیں ہرا سکتا' اور اللہ کے سوا اس کا کوئی حامی نہ ہو گا یہی لوگ تو صریح گمراہی میں پڑے ہیں"

" جب انہوں نے (جنات نے) قرآن کریم کی آیات کو سنا تو ان کے دل کی دنیا بدل گئی۔ خود اسلام قبول کیا اور اسلام کی داعی و مبلغ بن کر اپنی قوم کے پاس پہنچے اس کے علاوہ ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد جنات کی حاضری کا سلسلہ جاری رہا وہ حضور ﷺ کی زبان اقدس سے کلام الٰہی سنتے۔ شریعت کے مسائل دریافت کرتے

Marfat.com

اور اپنی قوم میں جا کر ان کی تبلیغ کرتے" (46)

علامہ ابن کثیر نے جنات کی تبلیغ کا ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے :

" حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے آپ نے پوچھا تم میں سواد بن قارب ہے؟ خاموشی طاری رہی۔ آئندہ سال پھر آپ نے یہی سوال دہرایا میں نے عرض کیا یہ سواد کون صاحب ہیں؟ فرمایا ان کے ایمان لانے کا واقعہ بڑا عجیب و غریب ہے اسی اثناء میں حضرت سواد بھی آ پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے سواد اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرو' سواد بولے : " اے امیر المومنین ! میں نہر میں تھا اور ایک جن میرا تابع تھا ایک شب میں سویا ہوا تھا اور اس نے آ کر مجھے خواب میں کہا اٹھو اور میری بات غور سے سنو! اللہ تعالیٰ نے قبیلہ لوئی بن غالب سے ایک نبی معبوث فرمایا ہے۔ دوڑو اور اس پر ایمان لاؤ' تین رات یوں ہی ہوتا رہا اس کے بار بار کہنے سے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی۔ میں اونٹنی پر سوار ہوا اور مکہ مکرمہ پہنچا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس حلقہ بنائے بیٹھے ہیں۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا مرحبا یا سواد بن قارب ! " قد علمنا ما جاء بک " اے سواد ! خوش آمدید جو تجھے لے آیا ہے ہم اس کو بھی جانتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ! میں نے چند شعر عرض کئے ہیں اجازت ہو تو پیش کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ انہوں نے قصیدہ پیش کیا ابتدا میں اپنے خواب کا واقعہ بیان کیا پھر بڑے محبت بھرے انداز میں اپنے ایمان کا اعلان کیا۔

(قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں)

فاشهد ان الله لا رب غيره

وانک مامون علی کل غائب

الی الله یا ابن الاکر مین الاطائب

Marfat.com

فمرنا بما یاتیک یا خیر مرسل

و ان کان فیما جاء شیب الذوائب

و کن لی شفیعا یوم الا ذو شفاعة

سواک بمغن عن سواد بن قارب (47)

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں ہے اور آپ کو ہر قسم کے غیبوں کا امین بنایا گیا ہے اے بزرگوں اور پاکبازوں کے فرزند تمام رسولوں سے آپ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت قریب ہے جو وحی آپ ﷺ کے پاس آتی ہے آپ ہمیں اس کا حکم دیجئے ہم حضور کے ارشاد کی تعمیل کریں گے خواہ تعمیل حکم میں ہمارے بال ہی سفید ہو جائیں یا رسول اللہ! روز سواد بن قارب کی شفاعت فرمایئے جبکہ حضور کے بغیر کسی کا شفاعت کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی"

علامہ ابن کثیر نے جنوں کا حضور ﷺ کی تلاوت سننے کے بارے میں مختلف روایات کا ذکر کیا ہے اور ایک خاص نکتہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جنوں نے " کتابًا انزل من بعد موسیٰ " کیوں کہا لکھتے ہیں :

" ولم ینکروا عیسیٰ لان عیسیٰ علیه السلام انزل علیه الانجیل فیه مواعظ و ترقیقات و قلیل من التحلیل و التحریم و هو فی الحقیقة لشریعة التوراة فالعمدة هو التواراة فلهذا قالوا " انزل من بعد موسیٰ " (48)

" یہاں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں ہوا، اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی جو وعظ و نصائح پر مشتمل ہے اور حلت و حرمت سے متعلق مسائل بہت کم ہیں۔ نیز انجیل تورات کی تکمیلی صورت ہے۔ اصل مرجع تورات ہے۔ لہٰذا قرآن حکیم میں یہ کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کیا گیا ہے"

Marfat.com

جنات انسان سے قبل پیدا کئے گئے تھے شیطان جنات میں سے ہی تھا ان کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے ان کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں۔ انسانوں کی طرح جن بھی ذی عقل اور ارواح و اجسام والے ہیں یہ بھی انسانوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں جیتے مرتے ہیں۔ ان کے ہاں توالد و تناسل بھی ہوتا ہے ان کی تعداد انسانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ قرآن حکیم نے جابجا جنات کا ذکر کیا ہے بلکہ ایک مکمل سورت "سورۃ جن" کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سرور عالم ﷺ سے جنات نے قرآن حکیم سننے کی سعادت حاصل کی جس سے نہ صرف یہ کہ وہ مسحور ہوئے بلکہ ان کے قلب و نظر میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا اور نور ایمان سے ان کے سینے روشن ہو گئے اور پھر اس دین حق کے مبلغ بن گئے اور اپنے قبائل میں جا کر انہیں یہ بتایا :

" انا سمعنا قرآنا عجبًا یهدی الی الرشد فامنا به ولن نشرک بربنا احدا وانه تعٰلی جد ربنا ما اتخذ صاحبة ولا ولدا و انه کان یقول سفیهنا علی اللّٰه شططا و انا ظننا ان لن تقول الانس والجن علی اللّٰه کذبا و انه کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوهم رهقا و انهم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللّٰه احدا و انا لمسنا السماء فوجدنها ملئت حرسا شدیدا و شهبا وانا کنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن یستمع الان یجدله شهبا رصدا و انا لا ندری اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بهم ربهم رشدا وانا منا الصلحون ومنا دون ذلک کنا طرایق قددا وانا ظننا ان لن نعجز اللّٰه فی الارض ولن نعجزه هربا وانا لما سمعنا الهدی امنا به فمن یومن بربه فلا یخاف بخسا و لا رهقا وانا منا المسلمون ومنا القسطون فمن اسلم فاولیک تحروا رشدا "(49)

" آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس وحی آئی اس بات کی جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا، پھر انہوں نے کہا، ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے، جو راہ راست بتلاتا ہے، سو ہم اس پر ایمان لائے، اور ہم اپنے پروردگار کا شریک کسی کو نہ بنائیں

Marfat.com

گے' اور ہمارے پروردگار کی شان بڑی ہے' اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا' نہ اولاد اور ہم میں جو احمق پڑے ہیں' وہ اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں کہتے ہیں' اور ہمارا تو خیال تھا کہ انسان اور جنات کبھی اللہ کی شان میں جھوٹ بات نہ کہیں گے' اور انسانوں میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے۔ سو انہوں نے انؑ جنات کی نخوت اور بڑھا دی اور انہوں نے بھی گمان کر رکھا تھا' جیسا کہ تم نے گمان کر رکھا ہے کہ اللہ کسی کو دوبارہ نہ اٹھائے گا اور ہم نے آسمان کی تلاشی لینا چاہی تو ہم نے اس کو شدید پہرے اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا' اور ہم آسمان کے موقعوں پر جا بیٹھا کرتے تھے' خبریں سننے کے لئے ، سو جو اب سننا چاہتا ہے' اپنے لئے تیار شعلہ پاتا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا ان کے پروردگار نے انہیں ہدایت دینے کا قصد کیا ہے' اور ہم میں نیک بھی ہوئے اور ہم میں بعض اور طرح کے ، غرض کہ ہم مختلف طریقوں کے تھے اور ہم نے تو سمجھ لیا ہے کہ ہم زمین پر اللہ کو کہیں بھی نہیں ہرا سکتے اور نہ اس سے بھاگ ہی کر ہرا سکتے ہیں اور ہم نے ہدایت کی بات جب سن لی تو اس پر ایمان لے آئے' اور ہم یں بعض مسلم ہیں اور بعض ہم میں سے بے راہ تو جس نے اسلام قبول کر لیا' اس نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا"

چودہ آیات میں پھیلا ہوا یہ مضمون ان کی سرگزشت' ان کے عقائد و اطوار' ان کے معمولات' ان کے مختلف طبقات کے بیان پر مشتمل ہے تاہم مرکزی نقطہ یہ ہے کہ انہوں نے " قرآنا عجبًا " کے حوالے سے اس کیفیت کی شدت اور احساس کا ذکر کیا ہے جو رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک سے تلاوت سننے پر ان پر طاری ہوئی اور یہ امر بھی مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے اس دین حق کی حقانیت اور نورانیت کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نہ صرف یہ کہ قبول کیا بلکہ اس کے فروغ کے لئے اپنے قبائل میں اور اپنے حلقہ اثر میں تبلیغی مساعی بھی انجام دیں اور ان

Marfat.com

انسانوں کی مذمت کی ہے جو جنوں کی پناہ مانگ کر ان کے غرور میں اضافہ کرتے ہیں۔

قاضی ثنا اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر مظہری میں ایک واقعہ تحریر کیا ہے :

”بنی تمیم کا ایک شخص جس کا نام رافع بن عمر تھا وہ اپنے اسلام لانے کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں عالج ریگستان میں سفر کر رہا تھا مجھے نیند آگئی میں نے اونٹنی بٹھائی اور سونے سے پہلے جاہلیت کے دستور کے مطابق میں نے بلند آواز سے کہا ” **اعوذ بعظیم هذا الوادی من الجن** “(جنات کے شر سے میں اس وادی کے سردار کی پناہ مانگتا ہوں) پھر میں سو گیا خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں نیزہ ہے اور وہ اس سے میری اونٹنی ذبح کرنا چاہتا ہے میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا ادھر ادھر دیکھا کوئی آدمی نہ تھا پھر سو گیا۔ دوسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ تیسری بار جب سویا اور اسی منظر سے گھبرا کر اٹھ بیٹھا تو اب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری اونٹنی تھر تھر کانپ رہی ہے کوئی آدمی ہاتھ میں نیزہ لئے کھڑا ہے ایک بوڑھے آدمی نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے۔ اسی ثناء میں تین جنگلی بیل دوڑتے ہوئے ادھر آنکلے۔ اس بوڑھے نے کہا کہ میری پناہ لینے والے اس انسان کی ناقہ کی عوض تم ایک وحشی بیل پکڑ لو۔ پھر اس نے مجھ سے کہا جب کبھی ایسی وادی میں رات گزارنے کا اتفاق ہو تو کسی جن کی پناہ نہ لیا کرو بلکہ یہ کہا کرو کہ ” **اعوذ باللہ رب محمد من هول هذا الوادی** “ (کہ میں اللہ تعالیٰ سے جو محمد ﷺ کا پروردگار ہے اس وادی کے خوف سے پناہ مانگتا ہوں) میں نے پوچھا محمد ﷺ کون ہیں؟ شیخ نے کہا محمد عربی لاشرقی ولا غربی کہ محمد ﷺ نبی عربی ہیں نہ انکا شرق سے کوئی تعلق ہے نہ غرب سے۔ میں نے پوچھا وہ کہاں رہتے ہیں۔ اس نے بتایا یثرب میں' جہاں کھجوروں کے بکثرت نخلستان ہیں۔ صبح ہوئی تو اونٹنی پر سوار ہو کر میں نے مدنیہ منورہ کی راہ لی۔ حضور ﷺ نے جب مجھے دیکھا تو میرے کچھ عرض کرنے سے پہلے جو گزشتہ رات مجھ پر بیتی تھی سب کا ذکر فرمایا دیا اور مجھے اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ میں

Marfat.com

نے اسلام قبول کیا" (50)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس واقعہ کے اختتام پر حضرت سعید بن جبیر کا یہ قول نقل کیا ہے :

" وکنا نری انه هو الذی انزل الله فیه و انه کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن " (51)

نیز علامہ خفاجی کے حوالے سے بارگہ رسالت میں جنوں کے وفود کے بارے میں یہ بھی تحریر کیا ہے :

" وذکر الخفاجی انه قد دلت الا حادیث علی ان وفادة الجن کانت ست مرات و هذا یدل انه صلی الله علیه وسلم کان مبعوثا الی الجن والانس جمیعا و قال مقاتل لم یبعث قبله نبی الی الانس والجن و الله تعالٰی اعلم " (52)

" خفاجی کہتے ہیں : احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جنوں کے وفود آپ ﷺ کے پاس چھ دفعہ آئے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ جن وانس سب کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں مقاتل کا قول ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو بھی جن وانس دونوں کی طرف مبعوث نہیں گیا۔ حقیقت حال سے اللہ ہی باخبر ہے"

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ بردہ میں جنات کا ذکر ان اشعار میں کیا ہے :

والجن تهتف والا نورا ساطعة

والحق یظهر من معنی و من کلم

عموا وصموا فاعلان البشائر لم

یسمع و بارقة الا ننذار لم تشم

" اور جن آواز دیتے تھے آپ کے ظہور کی اور انوار بلند ہوتے تھے اور حق یعنی نبوت ظاہر ہوتی تھی ان انوار سے اور کلموں سے اندھے اور بہرے ہو گئے کافر کہ انہوں نے خوشخبریوں کے اعلان نہ سنے اور ڈارنے کی بجلیاں نہ دیکھیں"۔

Marfat.com

گویا سرور دو عالم ﷺ کا مبارک ذکر اب انسانوں کے حلقے سے نکل کر تیزی سے جنات کی وسیع دنیا میں پھیلنے لگا۔ بھلا جس کے ذکر کو رب کائنات خود رفعتوں پر پہنچانا چاہے اس کی عظمتوں اور رفعتوں کا کیا کہنا۔

عام الحزن کے بعد طائف والوں کے نازیبا سلوک سے فطری طور پر آزردگی اور افسردگی محسن انسانیت کے قلب اطہر پر طاری تھی گو جنات کی وسیع دنیا میں تبلیغی مشن کے آغاز سے قدرے سکون حاصل ہوا لیکن وہ دل جو " **لعک باخع نفسک** " (53) کے مصداق بھٹکے ہوئے لوگوں کو جادہ مستقیم پر لانے اور انہیں فوز و فلاح کا راستہ دکھانے کے لئے بے چین ہو' اسے بھلا کب قرار آسکتا ہے لیکن حکیم و خبیر رب کائنات کے حکیمانہ نظام میں حضور ﷺ کو ان مشکلات اور مصائب سے گزارنا ضروری تھا۔ جب سب طرف سے جفاؤں کا ہجوم ہو جائے جبرِ اذیت رسانی' لوگوں کا شعار بن جائے' امیدوں اور آشاؤں کے چراغ بجھتے نظر آنے لگیں تو خالق حقیقی سے وابستگی میں اور اضافہ ہوتا ہے بقول شاعر " تنگ کیا بتوں نے تو خدا یاد آیا" ان حالات میں " انابت الی اللہ " اور رجوع الی الحق کا جذبہ بے ساختہ ابھر آتا ہے اور سب ظاہری سہاروں کو توڑ کر بندہ اپنے دل کو جب اپنے آقا و مولا سے جوڑتا ہے تو اس کی لذت و حلاوت کی کیفیت کو الفاظ میں سمویا نہیں جا سکتا اور اس کیفیت کا منطقی بلکہ روحانی نتیجہ اور ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ رحمت خداوندی رم جھم برسنے لگتی ہے۔ چنانچہ آپ کو وسیع اور بیکراں کائنات' جس میں یہ دنیا' یہ عالم محسوس و مشہود — ایک نقطہ سے بھی کم ہے' کی عظیم سیر کرانے کا پروگرام مشیت الٰہی نے طے فرمایا قرآن حکیم نے بڑے دلنشین اور فصیح و بلیغ انداز میں صرف ایک آیت کریمہ میں معجزاتی طور پر آپ کے اس جسمانی و روحانی سفر کی نشاندہی کی ہے۔

" **سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیتنا انہ ھو السمیع البصیر** " (54)

Marfat.com

"پاک ذات ہے وہ جو اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا' جس کے ارد گرد کو ہم نے بابرکت بنا رکھا ہے تاکہ اپنے بندہ کو ہم عجائب قدرت دکھائیں۔ بے شک اللہ بڑا سننے والا دیکھنے والا ہے"۔

جملہ مفسرین کرام اور امت مسلمہ کا اس امر پر کامل اتفاق ہے کہ آپ کو اسراء و معراج جسمانی طور پر ہوا۔ قرآن حکیم کی مذکورہ بالا آیت بھی اسی امر پر دلالت کرتی ہے۔ متجددین نے چونکہ محض اپنی کم نظری کی بنا پر اسے محض روحانی سفر قرار دینے کی کوشش کی ہے اس لئے عصر حاضر کے مفسرین نے شکوک و شبہات کا شافی ازالہ کرنے کے لئے مبسوط بحثیں کی ہیں لیکن ہم اپنے موضوع کے حوال سے ان صرف نظر کرتے ہوئے اپنے اصل مدعا کی طرف آتے ہیں کہ اس عظیم ملکوتی سیر جو بقول شاعر کہ ؎

عظمتیں شب معراج کی جانے کوئی جس کے استقبال میں رک جائے نبض کائنات

کا ذکر کرکے جس میں اس رفیع الذکر نبی ﷺ کی عظمتیں اوج کمال کو چھوتی نظر آتی ہیں۔ علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری نے اپنی تفسیر "تفسیر الحسنات" میں علامہ آلوسی کے حوالے سے بڑی پیاری اور عمدہ بات تحریر کی ہے:

"مسئلہ معراج اتنا عظیم الشان مسئلہ ہے کہ اس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی البتہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ محب قادر وہ ہے جو کسی شے سے عاجز نہیں اس نے اپنے حبیب ﷺ کو نور سے پیدا فرمایا اور اپنی زیارت کے لئے بلایا اور آپ کی طرف جنہیں بھیجا اور اخص الخواص ملائکہ تھے چنانچہ جبریل جو رسول الملائکہ ہیں ان کی ذمہ یہ خدمت لگی کہ وہ سرکار مدینہ کا رکاب تھامے چلیں اور میکائل علیہ السلام باگ پکڑے ہوئے چلیں حتیٰ کہ وہاں پہنچے جہاں تک پہنچے" (55)

کروڑوں اور اربوں نہیں کھربوں کلو میٹر کا یہ فاصلہ حضور ﷺ نے کس شان و شوکت سے طے کیا۔ اس کا اندازہ سواری' خدام' مقامات سیر' مشتاقان دید اور منزل و میزبان کی ناقابل بیان عظمتوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ علامہ ابو الحسنات نے

Marfat.com

ذکر کیا ہے کہ لیلۃ الاسراء میں پانچ سواریاں تھیں۔

* پہلی سواری براق تھا جو بیت المقدس تک لے گیا۔
* دوسری سواری معراج کے ذریعے بیت المقدس سے سماء دنیا تک فائز ہوئی۔
* تیسری سواری اجنحۃ الملائکۃ تھے۔ انہوں نے سماء دنیا سے سماء سابع تک پہنچایا۔
* چوتھی سواری جناح رسول الملائکہ جبریل علیہ السلام تھے جس کے ذریعے حضور ﷺ سماء سابع سے سدرۃ المنتھی تک تشریف لے گئے۔
* پانچویں سواری رفرف تھا جس نے سدرۃ المنتھی سے قاب قوسین تک پہنچایا۔

پھر آلوسی فرماتے ہیں کہ سواریوں کا تعین محض اظہار کرامت و رفعت منزلت کے لئے تھا ورنہ " فاللہ سبحانہ و تعالیٰ قادر علی ان یوصلہ الی ای موضع اراد فی اقل من طرفۃ العین" (56)

" اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ چاہتا تو چشم زدن سے پہلے جہاں تک چاہتا لے جاتا"

علامہ آلوسی نے " طویل مسافت " کے بارے میں بڑی عمدہ بات کہی ہے :

" تولی امرہ سبحانہ بماشاء حتیٰ حصل فای مسافۃ تطول علی ذلک الحبیب الربانی وای جسم یمتنع عن الحزق لذلک الجسد النورانی "

" و انما اسری بہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلًا لمزید الا حتفال بہ علیہ الصلوۃ و السلام فان اللیل وقت الخلوۃ واختصاص و مجالسۃ الملوک ولا یکاد یدنو الملک لحضرتہ لیلًا الا من ھو خاص عندہ و قد اکرم اللہ تعالیٰ فیہ قومًا من انبیائہ علیھم السلام بانواع الکرامات ___ و قال ابن الجوزیٰ فی ذلک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سراج و السراج لا یو قد الا لیلًا و بدر وکنا مسیر' البدر فی الظلم (57)

" آپ ﷺ کی اسراء کی حکمت یہ ہے تاکہ مجلس میں زیادہ وقار اور رونق ہو کہ

Marfat.com

رات عموماً خلوت اور بادشاہوں کی خصوصی مجالس کا وقت ہے۔ بادشاہ رات کی مجالس میں خصوصی لوگوں ہی کو مدعو کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے انبیاء میں سے بہت ساری کرامات سے نوازا۔ ابن الجوزی اس موضوع پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں آپ کی بعثت نور ہے اور نور یعنی چراغ رات ہی کو جلایا جاتا ہے۔ آپ کی ذات مثل بدر ہے اور بدر رات کی تاریکی ہی میں روشنی پھیلاتا ہے"

علامہ آلوسی نے ابوالقاسم سلیمان الانصاری کے حوالے سے یہ ذکر کیا ہے :

" لما وصل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الدرجات العالیہ و المراتب الرفیعة اوحی اللہ تعالٰی الیہ یا محمد بم نشرفک قال بنسبتی الیک بالعبودیة فانزل اللہ تعالٰی سبحن الذی اسری بعبدہ " (58)

" علامہ ابو الحسنات نے حضور ﷺ کی' بارگہ صمدیت میں اس آرزو پر' کہ انہیں " عبد " کی نسبت عطا ہو' بڑی پیاری بات لکھی ہے : " تمام مدارج تقرب میں درجہ عبدیت ہی ایک خاص مقام ہے کہ اس سے بلند مقام بندے کا اور کوئی نہیں۔ اس کے علاوہ جتنے خطابات ہیں اور جتنے مناصب ہیں وہ سب اس سے ادنی اور فروتر ہیں (59)

" شب معراج " کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے علامہ ابو الحسنات رقمطراز ہیں :

" جس طرح آفتاب کا منور کن جمال کواکب کے دعاوی حسن کو توڑ دیتا ہے جس طرح صباحت یوسفی مصر کے مغرور ان زیبائی کو شرمندہ کر دیتا ہے اسی طرح مدنی تاجدار کے ملاحت حسن کے حضور کنعانی صباحت کو سرنیاز خم کرنا پڑتا ہے ایسے ہی کائنات کے سلسلہ لیل و نہار کی تمام زیب و زینت والے اوقات حبیب و محبوب کے شب وصال کے حضور سر بگریباں ہیں " (60)

علامہ قرطبی نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایات کے حوالے سے حضور ﷺ کے اس مبارک سفر کی کچھ تفصیلات بیان کی ہیں کہ حضور ﷺ نے امت یہود سے التفات نہ فرمایا اور نہ ہی امت نصاری سے اور نہ ہی دنیا کی طرف

Marfat.com

ملتفت ہوئے پہلی دو آوازوں نے افراد کی صورت میں آپ کو استفسار کے بہانے روکنا چاہا (جب کہ دنیا ایک حسین و جمیل آراستہ عورت کے روپ میں ظاہر ہوئی نیز آپ نے شراب پر دودھ کو ترجیح دیکر فطرت کو پسند فرمایا اور یہ ساری تعبیرات جبریل علیہ السلام نے یہود' نصاریٰ' دنیا اور دودھ کے انتخاب کے بارے میں) آپ کی خدمت میں بیان کیں۔ (61)

علامہ رازی نے " لنریہ' من آیاتنا" کی تفسیر میں اس مبارک سفر کی حکمتوں کی نشاندہی کی ہے اور خاص طور پر اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عام الحزن اور سفر طائف کی وجہ سے جو آزردگی اور افسردگی اور مشرکین مکہ کے ناروا رویے پر جو تاسف کی کیفیت آپ کے قلب مبارک پر طاری ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے مشاہدے اور ان عظیم نشانیوں کے محیر العقول مناظر دیکھ کر آپ کو قوت نفس اور ثبات قلب کی دولت نصیب ہوئی اور دین حق کی تبلیغ میں پیش آمدہ رکاوٹوں کے مقابلے کے لئے عزم و حوصلہ اور ولولہء تازہ حاصل ہوا۔

علامہ رازی لکھتے ہیں

" لنریہ من آیاتنا و ھذا کلام مجمل و فی تفصیلہ و شرحہ وجوہ "

(یہ کلام مجمل ہے اور اس کی تفصیل اور شرح میں بہت سے پہلو ہیں)

اس کے بعد امام رازی نے جنت و جہنم کے دیکھنے' انبیاء و ملائکہ سے ملاقات' آسمانوں' کرسی اور عرش کے مشاہدے کی حکمتوں پر بھرپور روشنی ڈالی ہے (62)

پیر محمد کرم شاہ نے واقعہ معراج پر تبصرہ کرتے ہوئے بڑی خوبصورت بات کہی ہے :

" واقعہ معراج کی اہمیت صرف اسی قدر نہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے اور برگزیدہ رسول ﷺ کو زمین و آسمان بلکہ ان سے بھی ماورا اپنی قدرت و کبریائی کی آیات بینات کا مشاہدہ کرایا بلکہ اس میں ستم رسیدہ اہل اسلام

Marfat.com

کے لئے بھی ایک مژدہ ہے کہ شب غم اب سحر آشنا ہونے والی ہے تمہارا آفتاب اقبال ابھی طلوع ہوا چاہتا ہے۔ شرق و غرب میں تمہاری سطوت کا ڈنکا بجے گا لیکن مسند اقتدار پر متمکن ہونے کے بعد اپنے پروردگار کو فراموش نہ کرنا۔ اس کی یاد اور ذکر میں غفلت سے کام نہ لینا" (63)

واقعہ معراج کی کچھ تفصیلات سورہ النجم میں مذکور ہوئی ہیں :

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے " والنجم اذا ھوی " کی مبسوط تشریح کے آخر میں بڑا عمدہ نکتہ بیان کیا ہے کہ نجم سے مراد حضور ﷺ اور ھویٰ سے مراد " **نزول من السماء لیلۃ المعراج** " ہے۔ بحث کو سمیٹتے ہوئے امام جعفر صادق کے قول کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" **فلا شک ان نزول القرآن لھدایۃ الناس و نزول محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعد عروجہ لھدایۃ الخلق نعمۃ جلیلۃ من اللہ تعالیٰ لا نظیر لھما** " (64)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبد القدوس گنگوہی کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہ اتنی بلندیوں اور رفعتوں پر انہیں رسائی ہوئی ہوتی تو وہ عرش پر اس نعمت عظمیٰ کو چھوڑ کر کبھی فرش پر نہ آتے بڑی پیاری اور فکر انگیز بات کہی ہے کہ نبی مشن کی تبلیغ کو اپنے روحانی حظ و کیفیت پر ترجیح دیتا ہے کیونکہ نبی کے سامنے انفرادی اور روحانی لذت ملحوظ نہیں ہوتی بلکہ نسل انسانی کا تزکیہ نفس ہوتا ہے۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ " **وھو بالافق الاعلیٰ** " کی توضیح میں فرماتے ہیں :

" **کان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذا یوحی الیہ فی کمال رفعۃ استعدادہ و علو مرتبتہ و الافق الناحیۃ علی منتھی دائیرۃ الامکان حیث یکون وراء ذلک دایرۃ الوجوب التی لا یتصو رھناک للسالک سیر قدمی** " (65)

گویا سرور عالم ﷺ دائرہ امکان کی آخری حد پر تھے کہ اس کے آگے دائرہ وجوب تھا جس کے اندر کوئی سالک قدم نہیں رکھ سکتا۔ "**ولقد راٰہ**" کی تشریح میں قاضی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں :

Marfat.com

" واللہ لقد رای محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ جل و علا او جبرئیل علی صورتہ التی خلق علیھا علی اختلاف القولین" (66)

اور یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور کسی نبی نے جبرائیل کو اصل شکل میں نہیں دیکھا۔

دیدار کی وہ کیفیات' جس سے حضور ﷺ بارگہ صمدیت میں مشرف ہو رہے تھے الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتیں جب سدرۃ پر ہر طرف نور چھایا ہوا ہوگا تو اس منظر کی عظمتوں اور نیرنگیوں کا محدود تصور ہی کیا جا سکتا ہے۔ سرور عالم نے وہاں اپنے رب عظیم کی عظیم نشانیوں کو دیکھا۔ ان میں ہر نشانی خواہ وہ سواری کی صورت میں براق یا رفرف تھی یا سات آسمانوں کی بیکراں وسیع دنیا یا جلیل القدر انبیاء کرام سے شرف ملاقات یا بے شمار فرشتے یا انتہائی وسیع و محیط "سدرۃ" جس پر انوار کی ضیاء پاشیاں ایک محیرا لعقول حسین منظر پیش کر رہی تھیں۔ ہر نشانی اپنی عظمتوں میں بے مثال تھی لیکن رفیع الذکر نبی ﷺ ان جملہ عجائبات' رب کائنات کی ان سب عظیم نشانیوں کو بیک وقت دیکھ رہے تھے۔

حدیث کی کتب میں واقعہ معراج کے بارے میں ﷺ کے بکثرت مشاہدات کا ذکر ملتا ہے۔ (67)

واقعہ معراج آپ ﷺ کی رفعتوں اور عظمتوں کا بیان ہے' انبیائے کرام سے ملاقات' نماز میں ان کی امامت آسمانوں پر آپ کا تعارف کروڑوں اربوں نہیں کھربوں بلکہ ان گنت اور ناقابل شمار فرشتوں میں آپ کا ذکر جنت اور اس کے حسین مناظر کے مشاہدات' دوزخ اور اس کی ہولناکیاں' لوح و قلم کا جہاں' پوری کائنات میں مختلف النواع احکام الٰہیہ کے اجراء کے لئے تحریر کئے جانے والے فرامین کی محیر العقول آوازیں' سدرۃ المنتہی کی دور دور تک پھیلی ہوئی وسعتوں میں ضیاء پاش اور ضوء ریز نور کا عالم' انسانی قلم ہیں وہ تاب کہاں کہ ان مناظر کی قلمی تصور پیش کر سکے۔ ہاں ایک بات جو واضح طور پر اور نکھر کر سامنے آتی ہے کہ

Marfat.com

حضور ﷺ کے رفع ذکر کا آوازہ اب عالم سماوی میں بھی بڑی تیزی سے پھیلنے لگا۔

لیکن کیا یہ رفع ذکر کا منتہائے کمال تھا؟ ہرگز نہیں بلکہ ابھی تو کمالات کو اپنے عروج پر پہنچنا ہے۔ رفع ذکر کے تو ابھی بہت سے ارضی و سماوی مرحلے باقی ہیں ! جب تک رب کائنات کا ذکر جاری ہے حبیب ﷺ کا ذکر رفعت کی منزلوں کی طے کرتا ہوا آگے ہی بڑھتا چلا جائے گا۔

حواشی

1 - کرم شاہ' ضیاء القرآن
2 - ایضاً
3 - تفسیر ابن کثیر' 4 / 525
4 - التوبہ ر 71
5 - آل عمران / 32
6 - النساء / 13
7 - النساء / 59
8 - النساء / 69
9 - الانفال / 1
4 / 164
10 - التوبہ /59
11 - النور / 54
12 - الاحزب / 71
13 - المجادلہ / 13
14 - التغابن / 11-12
15 - تفسیر کبیر' 6 / 32
16 - القرطبی' الجامع لاحکام القرآن' 20 / 106 - 107
17 - سید قطب' فی ظلال القرآن' 10 / 190
18 - آل عمران / 81 - 82
19 - قرآن مجید مترجم (محشی) / 78
20 - مختصر تفسیر ابن کثیر 1 / 296
21 - ترمذی' کتاب المناقب' باب فی فضل النبی ﷺ' 5 / 584
23 - شرح السنۃ
24 - تفصیل کے لئے دیکھئے' جان جاناں از ڈاکٹر محمد مسعود احمد' انٹرنیشنل پبلی کیشنز' حیدر آباد
25 - الاعراف' / 157
26 - البقرہ' / 129
27 - الصف' / 6
28 - پیدائش 16 :8-11
29 - ایضاً 17 : 19 - 20
30 - استشناء' 18 : 15 - 19
31 - ایضاً 33 : 1 - 3
32 - انجیل متی 21 : 41 - 46
33 - انجیل یوحنا' 1 :19 - 27

Marfat.com

34 - سبا / 28

35 - الفرقان / 1

36 - الحجر / 94

37 - الشعراء / 214 38 - الحجر / 6

39 - الانبیاء / 5

40 - ھود / 7

41 - یٰسین / 69

42 - النور 29 - 30

43 - ضیاء القرآن / 4 / 653

44 - حم السجدہ / 26

45 - الاحقاف / 29 - 32

46 - تفسیر ابن کثیر، 4 / 164

47 - تفسیر ابن کثیر، 4/ 169

48 - ایضاً، 4 / 171

49 - الجن / 1 - 14

50 - تفسیر مظہری، 10 / 88

51 - ایضاً، 10 / 89

52 - ایضاً، 10 / 82

53 - الشعراء / 3

54 - بنی اسرائیل / 1

55 - تفسیر الحسنات، 3 / 751 بحوالہ روح المعانی 4 / 474

56 - ایضاً، 3 / 750 بحوالہ روح المعانی 4 / 472

57 - روح المعانی، 4 / 473

58 - ایضاً، 4 / 467

59 - تفسیر الحسنات، 3 / 731

60 - ایضاً، 3 / 733

61 - الجامع لاحکام القرآن،

62 - التفسیر الکبیر، 20 / 152

63 - ضیاء القرآن، 2 / 632

64 - تفسیر مظہری، 9 / 103

65 - ایضاً، 9 / 104

66 - تفسیر مظہری، 9 / 109

67 - تفسیر قرطبی، 10 / 206 و بعد نیز دیکھئے بخاری، کتاب التوحید، باب قول و کلم اللہ معراج کی تفصیلات کے لیے 8/ 23 و بعد، ایضاً، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ 4/ 77 و بعد، ترمذی، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الاسراء، 5/ 307 و بعد، مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ، 1/ 99 و بعد

Marfat.com

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عشق رسول ﷺ

قرآن حکیم وہ صحیفہ فطرت ہے جس نے حیات انسانی کے جملہ شعبوں اور گوشوں کو اپنی نورانی ہدایت سے منور کر رکھا ہے۔ قرآن حکیم کا اعجاز لفظی تو اپنی صوتی تاثیر سے ایک عام سامع جو معانی و مطالب سے آگاہ بھی نہیں' کے کانوں میں رس گھولتا ہے لیکن قرآن کریم کا اعجاز معنوی ارباب بصیرت کو لبریز معانی ہونے کی بنا پر دعوت غور و فکر دیتا ہے۔

قرآن حکیم نے محمد عربی ﷺ کی ذات کریم کو گلدستہ صفات و کمالات بتایا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے : وما ارسلناک الارحمة للعالمین (الانبیاء : 107)

(اور نہیں بھیجا ہم نے آپکو' مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے)

ماکان محمد ابااحد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

(الاحزاب : 40)

(نہیں ہے محمد (فداہ روحی) کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں)

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا (الفرقان : 1)

(بڑی خیرو برکت والا ہے وہ جس نے اتارا ہے الفرقان اپنے (محبوب) بندہ پر تاکہ وہ بن جائے سارے جہانوں والوں کو (غضب الہٰی سے) ڈرانے والا)

یاایھا النبی انا ارسلناک شاھداومبشرا و نذیرا ○ ود اعیا الی اللہ باذنہ وسراجامنیرا ○ (الاحزاب : 45-46)

(اے نبی (مکرم) ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوش خبری سنانے والا اور ہروقت ڈرانے والا اور دعوت دینے والا اللہ کی طرف اس کے اذن سے اور آفتاب روشن کر دینے والا)

یس ○ والقران الحکیم ○ انک لمن المرسلین ○ علی صراط مستقیم ○

(یٰس : 1-4)

Marfat.com

(اے سید (عرب و عجم!) قسم ہے قرآن حکیم کی بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں (یقیناً) آپ راہ راست پر ہیں)

وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون ○

(سبا : 28)

(اور نہیں بھیجا ہم نے آپکو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر لیکن (اس حقیقت کو) اکثر لوگ نہیں جانتے)

وانک لعلی خلق عظیم (القلم : 4)

(اور بے شک آپ عظیم انسان خلق کے مالک ہیں)

وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما (النسا : 113)

(اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو وہ کچھ بتایا ہے جو تمھیں معلوم نہ تھا اور اس کا فضل تم پر بہت ہے)

وما ینطق عن الھوی ○ ان ھوالا وحی یوحی ○ (النجم : 3-4)

(اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے نہیں ہے یہ مگر وحی ان کی طرف سے کی جاتی ہے)

الم نشرح لک صدرک ○ (الم نشرح : 1)

(کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا)

ورفعنالک ذکرک ○ (الم نشرح : 4)

(اور ہم نے بلند کر دیا ہے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو)

کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے "ہمہ قرآن درشان محمد ﷺ رب کائنات نے حضور ﷺ کی عظمت کو اپنے پاک کلام میں بار بار اور کثرت سے اجاگر فرمایا ہے لیکن کیوں؟ اس لئے کہ ایک طرف تو حضور ﷺ کی ذات عبدیت کاملہ کے

Marfat.com

منتہائے کمال پر پہنچ کر، مجمع کمالات بن کر، اوج کمال کی عظمتوں پر فائز ہے تو دوسری طرف قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے دائمی نمونہ کمال ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ (الاحزاب : 21)

(بے شک تمھاری رہنمائی کے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے)

من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ (النساء : 80)

(جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی)

گویا عبد کامل جب ممدوح رب العالمین قرار پایا تو "مطاع حقیقی" کی جانب سے اسے عالم انسانیت کے لئے "مطاع" قرار دے دیا گیا۔

یہاں کسی ذہن میں یہ سوال ابھر سکتا ہے کہ کیا "مطاع" کی اطاعت کے لئے اس سے عشق کرنا اسے اپنی محبت و شیفتگی کا مرکز و محور بنانا بھی ضروری ہے اور اگر ضروری ہے تو کیوں؟

اس موضوع پر قدرے تفصیل سے گفتگو کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عشق اور حب کے مفہوم اور ان کی باہمی فرق و امتیاز کو واضح کر دیا جائے۔

عشق کا مفہوم

عشق کے لغوی معنی ہیں کسی شے کے ساتھ دل کا وابستہ ہو جانا۔ المنجد میں ہے **عشق عشقاو عشقاو معشقا --- تعلق به قلبه ---** چنانچہ عشق بالشیٔ کے معنی ہیں **لصق به**[1] (وہ اس کے ساتھ چمٹ گیا) عشق و محبت کے الفاظ اکثر ہم معنی استعمال ہوتے ہیں لیکن اہل زبان نے ان میں یہ فرق کیا ہے کہ محبت جب شدت اور محویت میں ڈھل جائے تو اسے عشق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ " **العشق**

Marfat.com

افراط الحب ویکون فی عفاف ودعارة"[2] ابن منظور نے لسان العرب میں اسی مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

"العشق فرط الحب وقیل ھو عجب المحب بالمحبوب یکون فی عفاف الحب ودعارته"[3]

(عشق، محبت کی زیادتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عشق محب کا محبوب کے ساتھ والہانہ شغف ہے جو محبت کی پارسائی اور غیر پارسائی دونوں طرح ہو سکتا ہے)

ابن منظور نے عشق و محبت کا موازنہ کرتے ہوئے احمد بن یحیی کے حوالے سے لکھا ہے :

"وسئل ابو العباس احمد بن یحی عن الحب والعشق ایھما احمد؟ فقال الحب لان العشق فیه افراط"[4]

(احمد بن یحیٰی سے جب پوچھا گیا کہ عشق و محبت دونوں میں سے کون زیادہ قابل ستائش ہے؟ تو انہوں نے کہا "حب" کیونکہ عشق میں انسان حد افراط کو پالیتا ہے)

ابن منظور نے اس افراط و زیادتی کی توجیہہ یہ پیش کی ہے:

"وسمی العاشق عاشقالانه یذبل من شدة الھوی کماتذبل العشقة اذاقطعت والعشقة شجرة تخضر ثم تدق وتصفر"[5]

(عاشق کو عاشق اس لئے کہتے ہیں کہ وہ شدت آروز اور محبت سے دبلا ہوتا چلا جاتا ہے جیسا کہ ایک جھاڑی "العشقہ" جب اسے کاٹ دیا جائے تو پتلی ہو جاتی ہے اور "عشقہ" وہ پودا ہے جو سرسبزوشاداب ہوتا ہے لیکن پھر پتر مردہ ہو جاتا ہے اور زرد پڑ جاتا ہے اگرچہ زبان وادب میں لفظ خلق کی طرح لفظ عشق بھی اچھے اور برے دونوں معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے لیکن اکثر یہ دونوں الفاظ اچھے معنوں میں ہی استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ خلق کا مذموم پہلو بیان کرنے کے لئے اہل زبان "سوء خلق یا خلق بد" کا لفظ استعمال کرتے ہیں، اور عشق، کا مذموم پہلو بیان کرنے کے لئے ہوس کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور لفظ عشق کامل وابستگی کے مثبت پہلو کو اجاگر

Marfat.com

کرتا ہے۔

حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ تو بس عشق کے دلدادہ ہیں۔ ان کی نگاہ میں عشق وہ بادہ جانفزا ہے جس سے ہاتھ کی لکیریں رگ جان ہو جاتی ہیں۔ کیف و مستی اور جذب و شوق نہ ہو تو ان کے نزدیک من کی دنیا آباد ہی نہیں ہوتی۔ دل کی ایک مستانہ لغزش ان کے ہاں رشک صد سجدہ نظر آتی ہے۔ علم و عشق کے عنوان سے علامہ مرحوم نے جو نظم لکھی ہے۔ اس کا حسب ذیل بند ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ ؎

عشق کی گرمی سے ہے معرکہ کائنات
علم مقام صفات' عشق تماشائے ذات
عشق سکون وثبات' عشق حیات و ممات
علم ہے پیدا سوال' عشق ہے پنہاں جواب[6]

علم کا تعلق عقل سے ہے تو عشق کا دل سے۔ عقل و دل کے عنوان سے شاعر مشرق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکالمہ پیش کیا ہے۔ عقل اپنی برتری کا احساس دلاتی ہے لیکن دل اس کی عظمت و احترام کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی نوعیت ان الفاظ میں ثابت کرتا ہے ؎

علم تجھ سے تو معرفت مجھ سے
تو خدا جو' خدانما ہوں میں
علم کی انتہا ہے بے تابی
اس مرض کی مگر دوا ہوں میں
شمع تو محفل صداقت کی
حسن کی بزم کا دیا ہوں میں
تو زبان و مکاں سے رشتہ بپا
طائر سدرہ آشنا ہوں میں

Marfat.com

کس بلندی پہ ہے مقام مرا
عرش رب جلیل کا ہوں میں[7]

علامہ اقبال ؒ کی نظم "محبت" کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ پوری کائنات بس عشق و محبت کے دم قدم سے ہی آباد ہے یہ عشق کا جذبہ ہی ہے جو دل کو سوزوگداز سے لذت آشنا کرتا ہے اور یہ سوزوگداز روحانی زندگی کی جان ہے۔ اسی سے روح پرور نغمے ابھرتے ہیں۔ حضرت بلال ؓ کے حضور ان الفاظ میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں

اذان اول سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی[9]

گویا یہ عشق کا ہی جذبہ اور فیضان ہے جو روح کو گرماتا ہے' دل کو تڑپاتا ہے' آواز میں سوز اور مستی کی ایک نشاط آفریں کیفیت پیدا کرتا ہے ؎

ہوش کا دارو ہے گویا مستی تسنیم عشق

لیکن یہ عشق اس عشق سے یکسر مختلف ہے جو ہوس کی ارتقائی صورت ہوتی ہے' جو درحقیقت عشق نہیں ہوتی لیکن عشق کا روپ دھار لیتی ہے۔ اس کا اثر محض وقتی اور عارضی ہوتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ اثر زائل ہوتا چلا جاتا ہے۔ ورنہ عشق حقیقی تو ہمیشہ پائندہ اور تابندہ ہوتا ہے۔ بقول مولانا روم ؎

زانکہ عشق مردگان پائندہ نیست
چونکہ مردہ سوئے ما آئندہ نیست لور
عشق آں زندہ گزیں کوباقی است
وز شراب جاں فزانت ساقی است

یہ عشق حقیقی ہی ہے جو انسان کو اعلیٰ وارفع مقام پر لے جاتا ہے اور انگارہ خاکی کو بال و پر روح الامین عطا کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شدید محبت کو

Marfat.com

"والذین امنوا اشد حباللہ "[10] کے ارشاد میں مومن کے ایمان کا نشان قرار دیا ہے۔
یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس سے عشق ہو انسان کے لئے اس کی بات ماننا آسان ہو جاتا ہے۔ وہ تعمیل کے لئے سرگرم اور مستعد نظر آتا ہے' اگر اللہ تعالٰی سے عشق ہے تو اس کے احکام کی اطاعت آسان ہو جاتی ہے اور اگر رسالت ﷺ سے عشق ہے تو ان کے فرامین کی متابعت سہل ہو جاتی ہے۔ گویا عشق حقیقی کا مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے محبوب کے ساتھ والہانہ محبت کے اظہار کے ساتھ ساتھ اس کے احکام و فرامین کی بے چون و چرا تعمیل کرے۔

عشق حقیقی

قرآن کریم نے جو خزینہ معرفت و بصیرت ہے' انسان کو عشق کی وادی میں یونہی دھکیل نہیں دیا بلکہ گوہر مقصود حاصل کرنے کے لئے اسے متعین راستہ بھی بتا دیا ہے تاکہ وہ جادہ منزل عشق سے بھٹکنے نہ پائے۔ چنانچہ خلاق فطرت' محبوب مطلق جل شانہ نے فرمایا: "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعو نی یحببکم اللہ"[11]
(یعنی فرمادیجئے اے محبوب ﷺ اگر واقعی تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا)

اور اتباع اطاعت کا وہ درجہ ہے کہ تعمیل ارشاد مجبورا نہ ہو بلکہ برضا ورغبت انجام پائے اور یہ رضا ورغبت اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے کہ جب محبوب سے محبت اور کامل وابستگی حاصل ہو۔ اسی لئے قرآن حکیم نے حب الٰہی کے ساتھ ساتھ حب رسول ﷺ کی تلقین بھی فرمائی۔ ارشاد باری ہے:

" قل ان کان اباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموالاقترفتموھاوتجارۃ تخشون کسادھاومسکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتر بصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین ○ "[12]

Marfat.com

(اے نبی اکرم ﷺ کہدو کہ تمہارے باپ' بیٹے' بھائی' تمہاری بیویاں' تمھارے عزیزواقارب' تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں' تمہارے کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں' اگر یہ تم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے راستے میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا)

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا انحصار اتباع رسول ﷺ پر ہے اور اتباع رسول' حب رسول ﷺ پر موقوف ہے اور حب الٰہی اور حب رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار مومن ہی جہاد فی سبیل اللہ میں صحیح معنوں میں حصہ لیتا ہے۔ اور اپنے معبود حقیقی کے مشن کی واقعی تکمیل میں کوشاں ہوتا ہے۔ گویا عشق الٰہی کا زینہ عشق رسول ﷺ ہے اور جب تک حب رسول ﷺ اپنے کمال پر نہ پہنچے مومن ایمان کامل کی حلاوت سے لذت آشنا نہیں ہو سکتا۔ خود حضور اکرم ﷺ کے ایک فرمان عالیؔ ہے اس کی توثیق ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں اپنی عقیدت و محبت کا اظہار ان الفاظ میں کیا :

"انت احب الی یا رسول اللہ من کل شی الانفسی التی بین جنبی"

(یا رسول اللہ آپ مجھے کائنات کی ہر شے سے عزیز ہیں سوائے اس جان کے جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے)

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

"لا تکون مومناحتی اکون احب الیک من نفسک"

(تو ہرگز مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک میں تجھے تیری جان سے بھی عزیز تر نہ ہو جاؤں)

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شدت احساس سے اسی وقت عرض کیا :

"والذی انزل علیک الکتاب لانت احب الی من نفسی التی بین جنبی"

(اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی یا رسول اللہ اب آپ مجھے اس جان سے بھی عزیز تر ہیں جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے)

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الان یاعمر تم ایمانک[13] (اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہوا ہے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی بارے میں جو حدیث مروی ہے وہ اس سے بھی زیادہ واضح ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

"لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من نفسہ ومالہ وولدہ ووالدہ والناس اجمعین"[14]

(تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی جان' اس کے مال' اس کی اولاد اس کے والدین اور پوری نوع انسانی سے عزیز تر نہ ہو جاؤں)

لیکن کیا اپنی جان' مال' اولاد' والدین اور دیگر احباب و اقارب سے محبت کا قلع قمع کر دیا جائے جیسا کہ تاریخ ادیان عالم میں ان لوگوں کا شیوہ رہا جنھوں نے رہبانیت اختیار کی۔ بھرپور زندگی کو چھوڑ کر جنگلوں کی راہ لی اور غرق دنیا سے بچ کر ترک دنیا میں سکون و طمانیت تلاش کی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں بہت سی قوموں نے ٹھوکر کھائی لیکن اسلام دین فطرت ہے اس نے اعتدال و توازن کی راہ سو جھائی۔ جسٹس پیر کرم شاہ صاحب نے اس مضمون کو نہایت خوبصورت اسلوب میں بیان کیا ہے :

"دین اسلام کیونکہ دین فطرت ہے وہ انسان کے طبعی تقاضوں اور اس کی ضروریات کا مناسب خیال رکھتا ہے اس لئے اس نے یہ حکم نہیں دیا کہ سرے سے محبت کے یہ رشتے توڑ ڈالے جائیں اور ان چیزوں کی طرف سے بالکل توجہ ہی ہٹالی جائے لیکن کیونکہ انسانی زندگی کی غرض و غایت صرف انہی چیزوں تک محدود

Marfat.com

نہیں بلکہ ان سے بہت آگے اور بہت بلند ہے اس لئے انسان کو انہی تعلقات اور انہی اشیاء میں کھو جانے سے روکا ہے اور حکم دیا کہ بے شک ان اشیاء سے محبت و پیار کرو لیکن صرف اس حد تک جبکہ یہ چیزیں تمہاری روحانی ترقی میں حائل نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی محبت اور عشق سے نہ ٹکرائیں۔ ایثار و شہادت کے میدان میں جانے سے تمہارا رستہ نہ روکیں۔ اگر کبھی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو پھر ان تعلقات کو اور ان چیزوں کو پائے حقارت سے ٹھکراتے ہوئے آگے نکل جاؤ۔" (ضیاء القرآن، جلد دوم)

ثابت ہوا کہ مختلف اور متنوع مرغوبات نفس کی جلوتوں میں بھی قلب مومن عشق مصطفیٰ ﷺ کی لذت سے بہرہ یاب رہتا ہے بقول آتش لاہوری ؎

ہزار عشق ہو بتوں سے آتش پر وہ کہاں
دل کو جو خاص تعلق مہ عرب سے ہے

گویا فرزند توحید کے لئے کارگہ حیات میں یہ جلوت، عشق مصطفےٰ ﷺ کے لئے خلوت میں حائل ومانع نہ رہے۔ اتباع رسول کے قرآنی حکم میں حکمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اکثر انسانی آرزو "مرکز محبت" کو محسوس و مشہور صورت میں دیکھنا چاہتی ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں اپنے جذب و شوق کو کس بے ساختہ انداز میں ان الفاظ میں سمویا ہے۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں

ظاہر ہے کہ اسلام دین توحید ہے جس میں معبود حقیقی کا لباس مجاز میں آنا عقائد حقہ کی رو سے محال ہے بلکہ اسلام نے حلول و تجسم کے عقائد باطلہ کا سختی سے رد بیان کیا ہے اور فرزند توحید کی رہنمائی اس طرح فرمائی کہ وہ نسبت محمدی کے فیضان سے بہرہ یاب ہو اور وہ اس طرح کہ جب و شمائل رسول میں محبت اور عقیدت میں ڈوب کر، غور و فکر اور دلچسپی سے کام لے گا تو حضور کی عظیم اور

Marfat.com

مثالی شخصیت سے جس قدر متاثر ہو گا اسی قدر نسبت محمدی ﷺ میں استحکام پیدا ہوتا چلا جائے گا جو عشق مصطفےٰ ﷺ پر منتج ہو گا۔

اتباع کی لغوی تشریح میں امام راغب اصفہانی نے بڑی عمدہ بات کہی ہے لکھتے ہیں " والتبیع خص بولدالبقر اذاتبع امه " (المفردات) (کہ گائے کے بچھڑے کو عربی زبان میں تبع اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ (فرط شوق سے) اپنی ماں کے پیچھے پیچھے چلتا ہے) اس میں اشارہ ہے کہ اتباع وہ عمل ہے جس میں ناگوار اطاعت کی بجائے اطاعت میں خوشگواری کی کیفیت حاصل ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک افسر اپنے قاصد کو حکم دیتا ہے کہ فلاں شے ابھی لے کر آؤ۔ نائب قاصد کڑکتی دھوپ اور جھلس دینے والی گرمی میں انتہائی ناگواری کے ساتھ محض اپنی نوکری کو بچانے کے لئے حکم کی تعمیل بجا لاتا ہے۔ دوسری طرف ایک معلم اپنے سعادتمند شاگرد کو بلا کر کسی شے کے لانے کے کہتا ہے اور ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ گرمی بہت سخت ہے ذرا موسم ٹھیک ہو جائے تو سہولت سے یہ چیز لے آنا لیکن سعادتمند شاگرد جھلسنے والی گرمی اور کڑکتی دھوپ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے محض استاد کی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرط سعادت سے دوڑتا ہوا جاتا ہے اور پسینے میں شرابور لیکن پوری قلبی طمانینت کے ساتھ مطلوبہ شے لا کر استاد کی خدمت میں' اپنی آنکھوں میں غنچہ ہائے سعادت نچوڑ کر' نہایت ادب و شائستگی سے پیش کرتا ہے۔ پہلی صورت میں ناگواری کے احساس کے ساتھ مطلق اطاعت ہے جبکہ دوسری صورت سعادت اور خوشگواری کے جذبہ سے سرشار ہو کر اطاعت بجا لانا ہے اور اسی کو اتباع کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کے لئے رسول اکرم ﷺ کے اتباع کی تلقین میں یہی حکمت کار فرما ہے۔

گویا حب الٰہی کے حصول کے لئے اتباع رسول اور اتباع رسول کے لئے عشق رسول اور عشق مصطفےٰ ﷺ ایک ایسا ذریعہ اور وسیلہ ہے جو مومن کی دینوی اور اخروی سعادتوں اور کامیابی و کامرانی کی مکمل ضمانت فراہم کرتا ہے۔

Marfat.com

لقد كان لكم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن كان يرجوا اللہ واليوم الاخر و ذكر اللہ كثيرا ○ (الاحزاب : 21)

عشق رسول ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے :

شیشہ دہر میں مانند مئے ناب ہے عشق
روح خورشید ہے' خون رگ مہتاب ہے عشق
دل ہر زرہ میں پوشیدہ کسک ہے اس کی
نور یہ ہے کہ ہر شے میں جھلک ہے اس کی

تاریخ ادیان عالم بلکہ پوری تاریخ عالم کا مطالعہ کریں تو عشق و محبت کے مسحور کن نغمے' مختلف افسانوں' داستانوں اور حکایتوں کی صورت میں دلوں کو گرماتے اور کانوں میں رس گھولتے نظر آتے ہیں۔ عشق و محبت کی ان داستانوں کا مرکز و محور اگر حسن بتاں رہا ہے تو ایسے اہل دل بھی موجود رہے ہیں جنھوں نے عشق مجازی کی دلدل س نکل کر عشق حقیقی کی وادی میں قدم رکھا ہے اور اپنے محبوب سے والہانہ وابستگی کی روشن مثالیں پیش کی ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ عشق و محبت کا جو پاکیزہ' مثالی اور متوازن تصور اور حضور رسالت ماب ﷺ سے کامل و ابستگی کی جو درخشندہ اور تابناک مثال اعلان رسالت کے مصدق اور آیت خلافت کے مخاطب کے مخاطب اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پیش کی ہے پوری تاریخ انسانی اس جیسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اس دعوے کا محرک محض عقیدت وارادات کا وہ جذبہ نہیں جو ہماری دلوں میں کار فرما ہے بلکہ اسے تاریخ شواہد اور حقائق کی میزان عدل پر تولا جا سکتا اور دلائل و براہین کی روشنی میں جانچا اور پرکھا جا سکتا ہے۔

تاریخ اسلام میں سیدنا صدیق اکر رضی اللہ عنہ کے جذبہ عشق کو کیا اہمیت حاصل

Marfat.com

ہے؟ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عشق رسول ﷺ کو کون سی درخشندہ مثالیں پیش کی ہیں اور یہ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عشق رسول ﷺ کا جو نمونہ پیش کیا ہے اس نے عالم انسانیت کو کیا سبق دیا ہے؟ یہ وہ چند مباحث ہیں جو زیر نظر مضمون میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جذبہ عشق

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عشق رسول ﷺ کی توثیق قرآن حکیم نے کی ہے، احادیث نے کی ہے اور تاریخ اسلامی کے اوراق تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عشق رسول ﷺ کے واقعات سے معمور اور روشن ہیں۔ سب سے پہلے ہم ان حقائق کا قرآن حکیم کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"الاتنصروہ فقد نصرہ اللہ اذاخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھاوجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی وکلمۃ اللہ ھی العلیاواللہ عزیز حکیم ○ "[15]

(تم نے اگر نبی کی مدد نہ کی تو کچھ پروا نہیں اللہ اس کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس وقت اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل فرمایا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کافروں کا بول نیچا کر دیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے اور اللہ زبردست اور دانا ہے)

ثانی اثنین کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابو سعود اپنے مشہور تفسیر "ارشاد العقل السلیم" میں لکھتے ہیں:

"وجعلہ علیہ الصلوۃ والسلام ثانیھما لمشی الصدیق امامہ ودخولہ فی الغار

Marfat.com

اولا لكنسه و تسوية البساط"[16]

(رسالت مآب ﷺ کو "ثانی" اس لئے کہا گیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے آگے آگے چلتے تھے اور سب سے پہلے غار میں داخل ہوئے تاکہ اسے صاف کر کے حضور اکرم ﷺ کے لئے چٹائی بچھا دیں)

لصاحبہ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابو سعود فرماتے ہیں :

"لصاحبه : ای الصديق ــــ والمراد بالمعية الولاية الدائمة التى لا تحوم حول صاحبها شائبة هى من الحزن"[17]

(لصاحبہ اپنے ساتھی سے یعنی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اور معیت یعنی ساتھ سے مراد دائمی مدد و نصرت ہے جو دوست و محبوب کے لئے غم و حزن کا شائبہ تک باقی نہیں رہنے دیتی)

حضور ﷺ سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عشق و محبت اور عظیم جانثاری کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں :

"وفيه من الدلالة على علوطبقة الصديق رضی اللہ عنہ وسابقة صحبته مالا يخفى ولذالك قالوا من انكر صحبة ابى بكر رضی اللہ عنہ فقد كفر لانكار كلام الله سبحانه وتعالىٰ"[18]

(اور اس میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے عظیم و بلند تر رتبے کی واضح دلیل ہے نیز حضور ﷺ کی صحبت میں سبقت حاصل کرنے کا اشارہ ہے جو کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اسی لئے اہل علم نے کہا کہ جو شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے شرف صحابیت کا انکار کرے اس نے کفر کا ارتکاب کیا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ سبحانہ کے کلام کا انکار کیا۔)

علامہ محمود آلوسی نے اپنی شاہکار تصنیف "روح المعانی" میں سفر ہجرت کے ضمن میں غار ثور کا واقعہ درج کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس رات نبی کریم ﷺ انگلیوں کے بل چلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ

Marfat.com

تکلیف دیکھی نہ گئی اور آپ ﷺ کو بڑے ادب سے اٹھایا اور مضبوطی سے تھامے رکھا حتی کہ غار پر پہنچ گئے تو آپ کو آہستگی سے اتارا اور بصد ادب عرض کیا :

"والذی بعثک بالحق لا تدخل حتی ادخله فان کان فیه شی ء نزل فی قلبلک"[19]

(اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا آپ غار میں ہر گز داخل نہ ہوں جب تک کہ میں اس میں داخل ہو کر پورا جائزہ نہ لے لوں تا کہ اگر اس میں کوئی مضر شے ہو تو آپ سے پہلے مجھ پر وارد ہو)

محب صادق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو اندر کوئی مضر جانور نظر نہ آیا تو انہوں نے رسالت ماب ﷺ کو پھر اٹھایا اور غار کے اندر لے آئے۔ جذبہ عشق سے سرشار اس محب صادق پر ایک اور کڑی آزمائش کا وقت آپہنچا۔ بقول علامہ آلوسی :

"وکان فی الغار خرق فیه حیات وافاعی فخشی ابوبکر ان یخرج منهن شی ء یو ذی رسول اللہ ﷺ فالقمه قدمه فجعلن یضربنه و یلسعنه"[20]

(اور غار میں ایک سوراخ تھا جس کے اندر سانپ اور افعی جیسے موذی جانور تھے پس حضرت ابوبکر صدیق کو خدشہ لاحق ہوا کہ ان میں کوئی خدانخواستہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچائے پس آپ نے اپنا قدم اس سوراخ پر رکھ دیا پس ان موذی جانوروں نے آپ کے پاؤں پر ڈنگ مارنے اور ڈسنے کا سلسلہ شروع کر دیا)

اس واقعہ کے ذکر کے بعد علامہ آلوسی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عشق رسول کی جیتی جاگتی تصویر الفاظ میں پیش کرتے ہیں :

"وجعلت دموعه تنحدرو هولا یرفع قدمه حبالرسول اللہ ﷺ"[21]

(حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنسو بے ساختہ بہنے لگے لیکن آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے لاثانی عشق و محبت کی بنا پر اپنے قدم کو جنبش بھی نہ دی)

گویا آنسوؤں کے موتی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گر رہے تھے مگر دل عشق

Marfat.com

رسول ﷺ کی حلاوت سے لذت آشنا ہو رہا تھا بقول علامہ اقبال ؎

عشق کی لذت مگر خطروں کی جانکاہی میں ہے

امام رازی نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے :

"فلما و صلاالی الغار دخل ابوبکر اولا فقال له النبی ﷺ مالک؟ "[22]

(پس جب دونوں غار تک پہنچے تو پہلے ابوبکر داخل ہوئے تا کہ غار کا اچھی طرح جائزہ لے لیں کہ اس میں کوئی موذی شے تو نہیں تو حضور ﷺ نے انہیں مخاطب ہو کر فرمایا "تمہیں کیا پریشانی لاحق ہے؟")

(عاشق رسول نے حضور رسالت مآب ﷺ میں مودبانہ عرض کیا :

"بابی انت وامی' ماوی السباع والهوام فان كان فيه شیء كان بی لابک وکان فی الغار جحر فوضع عقبه علیه لئلا یخرج مایوذی الرسول "[23]

(یا رسول اللہ! ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں یہ غار موذی جانوروں کی آماجگاہ ہے اس لئے خدانخواستہ اس میں کوئی شے ہو تو تکلیف مجھے پہنچے آپ کو اذیت نہ پہنچے اور غار میں ایک سوراخ تھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایڑی اس پر رکھ دی تا کہ اس میں سے کوئی موذی جانور نکل کر حضور ﷺ کو ایذا نہ پہنچائے)

امام رازی نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دامن رسالت سے کامل وابستگی کو دلائل و براہین کی روشنی میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

(1) حضور اکرم ﷺ نے جب غار کا رخ اس لئے اختیار فرمایا کہ آپ کو خدشہ لاحق تھا کہ کہیں کفار آپ کو قتل نہ کر ڈالیں تو آپ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باطنی کیفیت سے متعلق قطعی یقین حاصل تھا کہ صدیق اکبر مومنین ثابت قدم' صادقین اور صدیقین میں سے ہیں ورنہ بصورت دیگر حضور ﷺ کبھی بھی ایسے پرخطر اور نازک موقع پر صدیق اکبر کی معیت اختیار نہ فرماتے کیونکہ اگر انہیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق شائبہ بھی ہوتا تو یہ خدشہ لاحق تھا کہ وہ ان کے بارے میں دشمنوں کو باخبر نہ کردیں۔

Marfat.com

(2) یہ امر مسلم ہے کہ ہجرت کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تھا اور اس وقت حضور رسالت مآب ﷺ کے مخلص و جاں نثار صحابہ کرام کی ایک جماعت موجود تھی جو نسب کے اعتبار سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت رسول اکرم ﷺ کے زیادہ قریب تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایسے نازک موقع پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہمراہی و مصاحبت کا حکم بھی من اللہ نہ ہوتا تو حضور ﷺ انہیں اس مصاحبت کے لئے مختص نہ فرماتے اور بارگاہ خداوندی سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اس خدمت کے لئے مختص ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دین میں کس قدر عالی منصب پر فائز ہیں۔

(3) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ کرام نے رسول اکرم ﷺ سے قبل ہجرت اختیار کی لیکن یہ شرف رفاقت کے متمنی رہے اور آپ سے پہلے جانا گوارا نہ کیا بلکہ ایسے پر خطر اور نازک مواقع پر آپ کی موانست کے لئے وابستہ خدمت رہے۔ اس امر سے ان کی عظیم فضیلت کا واضح ثبوت ملتا ہے۔[24]

(4) اللہ تعالیٰ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم ﷺ کے "صاحب" کے لفظ سے متصف فرمایا ہے۔ اس سے آپ کی فضیلت اپنے کمال پر نظر آتی ہے۔[25]

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ثانی اثنین کی تشریح کرتے ہوئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حضور ہدیہ تحسین ان الفاظ میں پیش کیا ہے :

"كان ثانی محمد ﷺ فی اکثر المناصب الدینية"

(حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور کے ثانی تھے اور یہ ثانی ہونا بہت سے دینی مناسب میں تھا) اور اس کی تفصیل یہ بیان کی ہے :

* آپؓ دعوت الی اللہ میں حضور اکرم ﷺ کے ثانی تھے۔
* آپؓ غزوات میں حضور اکرم ﷺ کے ثانی تھے۔

Marfat.com

* آپؓ مجلس میں حضور اکرم ﷺ کے ثانی تھے۔[26]

* آپؓ مرض کی حالت میں امامت نماز میں حضور اکرم ﷺ کے ثانی تھے۔

* آپ فوت ہوئے تو حضور اکرم ﷺ کے جوار میں جگہ پائی اور یہاں بھی آپ حضور اکرم ﷺ کے ثانی تھے۔

اب ہم حدیث اور تاریخ کی روشنی میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جذبہ عشق رسول ﷺ اور مثالی کردار کا جائزہ لیتے ہیں :

صحیح بخاری میں ہے کہ عروہ بن زبیر نے ابن عمرو بن العاص سے پوچھا:

"اخبرنی باشلشی صدعه المشر كون بالنبی ﷺ"

(مجھے کوئی ایسا واقعہ بتایئے جس میں مشرکین مکہ نے حضور اکرم ﷺ کو انتہائی شدید اذیت پہنچائی ہو) اس نے جواب دیا :

" بنیناالنبی ﷺ یصلی فی حجر الکعبۃ اذاقبل عقبه بن ابی معیط فوضع ثوبه فی عنقه فخنقه خنقا شدید افاقبل ابوبکر حتی اخذ بمنکبه ودفعه عن النبی وقال اتقتلون رجلا ان یقول " ربی اللّٰه "[27]

(حضور اکرم ﷺ ہمارے درمیان کعبہ مکرمہ کے مقام حجر میں نماز ادا فرمارہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آگے بڑھا اور حضور ﷺ کی گردن مبارک میں کپڑا ڈال کر زور سے آپ کا گلا دبا دیا پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اس کو کندھوں سے پکڑا اور حضور ﷺ سے کافر کو دفع کیا (ہٹایا) اور فرمایا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنے کے درپے ہو جو یہ کہتا ہو کہ میرا رب اللہ ہے)

حضور ﷺ سے محبت اور وابستگی کی بنا پر آپ کو عبادت میں گہرا شغف ہو گیا تھا اور عبادت میں اس قدر سوزوگداز تھا کہ رقت کی کیفیت طاری ہو جاتی جو شخص بھی آپ کو اس عالم میں دیکھتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ جب قریش آپ کی عبادت میں مزاحم ہونے لگے تو آپ نے آنحضرت ﷺ سے اجازت لی اور رخت سفر باندھ کر عازم حبش ہوئے جب آپ مقام برک الغماد پر پہنچے تو ابن

Marfat.com

الدغنہ رئیس قارہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا "ابو بکر کہاں کا قصد ہے؟" آپ نے فرمایا کہ قوم نے مجھے جلاوطن کر دیا ہے اب ارادہ ہے کہ کسی اور ملک چلا جاؤں اور آزادی سے خدا کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا کہ تم سا آدمی جلاوطن نہیں کیا جا سکتا۔ تم مفلس و بے نوا کی دستگیری کرتے ہو' قرابت داروں کا خیال رکھتے ہو' مہمان نوازی کرتے ہو' مصیبت زدوں کی اعانت کرتے ہو میرے ساتھ چلو اور اپنے وطن ہی میں اپنے خدا کی عبادت کرو۔ چنانچہ آپ ابن الدغنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس آئے۔ ابو الدغنہ نے قریش میں پھر کر اعلان کر دیا کہ آج سے ابو بکر میری امان میں ہیں ایسے شخص کو جلاوطن نہ کرنا چاہیے جو محتاجوں کی خبر گیری کرتا ہے' قرابت داروں کا خیال رکھتا ہے' مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب میں لوگوں کے کام آتا ہے۔ قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو تسلیم کیا لیکن فرمائش کی کہ ابو بکر کو سمجھا دو کہ وہ جب اور جس طرح جی چاہے اپنے گھر میں نماز پڑھیں اور قرآن کی تلاوت کریں لیکن گھر سے باہر نماز پڑھنے کی ان کو اجازت نہیں۔[28]

بخاری شریف میں ہے کہ قریش نے یہ الفاظ کہے :

"ولا یستعلن به فانا نخشی ان یفتن نساء ناوابناء نا" [29]

(لیکن بلند آواز سے نہ پڑھیں کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے اس کی آواز سے متاثر ہوں گے) چنانچہ آپ نے اپنے گھر میں صحن کے اندر ایک چھوٹی سی مسجد بنالی اور وہاں عبادت الٰہی کا فریضہ انجام دینے لگے لیکن بقول اقبال

جب سے آباد تیرا عشق ہوا سینے میں
نئے جوہر ہوئے پیدا مرے آئینے میں

صحیح بخاری میں اس عاشق رسول کی پر سوز عبادت کا نقشہ ان الفاظ میں بیان ہوا ہے :

"وکان یصلی فیه ویقراء القران فینقذف علیه نساء المشر کین وابناء هم وهم

یعجبون فیه وینظرون الیه وکان ابوبکر اجلاً بکاء لا یملک عینیه اذاقرا القران"[30]

(آپ وہاں نماز ادا فرماتے اور قرآن حکیم کی تلاوت کرتے۔ پس (اس پر سوز تلاوت سے متاثر ہو کر) مشرکین کی عورتیں اور بچے آپ کے قریب جمع ہو جاتے اور آپ کی کیفیت کو بنظر تعجب دیکھتے اور آپ کو دیکھتے رہتے اور ابوبکر پر کیفیت یہ ہوتی کہ جب قرآن حکیم کی تلاوت کرتے تو زاروقطار روتے اور انہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا تھا۔)

چنانچہ قریش کو اس پر بھی اعتراض ہوا اور انہوں نے ابن الدغنہ کو خبر دی کہ ہم نے تمہاری ذمہ داری پر ابوبکر کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے مکان میں چھپ کر اپنے مذہبی فرائض ادا کریں لیکن وہ صحن خانہ میں مسجد بنا کر اعلان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اس سے ہم کو خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے متاثر ہو کر اپنے آبائی مذہب سے پھر نہ جائیں۔ اس لئے تم انہیں مطلع کر دو کہ اس سے باز آجائیں ورنہ ہم تم کو ذمہ داری سے بری سمجھیں گے۔ ابو الدغنہ نے حضرت ابوبکر سے جا کر کہا " تم جانتے ہو کہ میں نے کس شرط پر تمہاری حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اس لئے یا تو تم اس پر قائم رہو یا مجھے ذمہ داری سے بری سمجھو۔ میں نہیں چاہتا کہ عرب میں مشہور ہو کہ میں نے کسی کے ساتھ بدعہدی کی ہے "[31]

لیکن عشق بھی کبھی مصلحت کیش ہوا ہے؟ انہیں ایسی قدغن کب راس آسکتی تھی؟! چنانچہ بقول اقبال؀ بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

اس محب صادق نے اذیتوں کے تلاطم کے لئے اپنی آغوش وا کر دی اور تمام مصلحتوں کو کمال استغناء سے کام لیتے ہوئے یکسر نظر انداز کر دیا اور فرمایا :

"فانی اردالیک جوارک وارضی بجوار اللہ عزوجل"[32]

(پس میں تمہاری امان تمہیں واپس لوٹاتا ہوں اور معبود حقیقی عزوجل کی پناہ پر راضی ہوں)

Marfat.com

علامہ ابن حجر العسقلانی نے الاصابتہ میں "ام الخیر" کے ترجمے میں لکھا ہے :

"لما اسلم ابوبکر قام خطیبا فدعا بدعاء الی اللّٰہ ورسولہ فثار المشرکون فضر بوہ --- انہ سأل عن رسول اللّٰہ ﷺ بعد ان افاق من غشیۃ فقالت لہ امہ لا ندری فقال سلی ام جمیل بنت الخطاب فذہبت الیہا فسالہا --- الخ" [33]

(جب ابو بکر رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے تو کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذکر سے تقریر کا آغاز کیا تو مشرکین آپ پر جھپٹ پڑے اور آپ کو مارا پیٹا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب غشی سے کچھ افاقہ ہوا تو آنکھیں کھولتے ہی سب سے پہلے رسول اکرم ﷺ کے بارے میں پوچھا تو آپ کی والدہ ماجدہ نے کہا کہ ہمیں کچھ علم نہیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ام جمیل بنت خطاب سے دریافت کرو۔ پس آپ کی والدہ ان کے ہاں گئیں اور ان سے حضور اکرم ﷺ کی خیریت دریافت کی)

رسول اکرم ﷺ سے آپ کے عشق و وابستگی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ کفار کے ہاتھوں پہنچنے والی اذیت اور تکلیف کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے جب تک آپ ﷺ کی خیریت معلوم نہیں ہو گئی محب صادق کو چین نہیں آیا

حضور اکرم ﷺ نے قریش مکہ کی ایذا رسانی کے باوجود تیرہ برس تک مکہ میں تبلیغ و دعوت کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس بے بسی کی زندگی میں جان' مال' رائے مشورہ غرض ہر حیثیت سے حضور اکرم ﷺ کے دست و بازو اور رنج و راحت میں شریک رہے۔ آنحضرت ﷺ روزانہ صبح و شام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے اور دیر تک مجلس راز قائم رہتی۔ [34]

ایک روز حضور اکرم ﷺ خلاف معمول ناوقت گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ کوئی ہو تو ہٹا دو میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ گھر والوں کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ اندر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو پہلے بھی

Marfat.com

شرف رفاقت کی تمنا کا اظہار کر چکے تھے اب پھر ہمراہی کی تمنا کا اعادہ کیا ارشاد ہوا کہ ہاں تیار ہو جاؤ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی سے دو اونٹ تیار کر لئے تھے۔ ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور ایک پر خود سوار ہوئے۔[35]

محبوب کے آرام کا اس قدر خیال تھا کہ غار ثور میں زہریلے سانپ نے کاٹا لیکن اس خادم جاں نثار نے اپنے آقا علیہ السلام کی راحت میں خلل انداز ہونا گوارا نہ کیا۔ زہر اثر کرنے لگا' درد و کرب کے باعث آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے لیکن اس وفا شعار رفیق نے اپنے جسم کو حرکت تک نہ دی کہ اس سے محبوب کے خواب و راحت میں خلل اندازی ہو گی۔[36]

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک کے پور سفر میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک لمحہ بھی اپنے محبوب علیہ السلام کی خدمت سے غافل نہیں ہوئے اور ہر طرح کے آرام و آسائش کا پورا پورا خیال رکھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف میں قیام پذیر ہوئے تو انصار جوق در جوق زیارت کے لئے آنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ تشریف فرما تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے لوگوں کا استقبال کر رہے تھے بہت سے انصار جو پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے تھے وہ غلطی سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہونے لگے یہاں تک کہ جب آفتاب سامنے آگیا۔ تو جاں نثار خادم نے آگے بڑھ کر اپنی چادر سے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر دیا۔ اس وقت خادم و مخدوم میں امتیاز ہوا اور لوگوں نے رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔[37]

صحیح بخاری میں ہے :

" فاقبل ابوبکر حتی ظلل علیہ بردائہ فعرف الناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند ذالک "[38]

(پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی چادر کا سایہ کر دیا تو لوگوں نے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا)

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد فتح مکہ تک خونریزی جنگوں کا سلسلہ جاری رہا اور ان سب لڑائیوں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک مشیر و وزیر باتدبیر کی طرح ہمیشہ ہمرکابی سے مشرف رہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مالی خدمت و ایثار میں بھی کوئی وقیقہ فرو گزاشت نہ کیا چنانچہ مکہ میں ابتدا جن لوگوں نے داعی توحید کو لبیک کہا ان میں کثیر تعداد غلاموں اور لونڈیوں کی تھی جو اپنے مشرک آقاؤں کے پنجہ ظلم و ستم میں گرفتار ہونے کے باعث طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا تھے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مظلوم بندگان خدا کو ان کے جفاکار مالکوں سے خرید کر آزاد کر دیا۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ' عامر بن فہیرہ' نذیرہ' نہدیہ اور بنت نہدیہ وغیرھم نے اسی صدیق جود و کرم کے ذریعے نجات پائی۔[39]

رحمت عالم ﷺ کو جب مدینہ میں تعمیر مسجد کا خیال پیدا ہوا اس کے لئے جو زمین منتخب ہوئی وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ گو کہ ان کے اولیاء و اقربا بلا قیمت پیش کرنے پر مصر تھے تاہم رحمت للعالمین ﷺ نے یتیموں کا مال لینا پسند نہ فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کی قیمت دلوا دی۔[40]

سن 9 ہجری میں افواہ پھیلی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہوا چاہتا ہے۔ چونکہ مسلسل جنگوں کے باعث یہ نہایت عسرت و تنگ حالی کا زمانہ تھا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے جنگی تیاریوں کے لئے صحابہ کرام کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی۔ تمام صحابہ کرام نے حسب حیثیت اس میں حصہ لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دولت مند تھے اس لئے بہت کچھ دیا لیکن اس موقع پر بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا امتیاز قائم رہا' گھر کا سارا اثاثہ لا کر آنحضرت ﷺ کے سامنے ڈال دیا۔ حضور ﷺ نے دریافت کیا کہ تم نے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ عرض کی "ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کافی ہے"[41]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک روز ہمیں انفاق فی

Marfat.com

سبیل اللہ کے لئے ارشاد فرمایا میرے پاس مال تھا میں نے دل میں کہا کہ آج ابوبکر سے سبقت لے جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے نصف مال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا "اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا ہے؟" میں نے عرض کیا "اتنا ہی" اس کے بعد ابوبکر آئے اور اپنا سارا مال حضور رسالت ماب ﷺ میں پیش کر دیا آپ ﷺ نے فرمایا :

"ماابقیت لاھلک؟ قال ابقیت لھم اللہ ورسولہ" [42]

(گھر والوں کے لئے کیا باقی چھوڑا ہے؟ عرض کیا میں ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول ﷺ چھوڑ آیا ہوں) بقول اقبال ؎

حسن کامل ہے ترا عشق ہے کامل میرا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے اور فرمایا :

"قلت لا اسابقک الی شئی ابدا" [43]

(میں نے کہا میں کبھی بھی کسی کام میں آپ سے سبقت نہیں لے جا سکتا)

حکیم الامت نے بانگ درا میں "صدیق" کے عنوان سے جو نظم کہی ہے اس میں مذکورہ بالا واقعہ بیان کرنے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حضور ان الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا ہے۔

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار
ملک یمین و درہم و دینار و رخت و جنس
اسپ قمر سم و شتر و قاطر و حمار
بولے حضور چاہیے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار

Marfat.com

اے تجھ سے دیدہ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعث تکوین روز گار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس!
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس![44]

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مالی ایثار بیان کرتے ہوئے انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں آرٹیکل "صدیق" کا مصنف رقمطراز ہے:

"He was one of the earliest of Mohammad's converts and spent the considerable wealth which he had acquired by trade in the service of new religion and in ransoming slaves." (45)

(وہ حضرت محمد ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے۔ انھوں نے تجارت میں کمائی ہوئی بے شمار دولت نئے مذہب کی خدمت اور غلاموں کو آزاد کرنے میں صرف کی)

المختصر " ایمان لانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام قوت و قابلیت، اثر ورسوخ کل مال و متاع، جان اور اولاد غرض جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ سب دین کی راہ میں وقف کر دیا۔ قبول اسلام کے بعد ان کی تمام زندگی اطاعت و استقامت کی داستان ہے"[46]

احادیث و تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ صحابہ کرام حضور ﷺ سے گفتگو کرتے وقت ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے تھے لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی والہانہ وابستگی کی بنا پر ادب و احترام کے اظہار میں بھی سب سے بازی لے گئے تھے۔ آپ کی گفتگو سے احترام ہی کا نہیں بلکہ عشق و محبت کے جذبات کا بے ساختہ اظہار ہوتا ہے اور آپ بات بات پر اپنے محبوب پر قربان ہو رہے ہیں۔ بخاری شریف

Marfat.com

کی صرف ایک حدیث سے اس امر کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ حضور ﷺ کو ہجرت کا حکم ہو گیا ہے۔ آپ کی بلاوقت تشریف آوری کی خبر سیدنا صدیق اکبر ؓ کو ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کی اس غیر متوقع آمد پر آپ کی زبان سے بے ساختہ نکلتا ہے :"فداہ لہ ابی وامی واللہ ماجاء بہ فی ھذہ الساعۃ الا امر"

(ان پر میرے ماں باپ قربان ہوں ایسے بلاوقت میں آپ کی تشریف آوری کا موجب کوئی ضروری کام ہی ہو سکتا ہے۔)

دروازہ کھولتے ہی حضور ﷺ تشریف لاتے ہیں اور ابوبکر سے فرماتے ہیں :

"اخرج من عندک" (تمہارے ہاں جو بھی ہے انہیں باہر بھجوا دیں)

ابوبکر جواباً عرض کرتے ہیں :"انما ھم اھلک بابی انت یا رسول اللہ"

(یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں وہ سب گھر کے افراد ہی ہیں)

جب حضور ﷺ بتاتے ہیں کہ آپ کو ہجرت کا حکم مل چکا ہے تو شرف رفاقت کی تمنا پیش کرتے ہیں :"الصحابۃ بابی انت یا رسول اللہ"

(یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں مصاحبت کی درخواست ہے)

حضور ﷺ اثبات میں جواب دیتے ہیں اور آپ حضور ﷺ کی خدمت میں سواری کے لئے اونٹ پیش کرتے ہوئے یوں عرض گذارتے ہیں :

"فخذ بابی انت یا رسول اللہ احدی راحلتی ھاتین"[47]

(یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں ان دو سواریوں میں سے جو چاہیں لے لیں)

مذکورہ بالا ہر ایک جملے سے آپ کے عشق و محبت اور ادب و احترام کی عکاسی ہوتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کی پوری زندگی حب رسول ﷺ سے سرشار گذری ہے۔ یہاں صرف دو واقعات اور عرض کرتا ہوں۔

جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوتا ہے تو شمع رسالت کا یہ پروانہ فرط محبت و عقیدت سے اپنے محبوب کی پیشانی پر بوسہ دیتا ہے اور بے ساختہ حضور ﷺ پر

Marfat.com

قربان ہوا جاتا ہے۔ بخاری شریف میں ہے :

"فجاء ابوبکر فکشف عن رسول اللہ ﷺ فقبلہ قال بابی انت وامی طبت حیاومیتا والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا"[48]

(پس ابوبکر آئے حضور ﷺ کے چہرے سے چادر کو سرکایا حضور ﷺ کو بوسہ دیا اور کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان آپ نے زندگی بھی پاکیزہ گزاری اور پاکیزگی سے ہی خالق حقیقی کو جا ملے اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں جان ہے وہ معبود حقیقی کبھی بھی آپ کو دو موتوں کا مزہ نہ چکھائے گا یعنی اب کبھی آپ پر موت نہ آئے گی)

وصال سے کچھ روز پہلے جب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا :

"ان اللہ خیر عبدابین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ذالک العبد ما عند اللہ"

(بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو یہ اختیار دیا کہ وہ چاہے تو اس چیز کو اپنائے جو دنیا میں ہے اور چاہے تو اسے اپنائے جو اللہ کے پاس ہے تو بندے نے اللہ کے ہاں جو ہے وہ اپنایا) تو "عشق و محبت کا رازدار" بے اختیار رو پڑا اور بے ساختہ ان کے منہ سے یہ الفاظ نکلے :"فدیناک بآبائنا و امہاتنا"[49]

(ہم ہماری مائیں اور ہمارے باپ آپ پر قربان ہوں)

ان جملہ شواہد سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ اس محب صادق کو اپنے آقاو مولا علیہ الصلوۃ والسلام سے کس قدر والہانہ عشق تھا۔

محبوب کے مشن کی تکمیل

یہاں اس امر کا ذکر بے حد ضروری ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مئے عشق رسول ﷺ سے "خبرش باز نہ آمد" تک محدود نہ رہے بلکہ آپ نے اپنی تمام تر مساعی اپنے محبوب ﷺ کے مشن کی تکمیل میں صرف کر دیں۔

(1) آپ کی دعوت پر حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن العوام، حضرت

Marfat.com

عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبداللہ جو معدن اسلام کے سب سے تاباں و درخشاں جواہر ہیں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابو عبیدہ، حضرت خالد بن سعد بن العاص بھی آپ ہی کی ہدایت سے اسلام میں داخل ہوئے۔[50]

(2) آپ کے والد ابو قحافہ فتح مکہ تک نہایت استقلال کے ساتھ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے لیکن بفضلہ تعالیٰ اپنے فرزند سعید حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے نہایت شفقت سے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور کلمات طیبات تلقین کر کے مشرف بہ اسلام فرمایا۔[51]

(3) مکہ مکرمہ میں آپ کی شریعت حقہ کے فضائل و محامد پر تقریری کرنے کی بنا پر کفار مشرکین نے ابوبکر صدیق کو نہایت بے رحمی سے اور خداناترسی کے ساتھ اس قدر مارا کہ بالاخر بنو تمیم کو باوجود مشرک ہونے کے اپنے قبیلہ کے ایک فرد کو اس حال میں دیکھ کر ترس آگیا اور انہوں نے مشرکین کے پنجہ ظلم سے چھڑوا کر ان کو مکان تک پہنچایا۔ شب کے وقت بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باوجود درد و تکلیف کے اپنے والدین اور خاندانی اعزہ کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ صبح ہوئی تو رسول اکرم ﷺ کا پتہ و دریافت کر کے اپنی والدہ کے ساتھ ابن ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں آئے اور آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ میری والدہ حاضر ہیں ان کو راہ حق کی ہدایت کیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور وہ مشرف بہ اسلام ہو گئیں۔[52]

علامہ ابن حجر عسقلانی نے "الاصابہ" میں لکھا ہے :

"لماهلک ابوبکر ورثه ابواه وماتت ام الخیر قبل ابی قحافه وکانا قد اسلما"[53]

(جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رحلت فرمائی تو ان کے والدین ان کے

Marfat.com

وارث ہوئے اور ام الخیر نے ابو قحافہ سے پہلے وفات پائی اور وہ دونوں مسلمان ہو چکے تھے)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے محبوب ﷺ کے مشن کی تکمیل میں اپنے عہد خلافت میں جو عظیم خدمات انجام دی ہیں وہ تاریخ میں زریں حروف سے رقم ہیں۔ خطرات و مشکلات کے باوجود حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو شام کی مہم پر روانہ کرنا' مدعیان نبوت کا قلع قمع' مرتدین کی سرکوبی' جمع و ترتیب قرآن اور منکرین زکوۃ کو تنبیہہ آپ کے وہ گراں قدر کارنامے ہیں جو ملت اسلامیہ کے لئے باعث صد افتخار ہیں۔

اپنے محبوب کے مشن سے وابستگی کا یہ عالم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور صاحب رائے بزرگ نے جب منکرین زکوۃ کے بارے میں نرم رویہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا تو آپ کے پائے ثبات کو وقتی مصلحتوں کے پیش نظر ذرا لغزش نہ آئی۔ یقین محکم اور نعمت اخلاص سے مالا مال اس پر عزم عاشق رسول نے واشگاف الفاظ میں فرمایا :

"واللّٰہ لا قاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ فان الزکوۃ حق المال واللہ لومنعونی عقالا کانوا یودونہ الی رسول اللہ ﷺ لقاتلتھم علی منعہ"[54]

(معبود حقیقی کی قسم' میں ضرور ان لوگوں سے قتال کروں گا جنہوں نے نماز اور زکوۃ کی فرض ادائیگی میں فرق و امتیاز کیا۔ بیشک زکوۃ مال کا حق ہے قسم بخدا اگر انہوں نے ایک رسی کی ادائیگی بھی روک دی جسے بطور زکوۃ وہ رسول اکرم ﷺ کو ادا کرتے تھے تو اس کے روکنے پر بھی ان سے جہاد کروں گا)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رسول کریم ﷺ کے ہر ارشاد پر کلی اعتماد اور یقین تھا۔ اس کی عقلی توجیہہ (Justification) کے کبھی طلب گار نہ ہوئے۔ چنانچہ حدیبیہ میں جو معاہدہ طے پایا وہ بظاہر کفار کے حق میں زیادہ مفید تھا۔ اس بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہایت اضطراب ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کفار

Marfat.com

سے اس قدر دب کر کیوں صلح کی جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر محرم اسرار نبوت تھے فرمایا "آنحضرت ﷺ خدا کے رسول ہیں اس لئے آپ اس کی نافرمانی نہیں کر سکتے اور وہ ہر وقت آپ کا معین و ناصر ہے"[55]

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے حیات ہی میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو شام پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا۔ اسی مہم کے متعلق صحابہ کرام نے رائے دی کہ اس کو ملتوی کر کے پہلے مرتدین و کذاب مدعیان نبوت کا قلع قمع کیا جائے لیکن خلیفہ اول کی طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ اس پیکر عزم نے فرمایا:

"خدا کی قسم اگر مدینہ اس طرح آدمیوں سے خالی ہو جائے کہ درندے آکر میری ٹانگیں کھینچنے لگیں تب بھی میں اس مہم کو روک نہیں سکتا"[56]

حضور ﷺ کی اپنی محب صادق پر خصوصی شفقتیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کامل جذبہ اطاعت اور کلی اعتماد کے جواب میں حضور اکرم ﷺ کی شفقتیں بھی آپ رضی اللہ عنہ پر بے پایاں تھیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا

"ان من امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابوبکر"[57]

(بے شک جن لوگوں نے مجھ پر احسان کیا ان میں سے میرا سب سے بڑا محسن مصاحبت کے والے سے اور مال خرچ کرنے کے حوالے سے ابوبکر ہیں)

مسجد کی تعمیر ہوئی حضور ﷺ نے فرمایا :

"لا یبقین فی المسجد باب الاسد الا باب ابی بکر"[58]

(مسجد کی طرف جو دروازے اور دریچے کھلتے ہیں سب بند کر دیئے جائیں سوائے ابوبکر کے دروازے کے)

ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا " دوبارہ آنا" اس نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں؟ (یعنی آپ کا وصال ہو گیا ہو)۔ حضور ﷺ نے فرمایا :

Marfat.com

"ان لم تجد ینی فاتی ابابکر" (اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس پہنچ جانا)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے استفسار کیا :

"ای الناس احب الیک؟"59

(لوگوں میں سے سب سے بڑھ کر آپ کا محبوب کون ہے؟)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا : عائشہ (عائشہ! مجھے سب لوگوں سے پیاری ہے)

انہوں نے پوچھا: "من الرجال؟"(اور مردوں میں سے؟)

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "ابوھا"[60] (ان کے والد)

حضور ﷺ نے آپ کو "مبشر بالجنة"[61] فرمایا' صدیق کے لقب سے نوازا[62] اور اپنی علالت کے دوران آپ کو اپنی جگہ امامت پر مامور فرمایا۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بارگہ رسالت ماب ﷺ میں جو مقام عالی حاصل تھا دوسرے صحابہ کرام اس سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ ابو لیلیے نے محمد بن الحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا :

"ای الناس خیر بعد رسول اللّٰہ؟"

(رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر وافضل کون ہیں؟)

تو انہوں نے جوابا کہا : "ابو بکر"[63]

حضور ﷺ کے وصال کے فوری بعد جب سقیفہ بنی ساعدہ میں لوگ خلیفہ کے انتخاب کے لئے جمع ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیا اور بیعت کرتے ہوئے یہ ہدیہ تحسین پیش کیا :

"بل تبایعک انت فانت سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللّٰہ"[64]

(بلکہ ہم تو آپ کی بیعت کرتے ہیں آپ ہمارے آقا ہیں اور ہم میں سب سے افضل ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے سب سے بڑھ کر محبوب ہیں)

عشق کا متوازن تصور

ایک محب صادق اور محبوب ہونے کے باوجود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

عشق رسول ﷺ میں "سکر" نہیں "صحو" تھا۔ افراط نہ تھا اعتدال اور توازن تھا۔ آپ عشق سے مدہوش نہیں ہوئے تھے بلکہ بقول اقبال ۔

ہوش کا دارو ہے گویا مستی تسنیم عشق

عشق رسول ﷺ نے آپ کے ہوش کو اور زیادہ جلا بخشی۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ حضور ﷺ کے وصال کے موقع پر جب صحابہ کرامؓ ایک عجیب تذبذب کی کیفیت سے دوچار تھے اور حضرت عمرؓ جوش وارفتگی میں تقریر کر رہے تھے اور قسم کھا کھا کر رسول اللہ ﷺ کے انتقال فرمانے سے انکار کر رہے تھے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کا یہ حال دیکھ کر فرمایا "عمر! تم بیٹھ جاؤ" تمام مجمع آپ کی طرف جھک پڑا اور حضرت عمرؓ تنہا رہ گئے۔ آپؓ نے فرمایا[65] :

"اما بعد فمن كان يعبد محمدا فان محمدا قدمات ومن كان يعبد الله فان الله حی لایموت قال الله تعالیٰ : وما محمد الا رسول قدخلت من قبله الرسل"[66]

(اما بعد جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا۔ پس محمد ﷺ رحلت فرما گئے ہیں اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو (اسے یاد رکھنا چاہیے) اللہ زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے محمد رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔)

یہ تقریر ایسی دلنشیں تھی کہ ہر ایک کا دل مطمئن ہو گیا۔

صدیق اکبرؓ نے عشق رسول اللہ ﷺ کی لاثانی مثال پیش کر کے عالم انسانیت کو لافانی سبق دیا ہے کہ عشق و محبت کا تقاضا یہ نہیں کہ بھگوان کی بھگتی میں بھگت اس قدر محو اور منہمک ہو جائے کہ دنیا و مافیہا کو فراموش کر دے اور محبت کا افیونی بن کر رہ جائے بلکہ عشق وہ مے ہے جو بے ہوش کرنے کی بجائے ہوش میں لے آئے۔ قوت عمل کو مہمیز لگائے۔ ذہن کو جلا بخشے۔ انسان نہ تو مغربیوں کی طرح جذبہ عشق سے عاری مادیت اور عقل پسندی کا غلام بن کر رہ جائے اور نہ مشرقیوں کی طرح ترک دنیا اور بیراگ کی طرف مائل ہو بلکہ اس

Marfat.com

کارگہ حیات میں مثبت، فعال، موثر اور بھرپور کردار ادا کرے۔ مئے عشق اسے بے خود نہ کر دے بلکہ اس کی خودی کو اس قدر مضبوط کرے کہ ممولے کو شہباز سے لڑا دے۔ وہ ظاہری چمک دمک اور طاقت کا توازن نہ دیکھے بلکہ ہر حالت میں اصول توازن قائم رکھے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی عشق رسول اکرم ﷺ کی آئینہ دار ہے دل حب رسول ﷺ سے سرشار ہے۔ جسم فرمان رسول ﷺ کے مطابق زہدہ طاعت اور عبادت کے لئے حضور حق میں جھکا ہوا ہے۔ مالی ایثار اس قدر ہے کہ پورا مال و متاع راہ حق میں قربان ہے۔ اقتدار ہے لیکن نشہ اقتدار نام کو نہیں۔ مجال ہے کسی موقع پر پائے ثبات کو لغزش آئی ہو۔ اس شان اور اس رنگ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قومی اور ملی تقاضوں کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف نظر آتے ہیں۔

المختصر ذاتی زندگی ہو یا منصب خلافت پر فائز زندگی، صدق و صفا اور حیاء وفا کا یہ پیکر حب رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ کا کامل نمونہ پیش کرتا ہے۔ عشق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عالم انسانیت کے لئے عشق کا ایک ایسا معتدل اور متوازن تصور پیش کیا ہے جس کی مثال دنیا کی پوری تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ہم اپنے اس مضمون کو شاعر بارگہ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ان اشعار پر ختم کرتے ہیں جن میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عدیم النظیر جذبہ عشق رسول ﷺ کو ہدیہ تحسین پیش کیا گیا ہے:

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد
طاف العدوبه اذ صاعد الجبلا
وكان حب رسول الله قد علموا
من البرية لم يعدل به رجلا[67]

(اس عظیم و بلند غار میں جب ثانی اثنین تشریف فرما تھے اور دشمن پہاڑ پر غار کے ارد گرد سرگرداں تھے۔ آپ رسول اکرم ﷺ کے محبوب ہیں اور سب جانتے ہیں

Marfat.com

کہ پوری مخلوق میں محبوبیت کے اس عظیم درجے پر کوئی شخص فائز نہیں ہوا)

حضرت حسانؓ کی یہ تعریف محض شاعرانہ نہ تھی حقیقت پر مبنی تھی، واقعی پوری نوع انسانی میں عشق رسول ﷺ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہم پایہ کوئی نہیں۔ علامہ محمود آلوسی نے لکھا ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار سنے تو فرط مسرت سے خندہ فرمایا اور کہا :

"صدقت یاحسان هو کماقلت"[68]

(اے حسان تو نے سچ کہا، صدیق واقعی ویسا ہی ہے جیسا تم نے کہا)

ممکن ہے کوئی شخص آج حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ان اشعار کو صرف مدح پر محمول کر لیتا لیکن محسن انسانیت ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے **عدیم النظیر** جذبہ عشق رسول پر مہر توثیق ثبت کر دی تا کہ قیامت تک آنے والی نسل انسانی سوز صدیق سے قلب و روح کو گرماتی رہے۔

Marfat.com

حاشیہ جات

(۱) المنجد، بیروت، ۱۹۵۶ء، ص ۵۰۷۔ (۲) المنجد، بیروت، ۱۹۵۶ء، ص ۵۰۷۔ (۳) ابن منظور: لسان العرب، بیروت، ۱۹۵۶ء، جلد دہم، ص ۲۵۱۔ (۴) ابن منظور: لسان العرب، بیروت، ۱۹۵۶ء جلد دہم ص ۲۵۲ (۵) ابن منظور: لسان العرب، بیروت، ۱۹۵۶ء جلد دہم۔ (۶) ضرب کلیم، لاہور، ۱۹۶۵ء طبع دوازدہم، ص ۱۳ (۷) بانگِ درا، لاہور، ۱۹۶۸ء، طبع بست و پنجم، ص ۲۸-۲۹۔ (۸) بانگِ درا، لاہور، ۱۹۶۸ء، طبع بست و پنجم، ص ۱۱۵-۱۱۶، یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ علامہ مرحوم نے محبت کا لفظ عشق کے ہم معنی استعمال کیا ہے۔ (۹) بانگِ درا، لاہور، ص ۷۹۔ (۱۰) القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۶۵ (۱۱) القرآن الکریم، سورۂ آل عمران، آیت ۳۱۔ (۱۲) القرآن الکریم، سورۃ التوبۃ، آیت ۲۴ (۱۳) محمد سلیمان جزولی: دلائل الخیرات، لاہور، ص ۲۵-۲۶ (۱۴) محمد سلیمان جزولی: دلائل الخیرات، لاہور، ص ۲۵ (۱۵) القرآن الکریم، سورۃ التوبہ، آیت ۴۰ (۱۶) ابو سعود: ارشاد العقل السلیم، مصر، ۱۹۲۸ء، الجزء الثانی ص ۲۷۰۔ (۱۷) ابو سعود: ارشاد العقل السلیم، مصر، ۱۹۲۸ء، الجزء الثانی، ص ۲۷۰۔ علامہ محمود آلوسی نے "لِصَاحِبِہٖ" کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے: وھو ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت اس کی تائید میں نقل کی ہے: انت صاحبی فی الغار وانت معی علی الحوض' (تم غار میں میرے ساتھی تھے اور تم حوض (کوثر) پر بھی میرے ہمراہ ہونگے۔) روح المعانی، بیروت، الجزء العاشر، ص ۹۷۔ (۱۸) ابو سعود: ارشاد العقل السلیم، مصر، ۱۹۲۸ء، الجزء الثانی، ص ۲۷۰ (۱۹) علامہ محمود آلوسی: روح المعانی، بیروت، الجزء العاشر، ص ۹۸۔ (۲۰) علامہ محمود آلوسی: روح المعانی، بیروت، الجزء العاشر، ص ۹۸۔ (۲۱) علامہ محمود آلوسی: روح المعانی، بیروت، الجزء العاشر، ص ۹۸۔ (۲۲) الامام الفخر الرازی: التفسیر الکبیر، مصر، ۱۹۳۸ء، الجزء السادس عشر، ص ۶۳ (۲۳) الامام الفخر الرازی: التفسیر الکبیر، مصر، ۱۹۳۸ء، الجزء السادس عشر، ص ۶۳ (۲۴) الامام الفخر الرازی: التفسیر الکبیر، مصر، ۱۹۳۸ء، الجزء السادس عشر، ص ۶۴۔ (۲۵) الامام الفخر الرازی: التفسیر الکبیر، مصر، ۱۹۳۸ء، الجزء السادس عشر، ص ۶۵۔ (۲۶) الامام الفخر الرازی: التفسیر الکبیر، مصر، ۱۹۳۸ء، الجزء السادس عشر ص ۶۴۔ (۲۷) ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری: الجامع الصحیح، مصر، ۱۳۴۵ھ، الجزء الخامس، ص ۵۸ (۲۸) حاجی معین الدین ندوی: ـ

Marfat.com

خلفائے راشدین، اعظم گڑھ، ۱۹۴۸ء، ص ۱۸-۱۹ (۲۹) الجامع الصحیح، الجزء الخامس، ص ۴۳
(۳۰) الجامع الصحیح، الجزء الخامس، ص ۴۳ (۳۱) خلفائے راشدین، ص ۱۹ (۳۲) الجامع الصحیح
الجزء الخامس، ص ۵۰ ۔ (۳۳) ابن حجر العسقلانی: الاصابة فی تمییز الصحابہ، مصر ۱۹۳۹ء ......
الجزء الرابع، ص ۳۴۹ (۳۴) خلفائے راشدین، ص ۱۶ (۳۵) خلفائے راشدین، ص ۲۰، نیز دیکھئے
الجامع الصحیح، الجزء الخامس، ص ۴۵ (۳۶) خلفائے راشدین ص ۲۱ (۳۷) خلفائے راشدین ص ۲۴
(۳۸) الجامع الصحیح، الجزء الخامس، ص ۵۰ (۳۹) خلفائے راشدین، ص ۱۷ (۴۰) خلفائے راشدین
(۴۱) خلفائے راشدین، ص ۳۱ (۴۲) سنن ابی داؤد، کراچی، جلد اوّل، ص ۶۲۷ ۔ (۴۳) سنن ابی داؤد،
کراچی، جلد اوّل، ص ۶۲۷ ۔ (۴۴) علامہ محمد اقبال: بانگ درا، ص ۲۵۰-۲۵۱ (۴۵) انسائیکلو پیڈیا
برٹینیکا، لندن، ۱۹۶۰ء، جلد اوّل، ص ۶۹ ۔ (۴۶) اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی
لاہور، ۱۹۶۴ء، جلد ۱، ص ۷۵۲ (۴۷) الجامع الصحیح، الجزء الخامس، ص ۵۷ (۴۸) الجامع الصحیح
الجزء الخامس، ص ۸ (۴۹) الجامع الصحیح، الجزء الخامس، ص ۴۳ (۵۰) خلفائے راشدین، ص ۱۶
(۵۱) خلفائے راشدین، ص ۱۳ (۵۲) خلفائے راشدین، ص ۱۴ (۵۳) الاصابہ، الجزء الرابع
ص ۳۴۹ (۵۴) سنن ابی داؤد، کراچی، جلد اوّل، ص ۵۷۶ (۵۵) خلفائے راشدین، ص ۳۰ ......
(۵۶) خلفائے راشدین، ص ۱۴ (۵۷) الجامع الصحیح، الجزء الخامس، ص ۴ نیز دیکھئے ص ۴۳ ...
(۵۸) الجامع الصحیح، الجزء الخامس، ص ۵ نیز ص ۴۳ پر ایک روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:
"لا یبقین فی المسجد خوخة الا خوخة ابی بکر" (۵۹) الجامع الصحیح، الجزء الخامس، ص ۵
(۶۰) الجامع الصحیح، الجزء الخامس، ص ۶ (۶۱) الجامع الصحیح، الجزء الخامس، ص ۱۰ ......
(۶۲) انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں اس کی توجیہہ یہ بیان کی گئی ہے:

"HIS FIRM BELIEF IN MUHAMMAD AND HIS TEACHINGS WON FOR HIM THE APPEALATION OF AL-SIDDIK ("THE FAITHFUL").

(انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا، لندن، ۱۹۶۰ء، جلد اوّل، ص ۶۹)

(۶۳) الجامع الصحیح، الجزء الخامس، ص ۹ (۶۴) الجامع الصحیح، الجزء الخامس ص ۸ (۶۵) ......
خلفائے راشدین، ص ۳۵ (۶۶) القرآن الکریم، سورۂ آل عمران، آیت ۱۴۴ (۶۷) علامہ سید محمود آلوسی:
روح المعانی، الجزء العاشر، ص ۹۷ (۶۸) علامہ سید محمود آلوسی: روح المعانی، الجزء العاشر، ص ۹۷

Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیتِ متمم اخلاق

نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی جامع صفات و کمالات ہے - آپ سید الانبیاء ہیں' محسن انسانیت ہیں' مصلح اعظم ہیں' امن عالم کے سب سے بڑے داعی و پیامبر ہیں' مثالی مدبر و منتظم و رہنما ہیں' بہترین شارع و مقنن ہیں - بے نظیر منصف و قاضی ہیں' مثالی جرنیل اور اعلیٰ درجے کے سپہ سالار ہیں' نفاست و نظافت اور پاکیزگی و شائستگی کا سبق دینے والے ہیں' معاشی و اقتصادی' معاشرتی و تمدنی' سیاسی و قانونی' تعلیمی و تربیتی' تجارتی صنعتی امور غرضیکہ زندگی کے ہر ہر گوشے میں رہنمائی اور زریں اصول عطا فرمانے والے ہیں لیکن آپ کی ذات ستودہ صفات میں صفت و کمال کا جو جوہر سب سے نمایاں اور درخشاں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ متمم اخلاق ہیں یعنی اخلاق حسنہ کی تکمیل فرمانے والے ہیں - یہ جوہر آپ کی تعلیمات میں اس قدر روشن اور تابناک نظر آتا ہے کہ پوری تاریخ ادیان عالم جو پوری تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی - آپ نے تعلیمات اخلاق کو منتہائے کمال تک پہنچایا لیکن صرف نظری طور پر نہیں بلکہ اپنے حسن عمل سے جوہر اخلاق کو اس قدر نکھار کر پیش کیا گیا کہ بارگہ صمدیت سے آپ کو ہدیہ تحسین پیش کیا گیا - ارشاد خداوندی ہے :

" انک لعلی خلق عظیم " نبی اکرم ﷺ نے اخلاق حسنہ کو کس قدر اہمیت دی ہے اس کا اندازہ آپ کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا :

" بعثت لاتمم حسن الاخلاق " (کہ مجھے اس وسیع کائنات میں متمم اخلاق بنا کر بھیجا گیا ہے) یعنی میری بعثت کا مقصد یہ ہے کہ میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں آپ کے اسی ارشاد سے ہی آج کا عنوان ماخوذ ہے :

اس مختصر سی تمہید کے بعد بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق سے کیا مراد ہے اخلاق لفظ خلق کی جمع ہے - خلق کا مفہوم بیان کرتے ہوئے اور لفظ

Marfat.com

خلق سے اس کا فرق و امتیاز بیان کرتے ہوئے، امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: کہ خلق ہیئت و شکل انسانی کے ساتھ خاص ہے اور محاسن خلق کا مشاہدہ نگاہ کرتی ہے جبکہ محاسن خلق کا احساس بصیرت سے ہوتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شاہکار تصنیف "احیاء علوم الدین" میں خلق کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے: "خلق نفس کی اس ہیئت راسخہ کا نام ہے جس سے تمام افعال بلا تکلف صادر ہوں۔ اگر برے اور قابل مذمت ہوں تو اس ہیئت کو خلق بد کہتے ہیں" اپنی دوسری تصنیف "میزان العمل" میں خلق کی وضاحت کرتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حسن خلق اس کا نام ہے کہ وہ تمام بری عادتیں ترک کر دی جائیں جن کی تفصیل شروع میں بیان کی گئی ہے اور ان کے مقابلے میں تمام اچھی عادتوں کو اس طرح اپنا لیا جائے کہ طبیعت ان کی طرف گو نہ کشش اور شوق محسوس کرنے لگے اور تمام بری عادتوں سے متنفر ہو کر نیک عادتوں کو ترجیح دینے میں خوشی اور تسکین پائے"

گویا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بقول ڈاکٹر ذکی مبارک "نفس کو شریعت اسلامیہ کے ساختہ و پرواختہ قالب میں ڈھالنا اور انبیاء و صدیقین، شھدا، صوفیہ اور دوسرے علمائے اسلام کے نقش قدم کی طرف نفس کو مائل و راغب کرنے کا نام اخلاق ہے"

حسن خلق کی سب سے مختصر اور جامع تعریف امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا "**ھو طلاقتہ الوجہ و بذل المعروف وکف الاذی** "یعنی انسان ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آئے لوگوں سے بھلائی کرے اور انہیں کسی قسم کی اذیت دینے سے مجتنب رہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بحث کو سمیٹتے ہوئے بڑی پتے کی بات کہی ہے وہ فرماتے ہیں:

" دین اسلام خلق ہی کا دوسرا نام ہے اور تصوف کی حقیقت بھی خلق کے علاوہ کچھ

Marfat.com

اور نہیں پس جو شخص جس قدر اخلاق حسنہ کا مالک ہے اس قدر دین اور تصوف میں بھی بلند ہے"

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد غالباً اس ارشاد نبوی کی طرف اشارہ ہے کہ حضور ﷺ سے ایک شخص نے متعدد بار یہی استفسار کیا کہ ماالدین (دین کیا ہے) آپ ﷺ نے ہر بار فرمایا: "حسن الخلق" ان تمام توضیحات سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ خلق کا لفظ انتہائی وسعتوں کا حامل ہے اور پوری زندگی کو محیط ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب نبی اکرم ﷺ کے اخلاق سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "کان خلقه القرآن"

(ابوداؤد: باب صلوۃ اللیل)

اس ارشاد سے جہاں ایک طرف لفظ خلق کی وسعتوں اور ہمہ گیری کی نشاندہی ہوتی ہے دوسری طرف یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق عالیہ تمام تعلیمات قرآن کی حسین تعبیر تھے یعنی تمام احکام قرآنیہ کی بطریق احسن تعمیل نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ میں سمٹ آئی تھی۔

کسی شے کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ اس بات سے کیا جاتا ہے کہ اسے کیا اہمیت یا حیثیت دی گئی ہے اسلام میں اخلاق کی قدر قیمت کا اندازہ نبی اکرم ﷺ کے ان ارشادات سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

- ان من احبکم الی احسنکم اخلاقا
- ان من خیار کم احسنکم اخلاقا
- ان ثقل شی مایوضع فی میزان المومن یوم القیامة خلق حسن
- اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم اخلاقا

مذکورہ احادیث میں اخلاق کو بارگہ رسالت میں تقریب کا باعث، انسانیت کی کسوٹی میزان عمل میں اخلاق کا دیگر اعمال سے وزنی ہونا، حتی کہ اسے ایمان کی اکملیت کا معیار قرار دیا گیا ہے حدیث میں آتا ہے کہ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کے استفسار میں کہ نیکی کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا حسن خلق۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ سے وصیت اور نصیحت کی تلقین کے لئے درخواست کی آپ ﷺ نے انہیں لوگوں کے ساتھ حسن خلق سے پیش آنے کیلئے فرمایا" یا معاذا حسن خلقک للناس " بے شمار لوگ اس دنیوی زندگی فقرو فاقہ سے بسر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور انفاق فی سبیل اللہ کی نعمت سے محروم رہتے ہیں - رحمت عالم ﷺ نے اس کی تلافی فرمادی اور ارشاد فرمایا :

" انکم لن تسعو االناس باموالکم فسعوھم بسط الوجه وحسن الخلق "

(کہ لوگوں کو مال دینے میں پورے نہیں اتر سکتے لہذا ان کے ساتھ خندہ پیشانی اور حسن خلق سے پیش آیا کرو)

قرآن حکیم میں تعلیمات اخلاق اس قدر بسط و تفصیل سے بیان ہوئی ہیں کہ اس مختصر سے وقت میں ان کا احاطہ مشکل ہی نہیں نا ممکن ہے ان فضائل اخلاق کا اگر سرسری ساجائزہ لیا جائے تو انسان انگشت بد نداں اور دم بخود رہ جاتا ہے - زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں بناض فطرت نے رہنمائی نہ فرمائی ہو اور فضائل اخلاق اپنانے کی تلقین نہ کی ہو-

صبر، شکر، توکل، قناعت، اخلاص، صدق، امانت، عفو، احسان، ایثار، جراءت و استقامت، ثابت قدمی، سعی و کوشش، پابندی وقت، چال، آواز اور گفتار میں نرمی، علم ۔۔۔، آراستگی، ایفائے عہد، تواضع، شیریں کلامی، مودت و رحمت، صلہ رحمی، انفاق و انفاق، اقارب، یتامی، مساکین، اور مسافروں سے نیک سلوک، اصلاح بین الناس حسن معاشرت، آداب مجلس، آداب اذان، آداب عفت و پاکبازی اور عدل و انصاف وہ اخلاق عالیہ ہیں جنہوں نے تہذیب و اخلاق سے عاری عرب معاشرے کو صرف 20 سال کے عرصے میں ایک ایسے سانچے میں ڈھالا کہ وہ پوری عالم انسانیت کے لئے معلمین تہذیب و اخلاق بن گئے -

محاسن اخلاق کی تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم میں رذائل اخلاق سے

Marfat.com

بچنے کی تلقین کی گئی ہے - چنانچہ جھوٹ افتراء، بہتان، قول بے عمل، فضول شعر گوئی، ریاکاری، خوشامد، شہوت، رعونت، تکبر، حرص، بخل، اسراف، حسد، بد گوئی، بزدلی، بدکاری، مایوسی، سرمایہ پرستی، استہزاء، فحشاء، بغی، نافرمانی، تعصب، ہوائے نفس کی پیروی وغیرہ وہ رذائل اخلاق ہیں جن کی قرآن حکیم نے نشاندہی کی ہے اور آج مختلف اقوام میں ان کے عمل دخل سے انسانیت کی فلاح و سعادت کو ذلت و ضلالت کے گہرے غار میں دفن کر دیئے ہیں -

اخلاق کا مفہوم و مطلب، اس کی اہمیت اور اس کے فضائل و ذائل کے مختصر سے تعارف کے بعد یہ ضروری معلوم ہوتا ہے - کہ اس امر کو واضح کیا جائے کہ جب تمام ادیان میں بنیادی طور پر تعلیمات اخلاق موجود ہیں تو اس میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی کیا خصوصیت ہے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام نے دیگر ادیان کی طرح کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہی اور صرف وہی ہدایت ربانی کا امین ہے بلکہ اسلام تو "مصدقا لما معکم" کے ارشاد باری کے مطابق پہلی اقوام کو ہدایت ربانی پہنچنے کی تصدیق و تائید کرتا ہے - لفظ اتمم میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ اخلاق اگرچہ پہلی اقوام اور دیگر فرمان میں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہیں لیکن نبی اکرم ﷺ نے اخلاق کریمہ کو درجہ تکمیل تک پہنچا دیا -

چنانچہ جس طرح قرآن حکیم تمام ہدایت ربانی کا نچوڑ ہے اور اسنے وہی ربانی کو درجہ کمال تک پہنچا دیا - جس طرح اسلام دین کامل اور اکمل اور آخری دین ہے جس کا مژدہ ارشاد ربانی "الیوم اکملت لکم دینکم" میں سنایا گیا ہے - جس طرح نبی اکرم ﷺ خاتم النبین ہیں اور آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی ظہور پذیر نہ ہو گا اور آپ نے درجہ نبوت کو اس درجہ کمال پر حاصل کیا ہے اسی طرح قرآن حکیم اور ارشادات نبوی ﷺ پر مبنی تعلیمات اخلاق اپنے منتہائے کمال پر پہنچ گئی ہیں اور اب قیامت تک آنیوالی نسلوں میں کوئی مفکر ایسا نظریہ اخلاق پیش کر ہی نہیں سکتا جو اسلامی نظریہ اخلاق پر فوقیت کا حامل ہو -

نبی اکرم ﷺ نے مسیحی اخلاق کی طرح ایک منفعل اخلاق کی تعلیم نہیں

Marfat.com

دی بلکہ افراط و تفریط سے دور اور میانہ روی پر مبنی ایک تعمیری اور قابل عمل اخلاق کی تعلیم دی - جس میں نہ تو شریعت یہود کی سی سختی ہے اور نہ ہی مسیحی، بدھ اور ہندو دینی تعلیمات کی طرح نرمی ہی نرمی ہے -

خلق محمدی ﷺ کے نمونے: نبی اکرم ﷺ کی جملہ تعلیمات اخلاق محض فکری اور نظری نہ تھیں آپ خود ان پر بطریق احسن عمل پیرا ہوکر امت مسلمہ کے لئے اسوۂ حسنہ ثابت ہوئے - آپ کی پوری زندگی محاسن اخلاق کی آئینہ دار ہے -

چمنے کہ تاقیامت گل او بہار بادا   صنمے کہ در جمالش دو جہاں نثار بادا

فخر رسل، محسن انسانیت، سید البشر نبی اکرم ﷺ اپنے قول و فعل گفتار و کردار میں خلیق مجسم، حد درجہ متحمل مزاج اور رحیم و شفیق تھے - صلح نامہ حدیبیہ کے موقع پر "من محمد رسول اللہ" کے بجائے من محمد بن عبداللہ" کے لکھے جانے پر راضی ہوجانا فتح مکہ کے موقع پر خون کے پیاسے دشمنوں کو "لاتثریب علیکم الیوم" کا پیغام رحمت دینا - قریش کی دل داری کی خاطر بیت اللہ کی عمارت کو بناء ابراہیمی پراز سرنوا ستوار کرنے کے بجائے اسی حالت میں باقی رہنے دینا - امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کو معاف کردینا سفاکی کی بد ترین مثال پیش کرنے والی ہندہ کو عفوو درگزر سے نوازنا - آپ کے جانی دشمن ابوجہل کے بیٹے عکرمہ رضی اللہ عنہ کو نادم سر جھکائے بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے پر کمال شفقت سے پیش آنا - مشرکین کی سنگساری سے زخمی ہونے پر بد دعا کی بجائے "اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون" کے الفاظ سے ان کے حق میں دعا کرنا جنگ میں بوڑھوں، عورتوں اور بچوں سے نیک سلوک کی تلقین کرنا - سایہ دار پھل دار درختوں کو ضائع کرنے سے روکنا' بیوگان یتامی و مساکین کا خیال رکھنا' مزدور کی مزدوری ان کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دینے کی تلقین فرمانا' غلاموں کو بند غلامی سے آزاد کرنے کی رغبت دلانا' الخلق عیال اللہ کہہ کر پوری مخلوق خدا کے ساتھ بلاتفریق مذہب و ملت نیکی اور بھلائی سے پیش آنا یہ رحمۃ للعالمین، رؤف و رحیم اور خلق مجسم ہونے کی وہ روشن مثالیں ہیں جن کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے

Marfat.com

تعمیرِ فکر

☆ اسلام کا نظام اخلاق

☆ خودی قرآن حکیم کی روشنی میں

☆ موجودہ دور میں مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم انقلاب کیسے ممکن ہے؟

☆ اسلام کا اقتصادی نظام

☆ اسلام میں عورت کی معاشرتی حیثیت

Marfat.com

Marfat.com

قرآن حکیم کی روشنی میں نظام اخلاق

اسلام دین فطرت ہے اور قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے ایک روشن ضابطہ حیات ہے۔ نباض فطرت پروردگار عالم نے' انسانی جلبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے' زندگی کے ہر ہر گوشے میں رہنمائی کے زریں اصول عطا کئے ہیں۔ چنانچہ ایک صالح اور صحت مند معاشرے کی تشکیل و تعمیر کے لیے قرآن حکیم نے' افراط و تفریط سے پاک' ایک معتدل و متوازن' اعلی و ارفع اور جامع و کامل اخلاقی نظام دیا ہے۔

اخلاق سے کیا مراد ہے؟ وہ کون سے فضائل اخلاق ہیں جن کے اپنانے کی قرآن حکیم نے تلقین فرمائی ہے؟ اور وہ کون سے رذائل اخلاق ہیں' جن سے مجتنب رہنے کی تاکید کی ہے؟ انسانی معاشرے کی تعمیر و ترقی میں اخلاق کا کردار کیا ہے؟ وہ کون سے وجوہ و اسباب ہیں جو دور حاضر میں اخلاقی اقدار کی پامالی اور عالمی مسائل کے ذمہ دار ہیں؟ وہ کون سے محرکات ہیں جن پر ایک واقعی اور حقیقی اخلاقی نظام کی بنیادوں کو استوار کیا جا سکتا ہے؟ اور وہ کون سی تدابیر ہیں جو معاشرہ انسانی کی اصلاح و فلاح اور اخلاقی اقدار کے عملی فروغ میں موثر ثابت ہو سکتی ہیں؟ یہ ہیں وہ چند گزارشات! جنہیں اس مختصر مقالے میں پیش کرنا مقصود ہے۔

اخلاق خلق کی جمع ہے۔ لفظ خلق کا مفہوم اور خلق سے اس کا فرق و امتیاز بیان کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں :

" خص الخلق بالهيئات والا شكال و الصور المدر كة بالبصر و خص الخلق بالقوى والسجايا المدر كة بالبصيرة " (1)

(خلق ہیت و شکل انسانی کے ساتھ خاص ہے اور محاسن خلق کا مشاہدہ نگاہ کرتی ہے

Marfat.com

اور خلق کا لفظ عادت اور خصلت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور خاص خلق کا احساس بصیرت سے ہوتا ہے۔)

امام غزالی نے اپنی شاہکار تصنیف' احیاء علوم الدین میں لفظ خلق کی تشریح کرتے ہوئے بڑی عمدہ بات کہی ہے۔ فرماتے ہیں:

" فالخلق عبارة عن هيئة فى النفس راسخة عنها تصدر الافعال بسهولة و يسر من غير حاجة الى فكر و روية فان كانت الهيئة بحيث تصدر عنها الافعال الجميلة المحمودة عقلا و شرعا سميت تلك الهيئة خلقا حسنا و ان كان الصادر عنها الافعال القبيحة سميت الهيئته التى هى المصدر خلقا سيئا " (2)

(خلق نفس کی اس ہیت راسخہ کا نام ہے جس سے تمام افعال بلا تکلف اور بلا تامل صادر ہوں۔ اگر یہ افعال عقلا و شرعا عمدہ اور قابل تعریف ہوں تو اس ہیت کو خلق نیک اور اگر برے اور قابل مذمت ہوں تو اس ہیت کو خلق بد کہتے ہیں)

ڈاکٹر زکی مبارک نے امام غزالی کی دوسری تصنیف میزان العمل سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

" واما حسن الخلق فبان يزيل جميع العادات السيئة التى عرف الشرع تفاصيلها ...... فيتجنبها كى يتجنب المستقزرات' وان يتعود العادات الحسنة و يشتاق اليها فيو ثرها ويتنعم بها " (3)

(حسن خلق اس کا نام ہے کہ تمام بری عادتیں ترک کر دی جائیں جن کی تفصیل شرع میں بیان کی گئی ہے اور ان سے ایسا ہی پرہیز کیا جائے جیسا کہ عام نجاستوں سے کیا جاتا ہے۔ اور ان کے مقابلے میں تمام اچھی عادتوں کو اس طرح اپنا لیا جائے کہ طبیعت ان کی طرف یک گونہ کشش اور شوق محسوس کرنے لگے اور تمام بری عادتوں سے متنفر ہو کر نیک عادتوں کو ترجیح دینے میں خوشی اور تسکین پائے)

گویا امام غزالی کے نزدیک بقول ڈاکٹر زکی مبارک:

" نفس کو شریعت اسلامیہ کے ساختہ و پرداختہ قالب میں ڈھالنا اور انبیاء و صدیقین'

Marfat.com

شہداء، صوفیہ اور دوسرے علماء اسلام کے نقش قدم کی طرف نفس کو مائل و راغب کرنے کا نام اخلاق ہے۔ (4)

علامہ ابن قیم نے اخلاق اور حصول سعادت پر تعلیم قرآن کی روشنی میں جو تبصرہ فرمایا ہے وہ بھی لائق مطالعہ ہے، فرماتے ہیں:

"دین اسلام "خلق" ہی کا دوسرا نام ہے اور تصوف کی حقیقت بھی "خلق" کی علاوہ کچھ اور نہیں۔ پس جو شخص جس قدر اخلاق حسنہ کا مالک ہے اسی قدر دین اور تصوف میں بھی بلند ہے۔" (5)

علامہ ابن قیم کا یہ قول غالباً اس ارشاد نبوی ﷺ کی طرف اشارہ ہے جسے امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں نقل کیا ہے:

" جاء رجل الی رسول اللّٰہ ﷺ من بین یدیہ فقال " یا رسول اللہ ﷺ ما الدین؟ قال :"حسن الخلق" فاتا من قبل یمینہ فقال یا رسول اللہ ﷺ ماالدین؟ قال "حسن الخلق" ثم اتاہ من قبل شمالہ فقال ماالدین؟ فقال : "حسن الخلق" (6)

(ایک شخص حضور اکرم ﷺ کے پاس سامنے سے آیا اور استفسار کیا: یا رسول اللہ ﷺ! دین کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "حسن خلق" پھر وہ دائیں طرف سے حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ! دین کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "حسن خلق" پھر وہ بائیں طرف سے آیا اور پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ دین کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "حسن خلق")

حضرت نواس بن سمعان کے استفسار پر کہ نیکی اور گناہ کیا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

" البر حسن الخلق، والاثم ماحاک فی صدرک و کرھت ان یطلع علیہ الناس" (7)

(نیکی حسن خلق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں خلش پیدا کرے اور تو اس امر کو برا سمجھے کہ لوگ اس سے واقف ہو جائیں۔)

Marfat.com

حضرت معاذ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں یمن کو رخصت کرتے وقت آخری وصیت فرمائی: "یا معاذ! احسن خلقک للناس" (8)

(معاذ! (لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لیے) اپنے خلق کو اچھا بنا)۔

ان تمام توضیحات سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ لفظ خلق انتہائی وسعتوں کا حامل ہے بلکہ دوسرے لفظوں میں خلق، مقصد حیات سے آگاہ ہو کر زندگی کو طریقے سلیقے اور قرینے سے بسر کرنے کا نام ہے اور تمام شعبہ ہائے حیات کو محیط ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جب نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو ام المومنینؓ نے فرمایا:

"کان رسول اللہ ﷺ خلقه القرن" (9)

اس اشارے سے جہاں ایک طرف لفظ خلق کے مفہوم کی وسعتوں اور ہمہ گیری کی نشاندہی ہوتی ہے دوسری طرف یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق عالیہ، جملہ تعلیمات قرآنیہ کی حسین تعبیر تھے۔ دوسرے الفاظ میں جملہ احکام قرآنیہ کی بطریق احسن تعمیل حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ میں سمٹ آئی تھی

اسلام میں اخلاق کی قدر و قیمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم نے امت مسلمہ کی اخلاقی تربیت یا تزکیہ نفس کو رسول اکرم ﷺ کے فرائض منصبی میں سے ایک اہم فریضہ قرار دیا ہے۔ سورۃ بقرہ میں ہے:

" کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایتنا و یذکیکم و یعلمکم الکتب والحکمة و یعلمکم مالم تکونوا تعلمون" (10)

(جس طرح میں نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہیں میری آیات سناتا ہے، تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے، تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے)

سورہ جمعہ میں بھی اسی مضمون کو دہرایا گیا ہے۔ (11)

سورہ آل عمران میں تو نبی اکرم ﷺ کی بعثت کو عظیم احسان خداوندی سے تعبیر کیا

Marfat.com

گیا ہے :

" **لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ** " (12)

(بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر مبعوث کیا جو اللہ تعالیٰ کی آیات انہیں سناتا ہے۔ ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت و دانائی کی تعلیم دیتا ہے)

خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصود یہ بیان فرمایا :

" **بعثت لا تمم حسن الاخلاق** " (13)

(مجھے حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہے)

گویا انبیائے کرام کی بعثت کا مقصود اولین یہ ہے کہ وہ لوگوں کا تزکیہ نفوس اور اخلاقی تربیت کریں تاکہ ان کا آئینہ قلب شفاف ہو جائے اور اس میں انوار الٰہیہ منعکس ہوں۔ سورہ شمس میں تزکیہ نفس کو مقصود مومن اور فلاح کا ضامن قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے :

"**قد افلح من زکھا و قد خاب من دسھا**" (14)

حامل خلق عظیم ﷺ نے امت مسلمہ کے ذہن و قلب میں اخلاق کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے ارشاد فرمایا :

" **ان من احبکم الی احسنکم اخلاقا** " (15)

" **ان من خیار کم احسنکم اخلاقا** " (16)

" **ان اثقل شی ء یوضع فی میزان المومن یوم القیامۃ خلق حسن** " (17)

" **اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا** " (18)

(تم میں سے مجھ کو وہ شخص سب سے پیارا ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ تم میں نیک ترین وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ جو چیزیں قیامت کے دن مومن کے اعمال کے ترازو میں رکھی جائیں گی ان میں سب سے وزنی چیز حسن

Marfat.com

خلق ہے۔ مومنین میں سے ایمان کے اعتبار سے کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں)

مذکورہ بالا ارشادات نبوی ﷺ میں اخلاق کو بارگاہ رسالتماب میں تقرب کا باعث' انسانیت کی کسوٹی' قیامت کے روز میزان عمل میں اخلاق کا سب سے وزنی ہونا حتی کہ اسے ایمان کی اکملیت کا معیار قرار دیا گیا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی انسانی معاشرہ اس وقت تک صالح اور صحت مند معاشرہ نہیں بن سکتا جب تک ان کے افراد صالح نہ ہوں۔ افراد کی اخلاقی تربیت اور کردار سازی معاشرے کی تعمیر کے لئے سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن حکیم نے اخلاقی تربیت کے لئے فضائل اخلاق کو اس قدر تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اس مختصر سے مقالے میں ان کا احاطہ کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کو رہنما اصول سے منور نہ کیا گیا ہو۔ قرآن حکیم نے ان تمام محاسن اخلاق کی' نام لے لے کر' تلقین کی ہے جو ایک صالح کردار کی تشکیل میں ممد ومعاون ہو سکتے ہیں مثلاً فضیلت علم' کسب حلال' جدوجہد' صبر' شکر' توکل' اخلاص' صدق' عضو' قناعت' احسان' ایثار' عدل جرات' نصیحت' حیاء' امانت' امید' اولوالعزمی' ثابت قدمی' شرافت' سعی و کوشش' پابندی وقت' صحت وصفائی' گفتار ورفتار میں نرمی اور تواضع۔ یہ وہ فضائل اخلاق ہیں جو انسانی کردار کی بطریق احسن تعمیر کرتے ہیں۔

یہاں اس امر کا ذکر بھی بے حد ضروری ہے کہ قرآن حکیم نے انفرادی نیکی کو مکتفی قرار نہیں دیا بلکہ اجتماعی کردار کی تعمیر پر بھی زور دیا ہے یہ اجتماعی کردار ہی ہے جو قوموں کے عروج و زوال اور معاشرے کی تعمیر یا فساد کا باعث بنتا ہے۔ اگر ہم انسانی زندگی پر غور کریں تو وہ ہمیں مختلف دوائر میں منقسم نظر آتی ہے انسانی شعور کی جب آنکھ کھلتی ہے تو پہلا دائرہ عائلی زندگی کا ہے۔ قرآن حکیم نے والدین کے ساتھ حسن سلوک' بیوی سے حسن معاشرت' اولاد کی تربیت نیز رشتہ داروں'

Marfat.com

ملازموں، پڑوسیوں، مسافروں، یتیموں اور مسکینوں میں سے ہر ایک کا نام لے کر ان سے حسن سلوک کی تلقین فرمائی ہے۔ عائلی زندگی کے بعد انسانی زندگی کا دائرہ جب اور وسیع ہوتا ہے تو مجلسی اور معاشرتی زندگی کے مسائل پیش آتے ہیں قرآن حکیم نے آداب ملاقات، آداب مجلس، آداب استیذان، آداب حجاب، آداب گفتگو، کھانے پینے کے آداب، تجارت کے آداب سکھائے ہیں۔ نیز دوستی، اتفاق باہمی، شیریں کلامی، تواضع، ایفائے عہد، مشورہ، رازداری، تعاون اور اصلاح بین الناس جیسے اخلاق فاضلہ اپنانے کی طرف توجہ مرکوز کی ہے اور اس حقیقت سے انکار کرنا ناممکن نہیں کہ ان کے اپنانے سے ہی ایک صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ انسانی زندگی کا دائرہ اور وسیع ہوتا ہے اب قومی اور ملی تقاضے درپیش ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم نے عدل و انصاف، شہادت وگواہی، اتحاد واتفاق، امن وسلامتی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، تبلیغ، جہاد وغیرہ ان تمام امور میں امت مسلمہ کی توجہ فضائل اخلاق سے آراستہ ہونے کی طرف مبذول کی ہے۔

انسانی زندگی کا دائرہ اور وسیع ہوتا ہے۔ اب بین الاقوامی زندگی کے تقاضے ملحوظ ہیں۔ قرآن حکیم کی روشنی میں ہمیں عہد و میثاق کی پابندی، قانون صلح وجنگ، بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت، غیر مسلموں سے سلوک، مذہبی رواداری، دوسروں کے معبودان باطل کو بھی گالی نہ دینا، غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی حفاظت، ان کے جان و مال و آبرو کی حفاظت اور احترام بلکہ پوری انسانیت کا احترام سکھایا گیا ہے۔

قرآن حکیم نے جہاں فضائل اخلاق کی تلقین فرمائی ہے وہاں معاشرے کو فتنہ و فساد سے پاک رکھنے کے لیے رذائل اخلاق سے مجتنب رہنے کی تاکید بھی کی ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے جھوٹ، افتراء، بہتان، قول بے عمل، فضول شعر گوئی، بدگوئی، بزدلی، بدکاری، یاسیت، فسق وفجور، گالی گلوچ، استہزاء، فحشاء بغی، تعصب، نافرمانی، طغیان و سرکشی، غفلت و فرض شناسی، ہوائے نفس کی پیروی جیسے رذائل

Marfat.com

اخلاق کی واضح طور پر نشاندہی کی ہے جو انسانی فلاح و سعادت کو ذلت و ضلالت کے گہرے غار میں دفن کر دیتے ہیں۔ المختصر قرآن حکیم نے فرد کی انفرادی زندگی سے لے کر بین الاقوامی زندگی تک اور دنیوی زندگی سے لے کر آخروی زندگی تک کے امور میں امت مسلمہ کو اخلاق عالیہ سے آراستہ کرنے کے لئے کامل اور جامع رہنمائی فرمائی ہے۔ محمد عطیہ الابراشی نے اپنی تالیف "**عظمة الاسلام**" میں "**الانسان الکامل فی الاسلام**" کے زیر عنوان۔ سورۃ الاسرا کی "**وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ**" سے لے کر "**کل ذلک کان سیئہ عند ربک مکروھا**" (19) تک آیات کا ذکر کیا ہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ :

1. تم لوگ سوائے اس کے کسی کی عبادت نہ کرو۔
2. والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو۔ نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ " پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے۔ اگر تم صالح بن کر رہو تو وہ ایسے سب لوگوں کے لئے درگزر کرنے والا ہے جو اپنے قصور پر آگاہ ہو کر بندگی کے رویے کی طرف پلٹ آئیں۔
3. رشتہ داروں کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔
4. فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکر ہے۔
5. اگر ان سے (یعنی حاجت مندوں سے) تمہیں کترانا ہو اس بناء پر کہ ابھی تم اللہ کی اس رحمت کو جس کے تم امیدوار ہو تلاش کر رہے ہو تو انہیں نرم

Marfat.com

جواب دے دو۔

6. نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو (یعنی نہ بخل سے کام لو) اور نہ ہاتھ کو بالکل چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔ تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔

7. اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ درحقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔

8. زنا کے قریب نہ پھٹکو وہ بہت ہی برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ۔

9. قتل نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے۔ اس کی مدد کی جائے گی۔

10. مال یتیم کے پاس نہ پھٹکو' مگر احسن طریقے سے' یہاں تک کہ وہ اپنے شباب کو پہنچ جائے۔

11. عہد کی پابندی کرو' بے شک عہد کے بارے میں تم کو جوابدہی کرنی ہو گی۔

12. پیمانے سے تو پورا بھر کر دو' اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو۔ یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی یہی بہتر ہے۔

13. کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہیں (یعنی وہم و گمان کے بجائے علم کی پیروی کرو) یقیناً آنکھ' کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہوتی ہے۔

14. زمین میں اکڑ کر نہ چلو۔ تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔

ان احکام میں ہر ایک کا برا پہلو تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔

Marfat.com

قرآن حکیم نے مذکورہ بالا چودہ نکات کو حکمت کی باتیں قرار دیا ہے:

یہ وہ (Practical Wisdom) حکمت کی باتیں ہیں جو تیرے رب نے تجھ پر وحی کی ہیں" (20)

الابراشی نے ان آیات کریمہ کی توضیح کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: (21)

" فاذا تحققت هذه الصفات فى انسان كان كاملا ناشخصية كاملة "

(پس جب یہ صفات کسی انسان میں پائی جائیں گی تو وہ انسان ایک کامل انسان بن جائے گا ایک ایسی شخصیت جو ہر لحاظ سے مکمل ہے)

قرآن حکیم کے بیان کردہ اخلاق کی تعلیم صرف نظری نہ تھی۔ محسن انسانیت' صاحب خلق عظیم ﷺ نے ان اخلاق فاضلہ پر بطریق احسن عمل کر کے دکھایا جو پوری نوع انسانی کے لیے ایک دائمی نمونہ عمل ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی جامع صفات و کمالات ہے۔ آپ سید الانبیاء ہیں' مصلح اعظم ہیں' امن عالم کے سب سے بڑے داعی اور پیامبر ہیں' مثالی مدبر و منتظم و رہنما ہیں' بہترین شارع و مقنن ہیں' بے نظیر منصف و قاضی ہیں' مثالی جرنیل اور اعلیٰ درجہ کے سپہ سالار ہیں' نفاست و نظافت اور پاکیزگی و شائستگی کا عملی سبق دینے والے ہیں۔ معاشی و اقتصادی' معاشرتی و تمدنی' سیاسی و قانونی' تعلیمی و تربیتی' تجارتی و صنعتی غرض یہ کہ زندگی کے ہر ہر گوشے میں رہنمائی اور زریں اصول عطا فرمانے والے ہیں لیکن آپ کی ذات عالی کا جو جوہر سب سے نمایاں اور درخشاں نظر آتا ہے وہ یہ کہ آپ حامل خلق عظیم اور متمم اخلاق ہیں۔ یہ جوہر آپ کی تعلیمات میں اس قدر روشن اور تابناک نظر آتا ہے کہ پوری تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

صلح نامہ حدیبیہ کے موقع پر "محمد رسول اللہ" کے بجائے "محمد بن عبداللہ" (22) کے لکھے جانے پر راضی ہو جانا' امیر حمزہ کے قتل وحشی کو معاف کر دینا (23) صفا کی بدترین مثال پیش کرنے والی ھندہ کو عفو درگزر سے نوازنا اپنے جانی دشمن ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کو نادم سر جھکائے' بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے پر کمال

Marfat.com

شفقت سے پیش آنا (24)، مشرکین کی سنگباری سے زخمی ہونے پر بددعا کے بجائے "خدایا میری قوم کو بخش دے کہ وہ جانتے نہیں" (25) کے الفاظ سے ان کے حق میں دعا کرنا، جنگ میں بوڑھوں، عورتوں اور بچوں سے نیک سلوک کی تلقین کرنا، سایہ دار اور پھل دار درختوں کے ضائع کرنے سے روکنا، بیوگان، یتامی اور مساکین کا خیال رکھنا، مزدوروں کی مزدوری ان کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنے کی تاکید فرمانا غلاموں کو بند غلامی سے آزاد کرنے کی رغبت دلانا، "**الخلق عیال الله**" (26) کہہ کہ پوری مخلوق خدا کے ساتھ، بلا تفریق مذہب وملت، نیکی اور بھلائی سے پیش آنے کی تاکید کرنا، یہ **رحمة للعالمین**، رؤف و رحیم اور خلق مجسم ہونے کی وہ روشن مثالیں ہیں جن کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے قاصر ہے۔

یہ امر کتنا تعجب خیز ہے کہ مونس و غم خوار، اذیت رسیدہ و زخم خوردہ شخص جب فضل باری سے اس قدر نوازا جاتا ہے کہ سلطنت کا رقبہ دس لاکھ مربع میل تک جا پہنچتا ہے۔ مدنی زندگی کے دس برس غزوات کے تسلسل میں گزر جاتے ہیں۔ حق وباطل کے فیصلہ کن معرکے پیش آتے ہیں لیکن وہ انتقام نہیں لیتا اور ان متعدد غزوات میں صرف چند ہزار افراد ہلاک ہوتے ہیں اور ایک عظیم انقلاب صفحہ ہستی پر رونما ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ذرا روس اور فرانس کے انقلاب کی ہلاکت خیزیاں اور نتائج سامنے رکھیں۔ ادیان عالم اور اقوام عالم کے حالات کا مطالعہ کریں۔ بائبل ہی کو لیجئے۔ اس میں مذکور ہے :

"بنی اسرائیل نے (دشمن کے) سب شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے اور ان کی سب چھاؤنیوں کو آگ سے پھونک دیا" (27)

حضرت موسیٰ کی طرف منسوب یہ حکم بائبل میں واضح طور پر موجود ہے :

"موسیٰ ان فوجی سرداروں پر جو ہزاروں اور سینکڑوں کے سردار تھے اور جنگ سے لوٹے تھے، جھلایا اور ان سے کہنے لگا .... ان بچوں میں جتنے لڑکے ہیں سب کو مار ڈالو، اور جتنی عورتیں، مرد کا منہ دیکھ چکی ہیں ان کو قتل کر ڈالو" (28)

Marfat.com

لیکن خلق مجسم ﷺ کی فتح مکہ کے منظر پر ایک نظر ڈالیئے۔ حضور ﷺ ایک قابل جرنیل کی تمام خصوصیات و محاسن سے متصف و آراستہ نظر آتے ہیں۔ چاروں اطراف سے لشکر کو مکہ میں داخل کرنا جنگی بصیرت پر دال ہے۔ دشمن کی بے چارگی کے باوجود ان کا قتل عام کرنے کے بجائے' خون کے پیاسوں کو "لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا انتم الطلقا" کا پیغام رحمت سنانا' رحمۃ للعالمین کا کمال ہی ہو سکتا ہے۔ (29)

حامل خلق عظیم کی ایک بہت بڑی خصوصیت جو ہمیں دنیا کے کسی قائد میں نظر نہیں آتی یہ بھی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت' خون کا سیلاب لانے کی بجائے' تشکر امتنان کے جذبات کے وفور سے آپ کی مبارک آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب اڈ آتا ہے۔ آپ کا سر بارگاہ صمدیت میں جھک جاتا ہے۔ (30) فتوحات اور کامیابیوں کے دائرے کی وسعت کے ساتھ ساتھ آپ نشہ اقتدار سے نہیں بلکہ زہد و طاعت اور حب الٰہی کی مے سے سرشار نظر آتے ہیں۔ کیف و مستی اور جذب و شوق کا یہ عالم ہے کہ حضور حق میں طول قیام سے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے ہیں۔ قرآن حکیم میں مذکورہ بالا اخلاق اور صاحب قرآن ﷺ کے ان اخلاق فاضلہ پر بطریق احسن عمل پیرا ہونے کا نتیجہ ہم تاریخ کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ آپ کی تشریف آوری سے قبل کوئی قوم تہذیب و تمدن کے اعتبار سے اس قدر پست نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے' کوئی قوم اس قدر غیر منظم نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے' کوئی قوم جہالت اور بربریت کا اس قدر شکار نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے' لیکن رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے چند برسوں کے بعد ہی کوئی قوم تہذیب و شائستگی کی اس قدر حامل نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے' کوئی قوم اس قدر منظم نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے' کوئی قوم اس قدر حق پرست اور راست باز نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے۔ المختصر پوری دنیا میں کوئی خطہ زمین میں اس قدر روشن' اس قدر توحید آشنا' اس قدر منظم' مساوات انسانی اور

Marfat.com

اخوت کا اس قدر عملی مظہر اور عدل و انصاف کا اس قدر علمبردار نظر نہیں آتا جس قدر کہ عرب تھے۔ یہ حامل خلق عظیم ہی کہ شخصیت تھی اور قرآن حکیم کے فضائل اخلاق کا فیض تھا جو اس عظیم اور تاریخی انقلاب کا باعث بنا۔ حضور ﷺ کی مساعی جمیلہ کو خوش بختی اور کامیابی کا تاج پہنایا گیا کہ غیر مسلم بھی اس امر کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

"Of all the great religious personalities of the world, Mohammad was the most successful." (31)

لیکن ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ جب تمام ادیان میں بنیادی طور پر تعلیمات اخلاق موجود ہیں تو اس میں قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کا کمال کیا ہے؟ یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ اسلام نے یہ دعوی کبھی نہیں کیا کہ وہی اور صرف وہی ہدایت ربانی کا امین ہے بلکہ قرآن حکیم تو **مصدقا لما معکم** (32) کے ارشاد باری کے مطابق پہلی اقوام کو ہدایت ربانی پہنچنے کی تصدیق و تائید کرتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد "**بعثت لاتمم حسن الاخلاق**" (33) جہاں حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد حسن اخلاق کی تکمیل اور فروغ کو قرار دیتا ہے وہاں اس امر کی طرف بھی واضح اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے قبل ادیان میں اخلاق کا تصور اور اس کی تلقین کسی نہ کسی صورت میں موجود رہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی نمایاں خصوصیت ہے کہ آپ متمم اخلاق ہیں یعنی اخلاق عالیہ کو درجہ تکمیل تک پہنچانے والے ہیں۔ ورنہ دوسرے ادیان میں بھی تعلیمات اخلاق ملتی ہے۔ مثلاً ہندو دھرم میں سچ بولنا' بڑوں کا ادب کرنا' پن دان کرنا اور اسی قسم کے اخلاق کی تعلیم موجود ہے منو سمرتی میں آداب گفتگو کے ضمن میں لکھا ہے: "بات سچی اور میٹھی کہے اور اگر سچی ہو' اور میٹھی' نہ ہو تو نہ کہے اور اگر میٹھی ہو اور سچی نہ ہو تو بھی نہ کہے۔ یہ روزمرہ کا دھرم ہے" (34) اسی طرح منو سمرتی میں ہے "کانے کو کانا کہہ کر نہ پکارے" (35)

Marfat.com

آداب و اخلاق کی اس طرح کی تلقین ہمیں جین دھرم، بدھ مت، یہودیت اور عیسائیت میں بھی ملتی ہے اور یہ قرآن حکیم کے اس ارشاد کی تائید ہے کہ

وان من امة الاخلافیها نذیر ۰ (36)

لیکن ان ادیان میں ہدایت ربانی افراط و تفریط کا شکار ہو گئی جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اسلام نے اخلاق کا آغاز نہیں بلکہ اخلاق میں افراط و تفریط سے ہٹ کر جادہ اعتدال اختیار کر کے اخلاق عالیہ کی تکمیل کی ہے۔ مثلاً ہندو دھرم میں چار ورنوں کا تصور ہے اور برہمن کو دوسری ذاتوں پر ترجیح حاصل ہے۔ منو سمرتی میں ہے: سزائے قتل کے مقام میں برہمن کو مونڈ منڈانا ہی سزا ہے اور دیگر قوم کو قتل کی سزا دینا ہی چاہیے۔ اگر برہمن یعنی عالم شخص بہت گناہوں کا مجرم ہے تو بھی اس کو نہ کرے بلکہ سزائے جسمانی نہ دے کر اپنے راج سے نکالے۔ دنیا میں وِدوان یعنی برہمن کے قتل سے زیادہ کوئی گناہ نہیں کیونکہ اس سے سلسلہ تعلیم سے نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے راجہ برہمن کو قتل کرنے کا خیال من میں بھی نہ لائے" (37)

ہندو دھرم کے اس مشہور ضابطہ اخلاق کا ملاحظہ آپ نے فرمایا کہ برہمنوں کو باقی ذاتوں کے مقابلے میں سزائے قتل سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اس کے مقابلے میں اسلام نے اخوت و مساوات کا ایک ایسا مثالی تصور دیا ہے کہ سزا کے معاملے میں ایک عام انسان سے لے کر سلطان وقت تک کسی فرق و امتیاز کو روا نہیں رکھتا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی اس خصوصیت کو اجاگر کرنے کے لیے سلطان مراد شاہ خجند کا واقعہ بیان کیا ہے کہ سلطان مسجد کی تعمیر پسند نہ آنے پر معمار کا ہاتھ کاٹ دیتا ہے۔ معمار قاضی کے پاس فریاد لے جاتا ہے۔ قاضی اسی سلطان کا ملازم ہونے کے باوجود سلطان کو عدالت میں طلب کرتا ہے۔ سلطان حاضر ہو کر پشیمانی کا اظہار کرتا ہے لیکن بقول حکیم الامت ؎

گفت قاضی فی القصاص آمد حیات

Marfat.com

زندگی گیرد ازیں قانون ثبات
عبد مسلم کم تر از احرار نیست
خون شہ رنگین تر از معمار نیست (38)

ہاتھ کے بدلے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ صادر ہوتا ہے لیکن مستغیث سلطان کا قصور معاف کر دیتا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

یافت مورے بر سلیمانے ظفر
سطوت آئین پیغمبر نگر
پیش قرآن بندہ و مولا یکے است
بوریا و مسند دیبا یکے است (39)

اب ذرا جین دھرم کی تعلیمات اخلاق کا جائزہ لیجئے یہ "اہنسا پر مو دھرم" پر یقین کامل رکھتے ہیں یعنی ان کے ہاں سب سے اونچا دھرم کسی جان دار کو اذیت نہ دینا ہے۔ مہاویر سوامی کے حالات زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے اور اہنسا کے اصول کو بیان کرتے ہوئے مقدس جینی ادب کے حوالے سے' لندن یونیورسٹی کے تقابل ادیان کے پروفیسر ڈاکٹر پرندر لکھتے ہیں:

"When once he sat without moving his body, the dogs cut his flesh, tore his hair, covered him with dust. Throwing him up they let him fall, or disturbed him in his religious postures ; abandoning the care of his body, the Venerable one, humbled himself." (40)

جین دھرم میں اہنسا کے اصول کے پیش نظر وہ لوگ جو کسی نہ کسی طریق سے کسی جان کے قتل کرنے کے ذمہ دار ٹھہرتے ہیں۔ مثلاً قصاب' ماہی گیر' فوجی اور شکاری انہیں نورانیت سے محروم قرار دیا گیا ہے۔ مقدس جینی ادب میں ہے:

"Buthcers, fishermen, warriors, and hunters are

Marfat.com

completely dark and without light."(41)

بدھ دھرم کی تعلیمات اخلاق میں عفو و در گزر کا سبق دیا گیا ہے۔ "دھمپد" میں عفو و در گزر کا سبق ان الفاظ میں دیا گیا ہے:

"He abused me, he struck me, he overcame me, he robbed me. In those who harbour such thoughts hatred will never cease."(42)

عیسائیت میں تعلیمات اخلاق کا انداز' نا قابل عمل تک' نرمی پر مبنی ہے۔ انجیل متی میں ہے:

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت' لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا"۔ (43)

عفو درگزر کی تعلیمات اخلاق کے مقابلے میں قرآن حکیم نے جہاں عفو و در گزر کا مثالی سبق دیا ہے تو دوسری طرف اپنے تحفظ اور دفاع کی تلقین اور قصاص لینے کی اجازت بھی عطا فرمائی ہے۔

ادیان عالم کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے والے پر یہ امر مخفی نہیں کہ انسان کے عقائد و تصورات کا اثر اس کے اعمال و افعال پر بڑا گہرا ہوتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا ادیان کی غیر فطری اور غیر متوازن تعلیم کا اثر انہیں ترک دنیا (بیراگ) اور رہبانیت کی طرف لے گیا۔ قرآن حکیم نے منفی اخلاق کی تعلیم نہیں دی جو انسان کی تخلیقی صلاحیتوں کو معطل کر دے بلکہ قرآن حکیم وہ فضائل اخلاق سکھاتا ہے جو ایک فعال' سرگرم اور بھرپور زندگی گزارنے کا تقاضا کرتے ہیں۔ قرآن حکیم دین فطرت کا عکاس ہے۔ لہٰذا اس کا بتایا ہوا ضابطہ اخلاق بھی فطرت کے عین مطابق ہے۔

Marfat.com

چنانچہ جب ایک مسلم مفکر (44) سے یہ پوچھا گیا کہ اہل مغرب تعمیرو ترقی کی راہ پر گامزن کیسے ہوئے تو انہوں نے کہا کہ انہوں نے اپنے دین کو چھوڑ دیا۔ سائل نے استفسار کیا کہ مسلمان ترقی کی دوڑ میں پیچھے کیوں رہ گئے؟ تو جواب دیا کہ انہوں نے اپنے دین کو چھوڑ دیا۔ سائل نے کہا کہ ایک ہی عمل سے دو مختلف اور متضاد نتائج کیسے پیدا ہوئے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کا دین غیر فطری تھا لہٰذا جب انہوں نے اپنے دین کو ترک کیا تو وہ فطرت کے قریب ہو گئے۔ مسلمانوں کا دین فطری ہے' جب انہوں نے دین کو چھوڑا تو وہ فطرت سے دور ہو گئے۔

قرآن حکیم نے فضائل اخلاق کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان وجوہ اسباب کو بھی بیان کیا ہے جو انسان کو اخلاقی بے راہ روی کی طرف مائل کر دیتے ہیں۔ صرف ایک آیت کریمہ میں وجوہ اسباب کو کمال بلاغت سے پیش کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

" زین للناس حب الشهوات من النساء والبنين و القناطير المقنطرة من الذهب والفضة والخيل المسومة والانعام والحرث ذلک متاع الحيوة الدنيا والله عنده حسن الماٰب" (45)

ان مرغوبات انسانی میں سرفہرست عورت ہے۔ حب زن' حب زر' حب جاہ اقتدار اور حب زمین ہی وہ بنیادی اسباب ہیں جو اخلاقی اقتدار کی پامالی کا باعث بنتے ہیں۔ اب ایک گروہ تو ہے جو بے لگام خواہشات کی پیروی میں کھل کھیلتا ہے۔ اسے کسی ضابطہ اخلاق کی پرواہ نہیں ہوتی۔ دوسرا گروہ ان خواہشات کی اندھی پیروی کو انسانیت کے لیے تباہی و بربادی خیال کرتا ہے لیکن اس کا علاج یہ تجویز کرتا ہے کہ خواہشات کو سرے سے کچل ہی دیا جائے۔ بدھ دھرم کی تعلیمات یہی ہیں کہ " تنہا" یا خواہش ہی جملہ انسانی مصائب کی ذمہ دار ہے (46) لہٰذا ہوائے نفس (Fire of Lust) کے شعلے کو بجھا دیا جائے تو نروان اور سکون حاصل ہو سکتا ہے۔ (47) اسی طرح دوسرے ادیان نے ان خواہشات سے بچنے کے لئے بیراگ یا

Marfat.com

ترک دنیا کا طریق تجویز کیا ہے لیکن افراط و تفریط سے ہٹ کر قرآن حکیم نے جہاں "ذلک متاع الحیوۃ الدنیا" کہہ کر ان اشیاء سے جائز طور پر بہرہ اندوز ہونے کی اجازت دی ہے' وہاں واللہ عندہ حسن الماٰب کے آخری حصے میں اس امر کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ لذت دنیوی فنا ہونے والی ہیں اس لیے ایک مومن کا نصب العین لذتیت سے بالا تر ہو کر "رضوان من اللہ" کا حصول ہونا چاہیے شاہ ولی اللہ دہلوی نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں اپنے منفرد اسلوب میں' اس مضمون کو اس طرح بیان کیا ہے کہ قوت بہیمیہ کو کچلنے کے بجائے مغلوب کر کے قوت ملکیہ کو غالب کیا جائے۔ (48)

المختصر قرآن حکیم نے اخلاقی بے روی کا منفی نہیں بلکہ مثبت اور قابل عمل علاج تجویز کیا ہے تاکہ مادی و جبلی اور روحانی دونوں تقاضے پورے ہو سکیں اور یہ علاج صرف فکری و نظری نہیں بلکہ عملی ہے۔ اسلام نے اخلاقی تربیت کا دوامی اور مستقل انتظام ارکان اسلام کی صورت میں کیا ہے۔ شہادت توحید و رسالت' معبود حقیقی اور جناب رسالت ماٰب ﷺ سے حقیقی وابستگی اور عزم و اخلاص کا باعث بنتی ہے جب کہ صوم و صلوۃ سے تقویٰ کا حصول اور اخلاقی تربیت کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ زکوۃ حب زر میں اعتدال و توازن پیدا کرتی ہے اور نفس سے بخل و حرص کے مفاسد کی اصلاح کرتی ہے اور حج ملی سطح پر رنگ و نسل کے اور لسانی اور جغرافیائی تعصبات کو دور کر کے ملت اسلامیہ میں اخوت و مساوات کی حقیقی روح پھونکتا ہے۔ جن اقوام نے فطری طریق کو ترک کر کے غیر فطری طریق اختیار کیا ہے ان کے ہاں دیگر اخلاقی قدروں کی پامالی کے ساتھ ساتھ جنسی بے راہ روی عام ہو گئی ہے بعض مذاہب سے وابستہ لوگوں نے بے راہ روی کو مذہبی یا قانونی تحفظ دیا ہے اور سیکولر اور مادہ پرست لوگ جو کسی ضابطے کے پابند نہیں وہ تو کھل کھیلتے ہیں۔ تہذیب حاضر کی چمک دمک' مادیت کی دوڑ اور فکری الحاد نے لوگوں کو اخلاقی قدروں سے بیگانہ کر دیا ہے۔ خاص طور پر یورپ میں صنعتی انقلاب کے بعد

Marfat.com

عورت، گھر کا محفوظ ماحول چھوڑ کر گھریلو امور میں دلچسپیاں لینے سے عاری ہو گئی ہے۔ اس سے تقدس، حیا اور وفا کی اخلاقی صفات چھن گئی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ مغرب میں عائلی نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔ جدید انسائکلو پیڈیا برٹینکا میں :

"The old family pattern was inexorably disrupted by the rise of the Industrial State. Children were no longer kept at home" (49)

عورت کی اخلاقی زبوں حالی کا رونا ان الفاظ میں رویا گیا ہے :

"With her enhanced economic power and her greater association with people outside the home, she became less a chattel."(50)

یورپ میں نسوانی آزادی کا غلط تصور یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ فرانس کی جارج سان لکھتی ہیں :

"میرا یہ مستقل اعتقاد ہے کہ شادی ایک نہایت قابل نفرت دستور ہے۔ مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ جب نسل انسانی انصاف اور معقولیت کی جانب اور ترقی کرے گی تو شادی کی رسم ختم ہو جائے گی" (51)

نسوانی آزادی کے اس غلط تصور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہی حکیم الامت نے فرمایا تھا ۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت

حکیم الامت نے ملت اسلامیہ کی توجہ " مادران را اسوہ کامل بتول " (52) کی طرف مبذول کی ہے۔ یورپی تہذیب نے نسوانی آزادی کے ساتھ اور پریشان کن مسائل کو جنم دیا ہے۔ چنانچہ ذہنی بے چینی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ لوگ زندگی سے فرار اختیار کرنے میں ہی عافیت سمجھنے لگے ہیں، خود کشی کے واقعات میں اضافہ

Marfat.com

ہوا ہے۔ ہپی ازم کو فروغ ہوا ہے۔ لوگ غم غلط کرنے اور ذہنی و قلبی اضطراب کو تحلیل کرنے کے لئے شراب کا سہارا لیتے ہیں' شراب کے استعمال کو روز افزوں فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ یورپ کے ذہنی کرب اور وہاں شراب کے استعمال کا اندازہ' انسائیکلو پیڈیا برٹینکا کے جدید ایڈیشن میں دی گئی معلومات سے لگایا جا سکتا ہے اس میں مذکور ہے کہ 1970ء میں دنیا بھر میں 7 ارب 65 کروڑ گیلن شراب تیار کی گئی جس کا 70 فی صد حصہ صرف یورپ میں تیار ہوا اس میں اٹلی اور فرانس پیش پیش ہیں۔ اٹلی میں ایک ارب 71 کروڑ گیلن اور فرانس میں ایک ارب 61 کروڑ گیلن شراب تیار ہوئی (الحمد للہ کہ مصنف نے شراب کی تیاری کا جو عالمی نقشہ دیا ہے اس میں پاکستان کا نام شریک نہیں)۔ یورپ میں ذہنی کرب اور بے چینی اس قدر بڑھ رہی ہے کہ اب لوگ ذہنی کرب کی تسکین کے لیے چرس کا سہارا لینے لگے ہیں۔ آپ روزانہ اخبارات میں دیکھتے ہیں کہ یورپی نوجوان عورتیں اور مرد چرس چراتے ہوئے پکڑے جاتے ہیں۔

صنعتی انقلاب کے بعد مادیت کی یلغار اور مادی رجحانات کے فروغ نے یورپ کے درد مند طبقے کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ چنانچہ یورپ اور امریکہ میں اخلاقی اصلاح کی تحریکوں نے جنم لیا۔ 15 مئی 1876ء کو نیو یارک میں First Ethical Society کا افتتاح ہوا۔ (54) اسی کی دیکھا دیکھی First English Ethical Socitey 1886ء میں معرض وجود میں آئی۔ (55) اور اب ان کی تعدلو میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ان کے مقاصد میں عورتوں کی بہبود' عائلی زندگی کی صحت' عالمی امن کا قیام اور تعلیم میں مقصدیت پیدا کرنا ہے۔ ان کے قیام کا سب سے بڑا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے:

"To assert the supreme importance of the ethical factor in all relations of life ——— personal, social national and international apart from any

Marfat.com

theological or metaphysical consideration." (56)

اس تنظیم نے اپنا موٹو یہ بیان کیا ہے: "Deed not Creed." (57)

اسی اصول کی مزید وضاحت ان کے منشور میں یہ دی گئی ہے:

"For each individual, after due consideration of the convocation of others, the final authority as to the right or wrong of any opinion or action should be his own reasoned judgement."

"The moral life involves neither acceptance nor rejection of belief in any Diety - personal or interpersonal, or in a life after death." (58)

ظاہر ہے کہ اخلاق کا وہ تصور جو خوف خدا سے خالی اور حکمت خداوندی سے عاری ہو' کس طرح نتیجہ خیز ہو سکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلام نے اخلاق کا جو تصور دیا ہے وہ خالصتاً خوف خدا پر مبنی ہے۔ ارکان اسلام میں سب سے بڑی تربیت یہی دی جاتی ہے کہ خلوتوں اور تنہائیوں میں جہاں کسی کا گزر نہ ہو محض خوف خداوندی سے سرشار ہو کر انسان حضور حق میں جھکا ہو۔ روزے کی حالت میں ہر کسی کی مرغوب نعمتیں سامنے موجود ہیں۔ اشتہا کمال پر ہے لیکن کیا مجال جو مومن کے ارادے میں ذرا بھی فرق آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے اخلاقی تربیت کو خوف خداوندی پر مبنی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

" راس الحکمۃ مخافۃ اللہ " (سب سے بڑی دانائی خدا خوفی ہے)

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا بے حد ضروری ہے۔ یہ غلط فہمی مغربی تہذیب کے زیر اثر ہمارے ہاں بھی پھیل گئی ہے کہ اخلاق کا تعلق نہ تو سیاست سے ہے نہ معیشت سے اور نہ معاشرت سے۔ میں نے اس امر کا اظہار کسی مفروضے پر نہیں کیا بلکہ چند برس قبل نیو یارک سے طبع ہو کر آنے والی ایک کتاب کا عنوان

Marfat.com

ہی یہی ہے: "Politics has no morals" جس میں مغربی سیاست کے اخلاق سے بیگانہ ہونے کا رونا رویا گیا ہے۔ اس کے باب سوم کا عنوان ہے:

"To hell with the Country ; let us win the elctions."

باب ہشتم کا عنوان ہے : "Morals on the shelf."

کتاب کا مصنف Normal Beasely نے بیان کیا ہے کہ اس کی حکومت لوگوں کو بھوک اور فاقہ مستی سے بچانے کے لیے نئے ٹیکس لگانے کا جواز پیش کرتی ہے۔ عوام بخوشی یہ بوجھ قبول کر لیتے ہیں اور ہوتا یہ ہے کہ:

"The tax laws were revised so the Administrtion could get more money to keep people from starving. Billions of dollars were collectted, and spent, for other purposes." (59)

مصنف نے دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والی فریاد ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"You and I will lose what remains of our individual freedom unless, as a people, we are stronger morally and spiritually." (60)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک متمدن ملک کے دانشور ابھی تک وہاں پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں جہاں قرآن حکیم نے چودہ سو برس قبل ہماری رہنمائی فرمائی تھی اور یہ بتایا تھا کہ اخلاق کا تعلق معیشت سے بھی ہے:

"لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" (61)

اخلاق کا تعلق سیاست سے بھی ہے:

"من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الظلمون" (62)

اسی طرح اخلاق کا تعلق قانون سے بھی ہے۔ اخلاق کا تعلق تعلیم و تربیت سے بھی ہے اور عائلی و منزلی نظام اور تمدن کا تو سنگ بنیاد ہی اخلاق ہے۔

Marfat.com

حواشی

1- الراغب الاصفہانی، المفردات، مصر، بلا تاریخ، ص 158-157

2- ابو حامد محمد بن الغزالی : احیاء علوم الدین، مصر، 1939ء الجزء الثالث، ص 52

3- الدکتور زکی مبارک : الاخلاق عند الغزالی، مصر، ص 160

4- ایضاً

5- مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی : "اخلاق اور فلسفہ اخلاق" دہلی، 1950ء ص 510

6- الغزالی : "احیاء علوم الدین" مصر، 1939ء، الجزء الثالث، ص 48

7- الخطیب التبریزی : "مشکاۃ المصابیح" دمشق، 1961ء، الجزاء الثانی، ص 629

8- ایضاً ص 632

9- احیاء، جلد دوم، ص 48

10- القرآن الحکیم، البقرۃ : 151

11- ایضاً، الجمعۃ : 2

12- ایضاً آل عمران : 164

13- مشکاۃ المصابیح، الجزء الثانی، ص 632

14- القرآن الحکیم، الشمس : 9-10

15- مشکاۃ المصابیح، الجزء الثانی، ص 629

16- ایضاً۔

17- ایضاً، ص 630

18- ایضاً، ص 632

19- القرآن الحکیم، سورہ بنی اسرائیل : 23-38

20- ایضاً، بنی اسرائیل : 39

21- محمد عطیہ الابراشی، "عظمۃ الاسلام" قاہرہ، 1967ء جلد اول، ص 41

Marfat.com

22- ابن ہشام، "السیرۃ النبویۃ" مصر، 1936ء الجزء الثالث، ص 332

23- ایضاً، ص 76

24- ایضاً، الجزء الرابع، ص 60-61

25- شاہ معین الدین ندوی، "تاریخ اسلام" اعظم گڑھ، 1952ء حصہ اول، ص 46

26- پوری حدیث اس طرح ہے: "الخلق عیال اللہ، فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ"۔ مشکوٰۃ المصابیح، دمشق جلد دوم صفحہ: 613

27- "کتاب مقدس" گنتی، باب 31: 9-10

28- ایضاً گنتی، باب 31: 14-17

29- محمود شیت الخطاب، "الرسول القائد" بغداد، 1960ء ص 230 تا 233

30- ابن ہشام، "السیرۃ النبویہ"، مصر 1936ء، الجزء الرابع، ص 47، 48

31-32- "القرآن الحکیم"، سورہ النساء: 47

33- الخطیب التبریزی، "مشکاۃ المصابیح"، 1961ء جلد دوم، ص 632

34- "منو سمرتی" مطبوعہ لاہور، (ادھیائے 4، نمبر 137

35- ایضاً، ادھیائے 4: 140 نیز دیکھئے ادھیائے 8: 274

36- "القرآن الحکیم"، سورۃ فاطر: 24

37- منو سمرتی، ادھیائے 8: 379 تا 381

38- علامہ اقبال: "اسرار و رموز، لاہور 1959ء، ص 124

39- ایضاً، ص 125

40- ڈاکٹر ای جی، پرندر: 'What World Religions Teach لنڈن، 1968ء۔ ص 39

41- ایضاً

42- ایضاً، ص 59

43- "کتاب مقدس، عہد نامہ جدید، مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی، لاہور، 1959ء۔ ص 8

Marfat.com

44- مولانا جمال الدین افغانی کی طرف اشارہ ہے۔

45- " القرآن الحکیم " سورہ آل عمران : 14

46- ڈاکٹر پرندر: 'What World Religions Teach' لنڈن' 1968ء- ص 48

47- ای آر پانک " Encyclopaedia of Religion and Religions "- نیو یارک'

1959ء- ص 277

48- حجۃ اللہ البالغہ' اردو ترجمہ : " برہان الٰہی "' از محمد اسماعیل گودھروی لاہور' حصہ اول'

ص 79-80

49- " جدید انسائیکلو پیڈیا بوٹینکا "' مطبوعہ امریکہ' 1974ء' جلد 16' ص 600

50- ایضاً

51- سید محمد جمیل واسطی' " اسلامی روایات کا تحفظ "' لاہور' 1971ء' ص 148

52- علامہ اقبال' " اسرار و رموز "' لاہور' 1959ء' ص 178

53- " جدید انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ریلیجز "' نیو یارک' 1959ء' ص 146

54- " انسائیکلو پیڈیا بوٹینکا " 1950ء' جلد 8' ص 757

55- " انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ریلیجز "' نیو یارک' 1959ء' ص 146

56- " انسائیکلو پیڈیا بوٹینکا " 1950ء' جلد 8' ص 757

57- " انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس "' 1937ء' جلد 5' ص 412

58- ایضاً' ص 413

59- نارمن بیزلے' " Politics has no morals "- نیو یارک' 1949ء' ص 83

60- ایضاً' ص 10

61- " القرآن الحکیم " سورہ آل عمران : 92

62- ایضاً' سور المائدہ : 47

Marfat.com

خودی قرآن حکیم کی روشنی میں

خودی کے مضمون کو، عصر حاضر میں، جس قدر حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اجاگر کیا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے اور یہ امر بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ قرآن حکیم سے متاثر تھے اور انہوں نے فرزندان توحید کو، اپنی مضمر صلاحیتیں بروئے کار لانے کے لئے، اور ملی تشخص کو ابھارنے کے لئے، قرآنی تعلیمات کی روح کو شعر کے قالب میں ڈھال کر، خودی کا پیغام دیا۔ قرآن حکیم کی ان تعلیمات اور اس بارے میں رہنما اور زریں اصول کا کھوج لگانے کے لئے میں نے اپنے مقالے کا موضوع "خودی قرآن حکیم کی روشنی میں" اسی بناء پر منتخب کیا۔ یہ ایک طالب علمانہ جسارت ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ کوئی "ماہر فن" جوش میں آکر اہم موضوع پر شرح و بسط کے ساتھ اپنے نگار شات علمی پیش کرے۔

خودی سے کیا مراد ہے؟ وہ کون سے رہنما اور زریں قرآنی اصول ہیں جن سے خودی کی تعمیر و تربیت ہوتی ہے؟ خودی کی غذا اور اس کے نشو و ارتقا کا قرآنی طریق کار کیا ہے؟ قرآن حکیم کی روشنی میں وہ کون سے وجوہ و اسباب ہیں جو خودی کے اضمحلال اور زوال کا باعث بنتے ہیں۔ خودی کا انسان کی انفرادی زندگی پر کیا اثر مرتب ہوتا ہے؟ اور خودی کے مسلمانوں کی حیات اجتماعی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ یہ وہ چند مباحث ہیں جو مختصرا پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

خودی سے مراد خود گری ہے جو خود نگری، خود آگاہی، خود شناسی اور خود اعتمادی سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔ سادہ الفاظ میں خودی سے مراد یہ ہے کہ انسان اس وسیع و بیکراں کائنات میں اپنے مقام کو پہچانے، اور انسان اور کائنات اور انسان اور رب کائنات کے مابین جو باہمی ربط و تعلق ہے اس سے کماحقہ آگاہ ہو کر اپنی تعمیر شخصیت اور تشکیل سیرت کرے اور خود کو اس اعلیٰ و ارفع مقام پر پہنچائے تاکہ

Marfat.com

صحیح معنوں میں نیابت الٰہی اور خلافت ارضی کے فریضے کو انجام دے سکے۔

قرآن حکیم میں خودی کا مفہوم اس آیت قرآنی سے ماخوذ ہے:

" یایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم' الی اللہ مرجعکم فینبئکم بما کنتم تعملون " (۱)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو' اپنی فکر کرو' کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا اگر تم خود راہ راست پر ہو' اللہ کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے پھر وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو)

اس آیت قرآنی کے ابتدائی الفاظ " علیکم انفسکم " پر غور کیجئے۔ معانی کا ایک سمندر موجزن ہے۔ ارشاد باری ہے کہ اگر تم خودگری کرو گے اور اپنے مقصود اور نصب العین کو مسلسل سعی و کاوش سے حاصل کر لو گے تو دنیا کی طاغوتی طاقتیں تمہارا کچھ بھی تو بگاڑ نہیں سکتیں۔

علامہ جمال الدین القاسمی نے خودی کے اس مفہوم کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

"لا نتہ یدخل فی ذلک کل مالزم من الواجبات ای کما فعل المھایمی فی تفسیرہ حیث قال علیکم انفسکم ای الزموا ان تصلحوھا باتباع الدلائل من کتاب اللہ و سنۃ رسولہ والعقلیات المویدۃ بھا ودعوۃ الاخوان الی ذالک باقامۃ الحجج ودفع الشبہ وامرھم بالمعروف ونھیھم عن المنکر بما امکن من القول والفعل لا تقصروا فی ذالک" (۲)

(کیونکہ اس حکم میں وہ ساری باتیں شامل ہیں جو (تعمیر سیرت کے لئے) ضروری ہیں۔ جیسا کہ علامہ المھایمی نے اپنے تفسیر میں واضح کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں کہ:

" علیکم انفسکم" سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے نفوس کی اصلاح و تعمیر' کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے رہنما اصول کے مطابق کرو اور عقلی دلائل و براہین اور حکمت و بصیرت کے حصول سے کرو اور پھر امت مسلمہ کو ان عقلی و نقلی دلائل کے حوالے سے دعوت الی الحق دو اور ان کے تمام شکوک و

Marfat.com

شبہات کا ازالہ کرو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے زریں اصول کو جس قدر بھی ممکن ہے، قول سے اور فعل سے کام میں لاؤ، اور ان امور میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرو۔)

سید قطب نے اس مضمون کو بڑی عمدگی سے ایک جملے میں سمو دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"والا مة المسلمة قوامة على نفسها اولا: وعلى البشرية كلها اخيرا" (۳)

(علیکم انفسکم سے مقصود یہ ہے کہ سب سے پہلے امت مسلمہ اپنی اصلاح و تعمیر کرے اور بعد میں (یعنی اس صلاحیت سے بہرہ ور ہو کر) پوری نوع انسانی کی اصلاح و تعمیر کا فریضہ انجام دے)

یہاں اس امر کا ذکر بے حد ضروری ہے کہ بعض لوگوں نے "علیکم انفسکم" کے اس ارشاد خداوندی سے یہ سمجھا کہ اس سے مقصود فقط اتنا ہے کہ مسلمان خود کو ہر قسم کے شر اور فتنے سے محفوظ رکھیں اور ان پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ عائد نہیں ہوتا۔ جب خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع پہنچی تو وہ فوراً کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش بیان کرنے کے بعد لوگوں کو مخاطب کیا اور فرمایا:

"اے لوگو! تم اس آیت قرآنی یایها الذین امنوا علیکم انفسکم الخ پڑھتے ہو اور تم اس کا غلط مفہوم اخذ کرتے ہو حالانکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ لوگ جب برائی کو دیکھیں اور اس کا ازالہ نہ کریں تو قریب ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے۔" (۴)

سید قطب نے اس امر کی مزید صراحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ان كون الا مة مسوولة عن نفسها امام الله لا يضرها من ضل اذا اهتدت لا يعنى انها غير محاسبة على التقصير فى الا مر بالمعروف و نهى عن المنكر فيما بينها اولا ثم فى الارض جميعا" (۵)

Marfat.com

(امت مسلمہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہو گی اور اسے یہ بات ہر گز ضرر نہ پہنچائے گی کہ وہ تو جادہ ہدایت پر گامزن رہی ہے اگرچہ دوسرے لوگ گمراہ رہے ہیں لیکن اس آیت کا یہ مفہوم ہر گز نہیں کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اس نے کوتاہی کی ہے تو اس کے بارے میں اللہ کے ہاں اس سے پرسش نہیں ہوگی خواہ یہ کوتاہی امت مسلمہ میں داخلی تبلیغ میں واقع ہوئی ہو یا پوری روئے زمین میں آباد دیگر اقوام میں تبلیغ کے بارے میں واقع ہوئی ہو)

خودی کی تعمیر و تربیت کے قرآنی اصول

قرآن حکیم وہ صحیفہ فطرت ہے جس نے کائنات اور رب کائنات کے بارے میں انسان کو علم و آگہی سے سرفراز فرمایا ہے اور اسے اس امر سے آگاہ کیا ہے کہ انسان نہ تو اس کائنات میں حادثاتی طور پر پیدا ہوا ہے جیسا کہ بعض مغرب کے دانشوروں نے خیال کیا ہے اور نہ ہی وہ کسی موروثی گناہ کا شکار ہے جیسا کہ مسیحیوں کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم سب سے پہلے انسان کو خود شناس کرنے کے لئے یہ بیان کرتا ہے کہ وہ اس کائنات ارضی میں ایک انتہائی ذمہ دار حیثیت سے آیا ہے:

"افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون "(٦)

(کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ ہم نے تمہیں فضول ہی پیدا کیا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے)

قرآن حکیم میں یہ مضمون بکثرت بیان ہوا ہے۔ چند آیات ذکر کی جاتی ہیں:

"خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا "(٧)

(پیدا کیا موت اور زندگی کو تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے)

Marfat.com

"وما خلقت الجن والانس الا یعبدون "(۸)

(اور نہیں پیدا فرمایا میں نے جن و انس کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں)

"فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا "(۹)

(پس آپ کر لیں اپنا رخ دین اسلام کی طرف پوری یکسوئی سے (مضبوطی سے پکڑ لو) اللہ کے دین کو جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا)

انسان جب اپنے شعور و ادراک کی آنکھ کھولتا ہے تو اپنے ماحول میں زندگی کی رنگینیوں، رعنائیوں آسائشوں اور مرغوبات نفس میں خود کو گھرا ہوا پاتا ہے۔ کیا انسان کی زندگی کا ماحصل یہی ہے جو اس کے لئے اپنے اندر ایک کشش اور جاذبیت رکھتا ہے یا اس کا اصل ٹھکانا اور گوہر مقصود کچھ اور ہے۔ قرآن حکیم اس دلدل سے انسان کو نکالتے ہوئے اسے خود شناسی کا موقع فراہم کرتا ہے :

"زین للناس حب الشھوت من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذالک متاع الحیوۃ الدنیا واللّٰہ عندہ حسن الماب "(۱۰)

(لوگوں کے لئے مرغوبات نفس، عورتوں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آیند بنا دی گئی ہیں مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے)۔

گویا انسان کو اس "جہان رنگ و بو" میں کھونے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا بلکہ اس کا "جہان و مکان" اس کا اصل ٹھکانا اللہ تعالیٰ کی رضوان اور اس کی خوشنودی کا حصول ہے بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ؎

تو ہم از بار فرائض سر متاب
برخوری از عندہ حسن الماب (۱۱)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا انسان ان مرغوبات نفس سے خود کو بچانے کے

Marfat.com

لئے خواہشات کو کچل ڈالے اور ترک دنیا کا راستہ اختیار کرے۔ دنیا کے بہت سے مذاہب مثلاً بدھ دھرم، جین دھرم ہندو دھرم اور عیسائیت نے بیراگ اور ترک دنیا یا رہبانیت کا یہی راستہ اختیار کیا ہے لیکن اسلام نہ تو ترک دنیا کی اجازت دیتا ہے اور نہ غرق دنیا کی بلکہ افراط و تفریط سے پاک معتدل اور متوازن راہ تجویز کرتا ہے کہ " ذالک متاع الحیوۃ الدنیا" یہ سب اشیاء اس دنیا کی پونجی ہے۔ ان سے شریعت کے دائرے کے اندر رہ کر، انسان لطف اندوز اور بہرہ اندوز ہو سکتا ہے لیکن اسے اپنا نصب العین کبھی فراموش نہ کرنا چاہئے اور وہ ہے " واللہ عندہ حسن الماب " کہ اس کا اصل مقصود اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی خوشنودی کا حصول ہے۔

قرآن حکیم نے انسان کے شرف و عظمت کو بیان کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ انسان احسن تقویم (۱۲) میں پیدا ہوا ہے اور شمس و قمر (۱۳) یا شجر و حجر کے سامنے سجدہ ریز ہونے کے لئے نہیں آیا بلکہ وہ اس کائنات ارضی میں نیابت الٰہی کا فریضہ ادا کرنے کے لئے آیا ہے:

"واذقال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ "(۱۴)

(پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ "میں زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں")

"وھو الذی جعلکم خلئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجت لیبلوکم فی ما اتکم" (۱۵)

(وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا۔ اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلہ میں زیادہ بلند درجے دیئے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے)

قرآن حکیم انسان کو خود نگری کا سبق دینے کے لئے اس کی ہمت و جرات کا ذکر کرتا ہے کہ وہ بار امانت جسے اٹھانے کے تصور سے آسمان و زمین اور پہاڑ بھی

Marfat.com

لرز گئے انسان نے بڑھ کر، ہمت مردانہ سے کام لیتے ہوئے اٹھالیا:

"انا عرضنا الامانة علی السموت والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوما جهولا "(۱۶)

(ہم نے پیش کی یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے (کہ وہ اس کی ذمہ داری اٹھالیں) تو انہوں نے انکار کر دیا اس کے اٹھانے سے اور وہ ڈر گئے اس سے اور اٹھالیا اس کو انسان نے بے شک یہ ظلوم بھی ہے (اور) جھول بھی)

علامہ اقبال نے کتنے پیارے انداز میں اس مضمون کو بیان کیا ہے بلکہ لوگوں کے ذہنوں کو بظاہر الجھانے والے الفاظ "ظلوما" جھولا" کے اصل مفہوم کی صراحت کر دی ہے ۔

اے ز آداب امانت بے خبر
از دو عالم خویش را بہتر شمر
از رموز زندگی آگاہ شو
ظالم و جاھل ز غیراللہ شو (۱۷)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ملت کا استحکام افراد کے استحکام پر منحصر ہے، چنانچہ قرآن حکیم نے زندگی کے اصل مقصد، نیابت الہٰی، کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ان اصول کی نشاندھی کی ہے جو افراد کی انفرادی اصلاح و تعمیر کے لئے رہنمائی کا کام دیتے ہیں اور تشکیل کردار اور تعمیر سیرت کے لئے مینار نور ثابت ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم نے علم کے حصول کے ضرورت و اہمیت کے بیان کے ساتھ ساتھ ان تمام فضائل اخلاق کو نام لے لے کر بیان کیا ہے جو سیرت میں نکھار پیدا کر کے خودی کو مضبوط کرتے ہیں مثلا صبر، شکر، توکل، شجاعت، جرات، صداقت، امانت، ایثار، اخلاص وغیرہ۔ اس طرح ان تمام رذائل اخلاق کو بھی مفصل بیان کر دیا ہے جو انسان کی تباہی و بربادی کا موجب بنتے ہیں مثلا ظلم، جھوٹ، مکرو فریب، فخرو غرور، تکبر وغیرہ (۱۸)

Marfat.com

سورہ بنی اسرائیل میں اس حکمت ربانی (۱۹) کا ذکر ہے جس سے انسان، زندگی کے مختلف اہم امور میں معتدل و متوازن روش اختیار کر کے اپنے ماحول کی اصلاح کا خوشگوار فریضہ ادا کر سکتا ہے اور اپنی خودی کو مستحکم کر کے ایک صالح معاشرے کے قیام کے لئے راہ ہموار کر سکتا ہے۔

افراد کی شیرازہ بندی سے ملت کو استحکام حاصل ہوتا ہے۔ افراد کے باہمی حسن تعاون سے زندگی کے معاشی، معاشرتی، سیاسی اور قانونی مسائل حل ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم نے کتنے بلیغ انداز میں افراد کو تقوی شعار بننے کی تلقین کے بعد انہیں اللہ کی رسی کو باہم مل کر تھام لینے کی تاکید فرمائی ہے اور تاریخی شواہد کے حوالے سے اس مثالی انقلاب کا ذکر کیا ہے جس نے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے لوگوں کو اخوت کی لڑی میں پرو دیا ہے (۲۰) علامہ اقبال نے فرد و ملت کے ربط کو کس خوبصورتی سے بیان کیا ہے ؎

فرد را ربط جماعت رحمت است
جوھر اورا کمال از ملت است (۲۱)

قرآن حکیم نے ایک ایسی مستحکم ملت کا تصور عطا کیا ہے جو ملت ابراہیمی ہے (۲۲)
جو انبیائے کرام کے فیضان نبوت کی امین ہے جسے ایک اہم مرکز حاصل ہے (۲۳)
جو افراد میں ملی شعور کو جنم دے کر انہیں مرکز سے پیوستہ رکھتی ہے (۲۴)
اس ملت کی تربیت ایک ایسے نبی ﷺ کے ہاتھوں تکمیل پاتی ہے جو آخری نبی ہے (۲۵)
جو رحمۃ للعالمین ہے (۲۶) جو عالمگیر پیغام لے کر آیا ہے (۲۷) جس کا اسوۂ حسنہ قیامت تک آنے والی نسل کے لئے دائمی نمونہ عمل ہے۔ (۲۸) جس کا لایا ہوا دین اور شریعت کامل اور مکمل ہے (۲۹) جس کی لائی ہوئی کتاب ایک زندہ اور روشن معجزہ ہے (۳۰) اور قیامت تک آنے نسل انسانی کے لئے ایک روشن ضابطہ ہدایت ہے۔ (۳۱) یہ ملت رنگ، نسل، زبان، قومیت کے تعصبات سے منزہ ہے اور آئین حق کی پابند ہے۔

Marfat.com

اب مجھے ایک انتہائی اہم پہلو کا ذکر کرنا ہے اور وہ ہے' خودی کی غذا اور اس کا نشو وارتقا۔ قرآن حکیم نے خودی کی غذا اور اس کی مسلسل اور مستقل تربیت کا انتظام ارکان اسلام سے کیا ہے۔ نماز تن آسانی اور فواحش کے خلاف ایک جہاد ہے۔ روزہ صبر و ثبات اور تقوی پیدا کرتا ہے۔ زکوۃ طبیعت سے بخل کے جذبات کا ازالہ کر کے فیاضی اور سخاوت کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ حج گھر بار' عزیز و اقارب کو چھوڑ کر' وطن کو خیرباد کہہ کر مرکز سے وابستگی کا ایک ذریعہ ہے یہ سب امور خودی کی غذا ہیں اور اس کی مسلسل تربیت کرتے ہیں۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

این ثمہ اسباب استحکام تست
پختہ محکم اگر اسلام تست (۳۲)

لیکن وہ غذا جو خودی کو سب سے زیادہ مستحکم کرتی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت ہے۔ کہیں مومن کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اشد حبا للہ (۳۳) ہے۔ کہیں اہل ایمان کو خبردار کیا گیا ہے کہ اگر انہوں نے اپنے آباء' فرزند' بھائی' بیوی' رشتہ دار اور مال و دولت' تجارت یا خوبصورت رہائش گاہوں کو اللہ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب گردانا تو وہ اللہ تعالیٰ کے عتاب کے فیصلے کے منتظر رہیں۔ (۳۴)

علامہ اقبال نے اسرار و رموز میں ایک عنوان قائم کیا ہے "در بیان اینکہ چوں خودی از عشق و محبت محکم میگردد قوائے ظاہریہ و مخفیہ نظام عالم را مسخری سازد" اور اس شعر سے آغاز کیا ہے ۔

از محبت چوں خودی محکم شد
قوتش فرمانده عالم شود (۳۵)

قرآن حکیم نے فرزندان توحید کو' خودی کی مسلسل تربیت کے اہتمام کے لئے' تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کی (۳۶) خصوصی تلقین کی ہے اور جہاد کی فضیلت و اہمیت (۳۷) بیان کر کے مجاہدین کو اللہ تعالیٰ کا محبوب (۳۸) قرار دیا ہے۔

Marfat.com

اب ان وجوہ و اسباب کا مختصر ذکر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں جو خودی کے ضعف و اضمحلال اور زوال کا سبب بنتے ہیں۔ قرآن حکیم کم ہمتی، غفلت، سستی اور توجہی اور تن آسانی کو خودی کے لئے زہر قاتل قرار دیتا ہے۔ نماز اور زکوۃ کے تعلق میں ایسے کم ہمت اور ست لوگوں کو قابل مذمت قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد باری ہے:

"لا یاتون الصلوۃ الاوھم کسالی ولا ینفقون الاوھم کرھون" (۳۹)

(نہیں آتے نماز ادا کرنے کے لئے مگر ست ست اور نہیں خرچ کرتے مگر اس حال میں کہ وہ ناخوش ہیں)

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

"فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون "(۴۰)

(پس خرابی ہے ایسے نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز (کی ادائیگی) سے غافل ہیں)

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے یکسر غفلت اختیار کرتے ہیں ان کی خودی ضعیف اور ان کا انجام عبرتناک ہوتا ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار جا رہے ہیں۔ ہاتھ سے تازیانہ گر جاتا ہے اسے زمین پر سے اٹھانے کے لئے خود اونٹ سے اترتے ہیں اور اس معمولی سے کام کے لئے بھی کسی کا احسان گوارا نہیں فرماتے۔ حکیم الامت نے سوال کرنے کو خودی کا ضعف قرار دیتے ہوئے کیا خوب کہا ہے ؎

خود فرود آ از شتر مثل عمرؓ
الحذر از منت غیر الحذر (۴۲)

امور خیر میں کم ہمتی اور سستی کا ایک سبب شکم پروری بھی ہے جس سے نفس خود پرست اور خود سر ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے شکم پروری (۴۳) اور جانوروں کی طرح کھانے کو مذموم قرار دیا ہے۔ (۴۴)

گویا قرآن حکیم نے خودی کا جو تصور پیش کیا ہے وہ ایک ایسے فرد کا تصور

Marfat.com

ہے جو بلند ہمت ہے۔ نڈر ہے۔ فضائل اخلاق سے آراستہ ہے عشق الٰہی اور حب رسول اکرم ﷺ سے سرشار ہے۔ مجاہدانہ کردار کا حامل ہے۔ جو آئین کا پابند ہے جو ملت کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔ جو حسین رضی اللہ عنہ کی طرح خودی سے بے خود ہو کر' ملت کی بقا کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر ڈالتا ہے۔ (۴۵) خودی کا انسان کے افرادی کردار اور اس کی انفرادی زندگی پر ایسا اثر مرتب ہوتا ہے کہ اسے اپنا مال' اپنی جان' اپنی عزیز ترین متاع بھی خداوند قدوس کے لئے قربان کرتے وقت ذرا تامل نہیں ہوتا۔ وہ ابراہیمؑ کی طرح حلقوم پسر پر ساطور رکھ دیتا ہے (۴۶)۔ خودی' اپنی انتہائی بلندیوں اور اوج کمال پر رسالت مآب ﷺ کی سیرت طیبہ میں جھلکتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کعبہ کو قبلہ دیکھنے کے آرزو مند ہیں۔ بار بار نگاہیں آسمان کی طرف اٹھتی ہیں لیکن مرضی مولی اور رضائے خداوندی کے آگے سر تسلیم خم ہے۔ مدینہ منورہ آئے ڈیڑھ برس گذر چکا ہے اور بدستور بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے چلے جا رہے ہیں۔ رحمت حق جوش میں آتی ہے اور "فلنولینک قبلة ترضها" (۴۷) (ہم قبلہ کو اس طرف بدلے دیتے ہیں جدھر تیری رضا ہے) کا پیغام آجاتا ہے۔ علامہ مرحوم نے کیا خوب فرمایا ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

حکیم الامت نے "ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی" کے قرآنی ارشاد کو خودی کے محکم ہونے کا ثمرہ قرار دیا ہے۔ جب خودی محکم ہو تو چاند بھی دو ٹکڑے ہو جاتا ہے ؎

پنجہ او پنجہ حق می شود
ماہ از انگشت او شق می شود (۴۸)

خودی کا حیات اجتماعی پر گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔ پوری ملت میں نظام عبادت' نظام

Marfat.com

معاشرت، نظام معیشت، نظام قانون و سیاست میں مثالی وحدت نظر آتی ہے۔ مختلف رنگ والے مختلف نسل والے، مختلف زبان بولنے والے مختلف بلاد سے تعلق رکھنے والے لوگ، اخوت، مساوات، حریت کے اصول سے مزین اور آراستہ عملی وحدت کا ایک حسین نمونہ اور مظہر نظر آتے ہیں۔ اور قرآن حکیم انہیں " کنتم خیر امة " " (۴۹) (تم بہترین امت ہو) کے لقب سے سرفراز کر کے انہیں خودی کو زندہ اور بیدار اور محکم رکھنے کے لئے یہ حیات آفرین پروگرام دیتا ہے

"ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون "(۵۰)

(تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں، اور برائیوں سے روکتے رہیں جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے)

آخر میں سید قطب کا "علیکم انفسکم" کے ضمن میں پیش کیا ہوا لائحہ عمل ذکر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں:

"فاذا ھی اقامت نظامھا فی الارض بقی علیھا ان تدعو الناس کافة وان تحاول ھدایتھم وبقی علیھا ان تباشر القومة علی الناس کافة لتقیم العدل بینھم" (۵۱)

(پس جب امت مسلمہ شریعت کے نظام کو اپنی سرزمین میں نافذ کر لے تو اب اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ پوری نوع انسانی کو دین حق کی دعوت دے اور انھیں سیدھی راہ پر لانے کی تدبیر کرے اور امت مسلمہ کا یہ بھی فریضہ ہے کہ وہ ان لوگوں کی نگہبانی کا حق بھی ادا کرے تاکہ ان کے مابین عدل و انصاف کا قیام عمل میں آسکے)

Marfat.com

حواشی

۱۔ القرآن الحکیم ۵: ۱۰۵

۲۔ علامہ محمد جمال الدین القاسمی: تفسیر القاسمی الجزء السادس ۲۱۹۰

۳۔ سید قطب: فی ظلال القرآن الجزء السابع ۶۰

۴۔ الخطیب التبریزی: مشکوۃ المصابیح

۵۔ فی ظلال القرآن الجز السابع ۶۱

۶۔ القرآن الحکیم ۲۳: ۱۱۵

۷۔ ایضاً" ۶۷: ۲

۸۔ ایضاً" ۵۱: ۵۶

۹۔ ایضاً" ۳۰: ۳۰

۱۰۔ ایضاً" ۳: ۱۴

۱۱۔ اسرار و رموز ۴۵

۱۲۔ القرآن الحکیم ۹۵: ۴

۱۳۔ ایضاً" ۴۱: ۳۷

۱۴۔ ایضاً" ۲: ۳۰

۱۵۔ ایضاً" ۶: ۱۶۵

۱۶۔ ایضاً" ۳۳: ۷۲

۱۷۔ اسرار و رموز ۵۷

۱۸۔ قرآن حکیم میں ان دونوں کا ذکر متعدد بار موجود ہے

۱۹۔ القرآن الحکیم ۱۷: ۲۳ تا ۳۹

۲۰۔ ایضاً" ۳: ۱۰۲-۱۰۳

۲۱۔ اسرار و رموز ۹۷

۲۲۔ القرآن الحکیم ۲۲: ۷۸ نیز ۲: ۱۳۵

۲۳۔ ایضاً" ۳: ۹۶-۹۷

۲۴۔ ایضاً" ۲: ۱۳۵

۲۵۔ ایضاً" ۳۳: ۴۰

۲۶۔ ایضاً" ۲۱: ۱۰۷

۲۷۔ ایضاً" ۲۵: ۱

۲۸۔ ایضاً" ۳۳: ۲۱

۲۹۔ ایضاً" ۵: ۳

۳۰۔ ایضاً" ۱۷: ۸۸

۳۱۔ ایضاً" ۸۱: ۲۷

۳۲۔ اسرار و رموز ۴۸

۳۳۔ القرآن الحکیم ۲: ۱۶۵

۳۴۔ ایضاً" ۹: ۲۴

۳۵۔ اسرار و رموز ۳۶

۳۶۔ القرآن الحکیم ۱۰۳: ۳

۳۷۔ ایضاً" ۴: ۹۵

۳۸۔ ایضاً" ۶۱: ۴

۳۹۔ ایضاً" ۹: ۵۴

۴۰۔ ایضاً" ۱۰۷: ۵

۴۱۔ ایضاً" ۲۰: ۱۲۴-۱۲۷

۴۲۔ اسرار و رموز ۲۴

۴۳۔ القرآن الحکیم ۷: ۳۱

۴۴۔ ایضاً" ۴۷: ۱۲

۴۵۔ اسرار و رموز ۱۳۸

۴۶۔ القرآن الحکیم ۳۷: ۱۰۲-۱۰۷

۴۷۔ ایضاً" ۲: ۱۴۴

۴۸۔ اسرار و رموز ۲۷

۴۹۔ القرآن الحکیم ۳: ۱۱۰

۵۰۔ ایضاً" ۳: ۱۰۴

۵۱۔ فی ظلال القرآن الجز السابع ۶۰

Marfat.com

موجودہ دور میں مصطفوی انقلاب کیسے ممکن ہے؟

پوری تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ محمد عربی ﷺ نے جو عالمی ' آفاقی اور ہمہ پہلو انقلاب برپا کیا اس کی مثال اور نظیر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی عصر حاضر کے مستشرقین اور مغربی محققین اپنی تحقیق و تدقیق کی عینک کے شیشوں کو بار بار صاف کر کے یہ معمہ حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ غار حرا میں روحانی سفر کا آغاز کرنے والی شخصیت اعلان نبوت کے بعد 22 برس کے مختصر عرصے میں بارہ لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی وسیع سلطنت کی حکمران کیسے بن گئی؟ دراصل رسول اکرم ﷺ تو ہمہ پہلو انقلاب لائے تھے عقیدہ و فکر کا انقلاب ' معاشرت ' معیشت ' قانون و سیاست کا انقلاب ' روحانی و اخلاقی قدروں کا انقلاب ،تعلیم و تربیت کا انقلاب ' عدل و قضا کا انقلاب ' مختصرا انسانی زندگی کے ہر ہر گوشے اور شعبے میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوا اور نشاندہی کر گیا لیکن مغربی دانشور اکثر و بیشتر صرف سیاسی پہلو کو ہی پیش نظر رکھتے ہیں اور اسے بھی مادی پیمانوں سے جانچنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

قرآن حکیم اور صاحب قرآن ﷺ کے ارشادات گرامی میں انقلاب کی مختلف جہتوں کے لئے مختلف رہنما اصول بیان ہوئے ہیں لیکن اس مختصر تحریر میں صرف غزوہ بدر کی روشنی میں ان زریں اصول کا ذکر کیا گیا۔ ہے جو براہ ست قرآن عزیز سے مستنبط ہوتے ہیں۔

غزوہ بدر کو تاریخ اسلام میں بے حد اہمیت حاصل ہے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب نے بڑی عمدہ بات کہی ہے " رمضان کی سترہ تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا جب چشم آفتاب نے اور وادی بدر کے

Marfat.com

سنگریزوں نے اس انوکھی جنگ کا مشاہدہ کیا تھا جس پر باطل اپنی پوری قوت و جرات سے مسلح ہو کر حق کو کچلنے کے لئے نکلا تھا اور حق نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود باطل کو پاش پاش کر کے رکھ دیا اگر اس روز اللہ تعالیٰ کی تائید اور مسلمانوں کی جانفروشی کے باعث حق کا بول بالا نہ ہوتا تو آج آفتاب صداقت کی یہ جلوہ سامانیاں نہ ہوتیں بلکہ یہ کائنات کفرو شرک کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی ہوتی اسی لئے قرآن حکیم نے اس روز سعید کو یوم الفرقان فرمایا ہے یعنی وہ دن جس نے حق و باطل کو الگ الگ کر دیا" (ضیاء القرآن '2:127)

غزوہ بدر کا ذکر اگرچہ قرآن حکیم میں اور جگہ بھی آیا ہے لیکن سورہ انفال میں آیت نمبر 5 تا 19 مربوط اور مسلسل آیا ہے

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ

وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ ۝٥ يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ
بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُونَ ۝٦
وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ
أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ
بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۝٧ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ
الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝٨ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ
لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝٩ وَمَا جَعَلَهُ
اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ
عِندِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝١٠ إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً

Marfat.com

مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ
يُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ
بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ
فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ
لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ
يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ
بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾
فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ
اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾
اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ
وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ
وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ ع

Marfat.com

(5) جس طرح کہ آپ کا رب آپ کے گھر (مدینہ) سے ایک حق کام کے لئے (ایک مقصد اعلیٰ کے لئے جس میں بے شمار حکمتیں مضمر تھیں) نکال لایا حلانکہ مسلمانوں کی ایک جماعت (اس سے) خوش نہ تھی (ان کی طبیعتوں پر گھر سے نکلنا بار تھا)

(6) وہ آپ سے حق بات میں اس (حق) کے ظاہر ہوجانے کے بعد جھگڑا (بحث مباحثہ) کرتے ہیں (یعنی جنگ بدر تو برحق تھی لیکن ان کا یہ عالم تھا) گویا وہ موت کی طرف ہانکے جارہے ہیں اور (اس کو آنکھوں سے) دیکھ رہے ہیں۔

(7) اور (وہ وقت یاد کرو) جس وقت اللہ تم سے (ابوسفیان اور ابو جہل کی) دو جماعتوں میں سے ایک (جماعت) کا وعدہ کررہا تھا کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح جماعت تم کو ملے (یعنی ابو سفیان کے بے ہتھیار قافلہ پر حملہ کر کے مال غنیمت حاصل کر لو) اور اللہ چاہتا تھا کہ (مسلمان کافروں سے لڑیں اور حق باطل پر غالب آئے اور (وہ) اپنے حکم سے حق کو دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے (ان کو نیست و نابود کرے) گا۔

(8) تا کہ حق کا حق اور باطل کا باطل ہونا ثابت ہو جائے اور خواہ یہ (ان) مجرموں پر (کتنا ہی) شاق گزرے۔

(9) (اور وہ وقت یاد کرو) جب کہ تم (دشمن کی فوج کی کثرت دیکھ کر) اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اس نے تمہاری فریاد رسی کی (اور فرمایا) کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔

(10) اور یہ (فرشتوں کا بھیجنا) تو اللہ کی طرف سے ایک بشارت (خوشخبری) تھی تا کہ اس سے تمہارے دلوں کو اطمینان ہو جائے (قوی طاقت پائیں) اور (یاد رکھو فرشتوں کا آنا تو ایک ظاہری سبب بنادیا گیا ورنہ اصل فتح (نصرت)

Marfat.com

اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ بڑا زور آور حکمت والا ہے۔

(11) (اور وہ وقت یاد کرو جب تم اپنے میدان میں پانی نہ ہونے کے باعث پریشان تھے اور شیطان تمارے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈال رہا تھا اس وقت کس طرح اللہ نے دلجمعی اور اعانت فرمائی جبکہ اس نے اپنی طرف سے تسکین کے واسطے تم پر غنودگی طاری کردی اور تم پر آسمان سے پانی اتارا تاکہ اس کے ذریعہ تم کو پاک کردے اور تم سے شیطانی نجاست (گندگی اور وسوسے) دور فرمادے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس سے تمہارے قدم جمائے رکھے۔

(12) (اور وہ وقت بھی یاد دلائیے) جب آپ کا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھوں عنقریب میں کافروں کے دلوں میں (مسلمانوں کی) دہشت ڈال دوں گا (وہ پریشان ہو جائیں گے) پس (اے مسلمانوں!) تم ان (کافروں) کی گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور پر مارو (گردنیں اڑا دو کہ فنا ہی ہو جائیں گے یا جوڑوں پر مارو کہ قیام و قرار جاتا رہے)

(13) یہ (کافروں کا مارنا) اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت کی، اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے بے شک اللہ (اس پر) سخت عذاب کرنے والا ہے۔

(14) اس (شکست) کا مزہ تم یہاں چکھ لو اور (یاد رکھو کہ) کافروں کے لئے (آخرت میں) دوزخ کا عذاب (بھی تیار) ہے۔

(15) اے ایمان والوں جب میدان جنگ میں کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو ان سے پیٹھ مت پھیرو (جہاد میں پیٹھ دکھانا اور دشمن سے بھاگنا مسلمانوں کو روا نہیں)

(16) اور جو کوئی (جہاد میں) اس روز ان سے پشت پھیرلے گا، بجز اس

Marfat.com

صورت کے کہ (اصول جنگ کے تحت) یہ ہنر اپنی فوج میں جاملنا (منظور) ہو تو وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے گا اور اس کاٹھکانا دوزخ ہے اور وہ براٹھکانا ہے

(17) پس (اے مسلمانوں ! جنگ بدر میں) تم نے ان کو نہیں مارا بلکہ اللہ نے انہیں مارا (قتل کیا) اور (اے رسول) جس وقت آپ نے (مٹھی بھر خاک دشمن) پر پھینکی تھی ، آپ نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی (آپ اس کی تجلیوں کے مظہر ہیں اس لئے آپ کی بات کو اپنی کہتا ہے) اور (یہ سب اس لئے ہو رہا تھا) تاکہ ایمان والوں پر اپنی طرف سے خوب احسان فرمائے بے شک اللہ بڑا سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

(18) (اور یہ بدر ہی پر کیا موقوف ہے) یہ تو ہو چکا (آئندہ بھی ایسا ہی ہو گا اگر تم نے سبب سے نظر اٹھا کر مسبب پر بھروسہ رکھا) اور (جان لو کہ) اللہ کافروں کی تدابیر کو ناکارہ کر دے گا (سب ان کے منصوبے خاک میں ملا دے گا)

(19) اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ تمہارے پاس آ پہنچا اور (اب بھی) اگر باز آجاو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر یہی (حرکتیں) کرو گے تو ہم پھر (سزا) دیں گے ، اور تمہاری جماعت تمہارے کچھ کام نہ آئے گی خواہ (کتنے ہی) زیادہ (لوگ) ہوں اور بے شک اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے

(الانفال 5 : تا 19)

قرآن حکیم کی ان آیات میں غزوہ بدر کے حوالے سے انقلاب کے متعدد رہنما زریں اصول دیئے گئے ہیں جن میں سے چند اصول کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(1) بعض دفعہ مسلمانوں میں سے کسی گروہ کو جہاد کرنے اور باطل سے معرکہ آزما ہونے کا فیصلہ دینوی مصلحتوں کے پیش نظر ناگوارہ گزرتا ہے اس صورت میں ایک طبقے کی پسند و ناپسند کو ملحوظ نہیں رکھنا چاہیے بلکہ قومی اور ملی اجتماعی

Marfat.com

مفاد کو پیش نظر رکھنا چاہیے - غزوہ بدر میں بعض طبائع پر مدینہ منورہ سے نکل کر باطل سے ٹکرانا ناگوار اور شاق گذرا تھا لیکن تاریخ عادل ہے کہ غزوہ بدر کا نتیجہ کتنا خوشگوار نکلا -

(2) انسان طبعاً سہولت پسند واقع ہوا ہے اور اس کی عام آرزو یہ ہوتی ہے کہ اس کی زندگی بغیر دقت و دشواری کے گذارے اسے بہت بڑا مفاد حاصل ہو جائے لیکن غزوہ بدر ہے سے ہمیں یہ اصول ملتا ہے کہ ارشاد باری نبوی کی تعمیل بطریق احسن کرنا ہی ایک مومن کا گوہر مقصود ہونا چاہیے۔ غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ فرزندان توحید سے یہ تھا کہ دو طائفوں (تجارتی قافلہ اور مسلح لشکر کفار) میں سے ایک پر وہ غالب آئیں گے طبعی امر تھا کہ مسلمان تجارتی قافلے کی آرزو رکھتے ہوں لیکن اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی رضا وقتی اور عارضی مفاد میں نہ تھی بلکہ اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی فتح مندی ملحوظ تھی۔

(3) باطل کے پجاری اور مجرموں کی تو ہمیشہ خواہش یہی ہوتی ہے کہ حق واضح طور پر سامنے نہ آئے لیکن اہل ایمان کا مطمح نظر ہمیشہ یہی ہونا چاہیے کہ حق اپنے اصل روپ میں ظاہر ہو غزوہ بدر سے یہی سبق ملتا ہے کہ حق کی رضا کو ثابت کرنے میں ہے ؛

(4) سازو سامان بہت زیادہ ہو یا بہت کم اس پر نظر رکھنے کی بجائے نصرت ایزدی پر نگاہ ہونی چاہیے اور اپنی قوت و صلاحیت کی بجائے اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ مرد مومن جب فقط اپنے آقا ﷺ و مولا پر توکل کرتا ہے تو رحمت ایزدی اس پر رم جھم برسنے لگتی ہے غزوہ بدر میں جب گھمسان کا رن پڑ رہا تھا تو کملی والے آقا ﷺ ایک چھپر کے نیچے اللہ تعالیٰ کے حضور فتح و نصرت کے حصول کی دعائیں اور التجائیں کر رہے تھے اور اپنے مولا سے وابستگی اور وارفتگی کا عالم یہ تھا کہ دوش مبارک سے چادر نیچے ڈھلک گئی تھی

Marfat.com

عین ان نازک لمحات میں فرشتوں کی مدد کی بشارت نے مسلمانوں کے حوصلوں کو بلند کر دیا تھا۔

(5) ملائکہ عام انسانوں کو نظر نہیں آتے لیکن ان کی موجودگی کا اس بابرکت کیفیت سے ہوتا ہے جو ماحول میں خوشبو کی طرح پھیل جاتی ہے اور اللہ کے نیک بندوں کو سکون و طمانیت کی دولت سے بہرہ مند کر دیتی ہے چنانچہ رسول مقبول ﷺ کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ انہوں نے غزوہ میں دعا کے بعد سر اقدس اٹھایا تو اپنے مخلص رفیق اور سچے خادم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اے ابوبکر تمہیں خوشخبری ہو یہ جبریل ہیں زرد دستار باندھے زمین آسمان کے درمیان اپنے گھوڑے کی باگیں پکڑے کھڑے ہیں"

(6) اس زریں اصول کو واضح کیا گیا ہے کہ نصرت ہمیشہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اہل ایمان کا کام جدوجہد اور سعی و کاوش ہے نتائج کا انحصار اور مدار عطائے خداوندی پر ہوتا ہے چنانچہ غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا فرما دیئے جو فتح و کامرانی کا باعث بنے۔ اہل ایمان کو ہلکی سی غنودگی سے راحت کا حاصل ہونا اور تازہ دم ہو جانا' آسمان سے پانی برسنا جسے مسلمانوں نے حوض بنا کر جمع کر لیا وضو و غسل سے شاد کام ہوئے نیز بادل برسنے سے ریت جم گئی اور نقل و حرکت آسان ہو گئی۔ بادل اگرچہ وہی تھا لیکن کفار کی قیام گاہ میں اس سے کیچڑ ہی کیچڑ ہو گیا اور انہیں دقت و دشواری سے دو چار ہونا پڑا ان کے حوصلے پست ہو گئے جبکہ مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔

(7) جب مومن جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر دین حق کی سرخروئی اور سرفرازی کے لئے سرگرم عمل ہوتا ہے تو اس کے لئے رضائے الٰہی کا حصول ممکن ہوتا ہے' جبکہ دوسری طرف محض دنیوی مفادات کو پیش نظر رکھنے والے انجام کے اعتبار سے آخر کار ناکام و نامراد ہوتے ہیں۔ چنانچہ غزوہ میں کفار کو ذلت و رسوائی اور شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا جو ان کے غرور و

Marfat.com

سرکشی کی وجہ سے پیش آئی - دنیا کی اس رسوائی سے مستزاد انہیں جہنم کی وعید بھی سنائی گئی۔

(8) اہل ایمان کو معرکہ حق و باطل میں کبھی بھی بزدلی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے اور میدان جنگ میں پشت نہیں دکھانی چاہیے بلکہ سینہ تان کر اپنے بلند مقصد کی خاطر داد شجاعت دینی چاہئے البتہ کسی جنگی حکمت کے لئے عارضی اور وقتی پسپائی کی اجازت ہے کیونکہ وہ دراصل جنگ ہی کی تدابیر کا ایک حصہ ہے۔

(9) جب مومن اپنے آقاو مولا کی خاطر باطل سے نبرد آزما ہوتا ہے " تو اسے تائید الٰہی حاصل ہوتی ہے غزوہ بدر میں " **ومارمیت اذرمیت ولکن اللّٰہ رمی** " کے ارشاد پر غور کیجئے۔

حضور اکرم ﷺ کے کنکریاں پھینکنے کے فعل کو اللہ تعالٰی نے اپنا فعل قرار دیا ہے گویا ہاتھ محبوب بندے کے لیکن ان میں قوت و قدرت من اللہ ہونے کا مژدہ سنایا جا رہا ہے۔

(10) غزوہ بدر کے ذکر کے آخر میں پھر اصلی اور اساسی زریں اصول کا ذکر کیا گیا ہے کہ مومن کی کامیابی و کامرانی اور فوز و فلاح کا راز اللہ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت میں مضمر ہے۔

(11) غزوہ بدر میں روحانی الذہن اور ایمانی حرارت سے سرشار افراد' اور مادی مفادات کے پرستار اور مادی اسباب پر فخرو تکبر کرنے والے' دونوں گروہوں کا باہمی فرق و امتیاز واضح کیا گیا ہے۔

مختصرا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عصر حاضر میں مصطفوی انقلاب اسی صورت میں لایا جا سکتا ہے کہ فکری تطہیر کی سچی لگن اور ولولہ پیدا کیا جائے - فکری و نظری پہلو کو مضبوط کر کے تربیت یافتہ سرگرم اور فعال اور کارکن پر عزم طور پر میدان عمل میں آئیں اور لوگوں کی اصلاح و تعمیر میں دقتوں اور دشواریوں کا مردانہ وار

Marfat.com

مقابلہ کرتے ہوئے اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

اپنے اس مختصر مضمون کو اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے ایک اقتباس پر ختم کرتا ہوں "جنگ بدر اس اعتبار سے بڑی فیصلہ کن ہوئی کہ کفرو اسلام کو میدان جنگ میں پہلی مرتبہ قوت آزمائی کا موقع ملا اور کثرت تعداد و اسلحہ کے باوجود کفر کو ذلت آمیز اور عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ کفار مکہ کا زور ٹوٹ گیا۔ حوصلے پست ہو گئے، مسلمانوں کی ہمتیں بڑھ گئیں اور عزم بلند ہو گئے۔ جزیرہ العرب کے قبائل کو مسلمانوں کی قوت، سربلندی اور سچائی و حقانیت کا یقین آگیا۔ ساتھ ہی یہ راز منکشف ہو گیا کہ حق کے مقابلے پر تعداد اور سازو سامان جنگ کی کثرت کام نہیں آسکتی، فتح و کامرانی صرف حق کی ہوا کرتی ہے۔ اگر مسلمان اس معرکے سے بچنے کی کوشش کرتے تو ایک طرف یہود مدینہ ان کے لئے جینا محال کر دیتے اور دوسری طرف قریش مکہ ان کے لئے ہر روز مصیبت بنے رہتے۔ پھر ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں کو امداد غیبی اور اپنی قوت ایمانی پر یقین محکم ہو گیا۔ غرض کہ معرکہ بدر نے ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کی دھاک بٹھا دی اور کفر کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوا"

Marfat.com

اسلام کا اقتصادی نظام - امداد باہمی

امداد باہمی کا لفظ سنتے ہی عام طور پر موجودہ ذہن' امداد باہمی کے مغربی تصور کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جسے کو آپریٹو سوسائٹی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ امداد باہمی کی یہ صورت چونکہ مغرب سے آئی ہے اس لئے اس میں سود کی نجاست موجود رہتی ھے۔ چنانچہ ایسی تمام سوسائیٹیاں جو قائم کی جاتی ہیں اور جن کا مقصد غریب کاشتکاروں' مزدوروں اور متوسط طبقوں کو آسان شرائط پر قرض فراہم کرنا ہوتا ہے انہیں فائدہ کی بجائے اکثر و بیشتر نقصان پہنچانے اور ان کے لئے وبال جان بننے کا باعث بن جاتی ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے اس کا اپنا منفرد مزاج ہے اسلام نے جہاں پوری انسانی زندگی کے ہر ہر گوشے میں رہنما زریں اصول دیئے ہیں وہاں امداد باہمی کے لئے بھی اعلیٰ' قابل عمل' انتہائی مفید اور موثر رہنما اصول عطافرمائے ہیں۔ سب سے پہلے تو قرآن حکیم نے انسان کی اخلاقی حس کو بیدار کیا ہے تاکہ معاشرے کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے میں مسرت و خوشگواری محسوس کریں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"و تعاونوا علی البر و التقوی و لا تعاونوا علی الا ثم والعدون"

(تم نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو لیکن گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون ہرگز نہ کرو)

اس ارشاد باری میں جہاں نیکی اور بھلائی کے کاموں میں خواہ ان کا تعلق معاشرتی زندگی سے ہو یامعاشی زندگی سے امداد باہمی اور تعاون کا سبق دیا گیا ہے۔ وہاں یہ شرط بھی عائد کی گئی ہے کہ برائی اور گناہ کے کاموں میں تعاون ہرگز ہرگز نہ کیا جائے کیونکہ جس طرح نیک کاموں میں تعاون سے معاشرے کے مختلف افراد میں باہمی ربط و یگانگت پیدا ہونگے اور ان کے مل جل کر معاشی امور انجام دینے میں معیشت کو استحکام حاصل ہو گا۔ اسطرح برائی کے کاموں میں تعاون کرنے سے

Marfat.com

ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ، ملاوٹی اشیاء کو مہنگے داموں فروخت کرنے کا رجحان۔ اس قسم کی لعنتیں معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گی جس کے نتیجے میں ملکی اور ملی معیشت بری طرح متاثر ہو گی۔

اب ہم ان اصول کا ذرا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں جو اسلام نے اقتصادی نظام کے ضمن میں امداد باہمی کے بارے میں ہمیں بتائے ہیں۔

ان میں امداد باہمی کا ایک اہم اصول مضاربت ہے۔ مضاربت ایسے تجارتی معاملے کو کہتے ہیں جن میں ایک طرف سے سرمایہ فراہم کیا جاتا ہے اور دوسری جانب سے فقط محنت ہوتی ہے اور منافع باہمی نصف نصف یا حسب اقرار کم و بیش طے پا جاتا ہے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ ایک طرف بہت سے امیر لوگ ہیں جن کے پاس وافر سرمایہ موجود ہوتا ہے لیکن وہ تجارتی آداب اور کاروباری طریقوں سے ناواقف ہوتے ہیں۔ دوسری طرف معاشرے میں ایسے ذہین اور مہارت رکھنے والے افراد ہوتے ہیں جنہیں تجارتی امور مین اچھی خاصی دسترس حاصل ہوتی ہے وہ کاروبار کو چلانے اور چمکانے کی زبردست اہلیت رکھتے ہیں۔ دیانتدار بھی ہیں ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے لیکن ان کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا۔ جس سے وہ کوئی کاروبار کر سکیں اب دونوں گروہوں کے لئے جائز دولت کمانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ سرمایہ دار اپنا سرمایہ مناسب شرائط پر فراہم کرے اور مہارت رکھنے والا شخص ایک طرف تو سرمایے کے تحفظ کا اطمینان دلائے اور وسری طرف اپنی محنت اور مہارت سے کاروبار کو چلائے اس طریق سے دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور اس میں سودی نظام کی نسبت کہیں زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ گویا یہ طریق ایک طرف سودی نجاست سے نجات دیتا ہے تو دوسری طرف فریقین کے لئے کہیں زیادہ فائدے کے حصول کا باعث بنتا ہے۔

تاریخ اسلام اس امر پر شاہد ہے کہ رسول اکرم ﷺ نبوت سے پہلے شام میں حضرت خدیجۃ الکبری کے مال میں تجارت اسی اصول مضاربت کے مطابق ہی کی تھی۔ چنانچہ تجارت کے وہ تمام صاف ستھرے طریقے جو استحصالی طریقوں سے پاک

Marfat.com

تھے، اسلام نے انہیں جائز اور برقرار رکھا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں امداد باہمی کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"امداد باہمی کی چند قسمیں ہیں جن میں سے ایک مضاربت ہے اور وہ یہ ہے کہ مال ایک شخص کا ہو اور محنت دوسرے شخص کی اور دونوں کی رضامندی سے نفع باہمی تقسیم کیا جائے۔ اس امداد باہمی کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض سرمایہ لگانے والے جو تجارت اور کاروبار سے تو آشنا ہوتے ہیں لیکن دوسرے ملکوں اور علاقوں میں جا کر تجارت نہیں کر سکتے۔ وہ اپنا سرمایہ ایسے ہونہار مستور، معتمد اور ذہین افراد کو دے دیتے ہیں جو دوسرے ملکوں اور شہروں میں جا کر تجارت کرتے ہیں اور اپنی فنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خوب روپیہ کماتے ہیں۔ خود بھی نفع حاصل کرتے ہیں اور سرمایہ لگانے والے کو بھی خاطر خواہ نفع پہنچتا ہے۔ قرآن حکیم میں سورہ مزمل میں اسی کی طرف ایک اشارہ ہے :

"واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل للّٰہ"

(اور مومنین کا ایک گروہ وہ ہے جو زمین میں چل کر اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں اس طریقے سے جہاں ملکی سرمایہ حرکت اور گردش میں آتا ہے وہاں غریب اور نادار افراد کو روزگار مل جاتا ہے۔ مضاربت کے اصول میں ایک خاص نکتہ یہ بھی ہے کہ بعض غیور اور خوددار ماہرین جو ملازمت اختیار کرنا پسند نہیں کرتے انہیں بھی رزگار میسر آ جاتا ہے اور ان کی فنی صلاحیتوں سے معاشرے کو بھرپور فائدہ پہنچتا ہے)۔ اس کے علاوہ امداد باہمی کی ایک عام صورت شراکت بھی ہے جس میں چند افراد مل کر ایک ادارہ یا کمپنی بناتے ہیں۔ ہر شخص اس میں سرمایہ فراہم کرتا ہے اور محنت بھی کرتا ہے۔ اس طرح بہت سے افراد کے باہمی تعاون سے ایک ایسے بڑے کام یا کاروبار کو چلانا بھی ممکن ہو جاتا ہے جو ایک دو افراد کے بس میں نہ ہو چنانچہ اکثر و بیشتر بڑی بڑی صنعتیں امداد باہمی سے معرض وجود میں آتی ہیں اور ملکی صنعت و حرفت کو فروغ ہوتا ہے۔

Marfat.com

امداد باہمی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بغیر سرمایے کے صرف محنت اور عمل میں چند افراد شریک ہو جائیں اور کوئی طے شدہ کام کسی کے ہاں انجام دینے کے بعد حاصل ہونے والے معاوضے میں شریک ہو جائیں۔ اس صورت کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایک یا دو شخص اس کام کو انجام دینے سے قاصر ہیں لیکن بہت سے افراد کا عمل اور محنت میں اشتراک سب کے لئے خیر و برکت کی نوید لاتا ہے۔

دور حاضر میں امداد باہمی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بہت سے افراد ملکر روزانہ ہفتہ وار یا ماہانہ ایک مقررہ رقم ایک معتمد شخص کے پاس جمع کرتے ہیں۔ مہینے کے آخر میں قرعہ ڈالا جاتا ہے جس کے نام قرعہ نکل آئے وہ رقم اس کے حوالے کر دی جاتی ہے اور یہ عمل ہر ماہ جاری رہتا ہے۔ اس طرح شخص واحد کو امداد باہمی کے اصول سے اتنا سرمایہ فراہم ہو جاتا ہے کہ وہ اس سے اپنا کاروبار چلا سکے۔

المختصر امداد باہمی کی یہ تمام صورتیں ایسی ہیں جو نہ صرف نظام معیشت کے لئے مفید ہیں بلکہ اس سے معاشرتی زندگی میں بھی روابط بڑھتے ہیں۔ میل ملاپ سے معاشرتی خوشگواری اور سازگاری پیدا ہوتی ہے یہاں اس امر کا ذکر بھی بیحد ضروری ہے کہ امداد باہمی کی ناجائز صورتوں سے قرآن حکیم نے سختی سے منع کیا ہے اس لئے نشہ آور اشیاء کی تیاری، فروخت، سودی لین دین، سمگلنگ، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، فراڈ، غبن، چوری، ڈکیتی ان سب میں اگرچہ امداد باہمی کی صورت نظر آتی ہے لیکن یہ سب کسی بھی انسانی معاشرے کے لئے لعنت ہیں۔ اسی لئے قرآن حکیم نے یہ روشن اصول دیا ہے: "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"
(کہ گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ایک دوسرے سے ہرگز تعاون نہ کرو)

اسلام کے یہ وہ زریں اصول ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہی انسانی معاشرہ مستحکم و خوشگوار ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔

Marfat.com

اسلام میں عورت کی معاشرتی حیثیت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عمیم سے امت مسلمہ کو تین بڑی نعمتیں عطا کی ہیں ان میں پہلی نعمت، نعمت عظمیٰ " لقد من اللہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولا ... الخ " ..... ارشاد باری کے مطابق، پیغمبر انقلاب ﷺ کا ظہور قدسی ہے، دوسری نعمت جو اسی پیغمبر عظیم کے ذریعہ سے عطا ہوئی قرآن حکیم ہے، وہ لاریب کتاب جو ھدی للناس، بینت من الھدی والفرقان، ھدی للمتقین، تبیانا لکل شی ---- ہدایت ربانی(Divine Guidance) کی کامل مکمل محفوظ آخری اور روشن صورت ہونے کے ساتھ ساتھ --- جملہ آسمانی کتب پر میھمن اور نگران بھی ہے، تیسری نعمت بھی پیغمبر انقلاب ﷺ کے وسیلے سے حاصل ہوئی جو ارشاد خداوندی" الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" کے مطابق اسلام ہے۔

انسان نے جب سے اس دھرتی پر قدم رکھا ہے وہ یہ سوچتا رہا ہے کہ دور دور تک پھیلی اور بیکراں کائنات کیا ہے؟ کیا یہ از خود وجود میں آئی یا کسی بنانے والے نے اسے بنایا؟ خود انسان کی اپنی تخلیق کیسے عمل میں آئی؟ کائنات، خالق کائنات اور انسان کا باہمی تعلق کیا ہے فلسفیوں نے تو بقول شاعر اس امر کا اعتراف کیا :

"ماز آغاز و انجام این جہاں بے خبریم = اول و آخر ایں کہنہ کتاب افتاد"

قرآن عظیم وہ عظیم کتاب ہے جس نے آغاز حیات، مقصد حیات اور انجام حیات سے آگہی بخشی اور اس تناظر میں انداز حیات، دستور حیات، آئین حیات اور ضابطہ کو واضح صورت میں پیش کیا۔ قرآن حکیم نے جہاں اسرار کائنات کو بے نقاب کیا، بے شمار عقدوں کو حل کیا، علم و شعور کی راہیں واضح کیں وہاں ابلیس و آدم کے قصے کو بھی اس کے اصل روپ میں پیش کیا اور مرد و عورت کی اصل

Marfat.com

حیثیتوں کے بارے میں حقیقی تصور سے آشنا کیا۔

اب ہم عورت کی حیثیت کے بارے میں قدیم و جدید تصورات کا ایک مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں۔ تورات میں مذکور ہے :

"خداوند خدا نے آدم کو لیکر باغ عدن میں رکھا کہ اسکی باغبانی اور نگہبانی کرے اور خداوند خدا نے آدم کو حکم دیا اور کہا کہ تو باغ کے ہر درخت کا پھل بے روک ٹوک کھا سکتا ہے لیکن نیک و بد کی پہچان کے درخت کا کبھی نہ کھانا کیونکہ جس روز تو نے اس میں سے کھایا تو مرا"

"اور خداوند خدا نے کہا کہ آدم کا اکیلا رہنا اچھا نہیں۔ میں اسکے لئے ایک مدد گار اسکی مانند بناؤنگا اور خداوند خدا نے کل دشتی جانور اور ہوا کل پرندے مٹی سے بنائے اور انکو آدم کے پاس لایا کہ دیکھے کہ وہ انکے کیا نام رکھتا ہے اور آدم نے جس جانور کو جو کہا وہی اسکا نام ٹھہرا اور آدم نے کل چوپایوں اور ہوا کے پرندوں اور کل دشتی جانوروں کے نام رکھے پر آدم کے لئے کوئی مدد گار اسکی مانند نہ ملا اور خداوند خدا نے آدم پر گہری نیند بھیجی اور وہ سو گیا اور اس نے اسکی پسلیوں میں سے ایک کو نکال لیا اور اسکی جگہ گوشت بھر دیا اور خداوند خدا اس پسلی سے جو اس نے آدم میں سے نکالی تھی ایک عورت بنا کر اسے آدم کے پاس لایا اور آدم نے کہا کہ یہ تو اب میری ہڈیوں میں سے ہڈی اور میرے گوشت میں سے گوشت ہے اس لئے وہ ناری کہلائیگی کیونکہ وہ نر سے نکالی گئی۔ اس واسطے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑیگا اور اپنی بیوی سے ملا رہیگا اور وہ ایک تن ہونگے اور آدم اور اسکی بیوی دونوں ننگے تھے اور شرماتے نہ تھے"

اور سانپ کل دشتی جانوروں سے جن کو خداوند خدا نے بنایا تھا چالاک تھا اور اس نے عورت سے کہا کیا واقعی خدا نے کہا ہے کہ باغ کے کسی درخت کا پھل تم نہ کھانا۔ عورت نے سانپ سے کہا کہ باغ کے درختوں کا پھل تو ہم کھاتے ہیں۔ پر جو درخت باغ کے بیچ میں ہے اسکے پھل کی بابت خدا نے کہا ہے کہ تم نہ

Marfat.com

تو اسے کھانا اور نہ چھونا ورنہ مرجاؤ گے - تب سانپ نے عورت سے کہا تم ہرگز
نہ مرو گے بلکہ خدا جانتا ہے کہ جس دن تم اسے کھاؤ گے تمہاری آنکھیں کھل
جائینگی اور تم خدا کی مانند نیک و بد کے جاننے والے بن جاؤ گے - عورت نے جو
دیکھا کہ وہ درخت کھانے کے لئے اچھا اور ان کو خوشنما معلوم ہوتا ہے اور عقل
بخشنے کے لئے خوب ہے تو اسکے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے شوہر کو بھی دیا
اور اس نے کھایا - تب دونوں کی آنکھیں کھل گئیں اور انکوں معلوم ہوا کہ وہ ننگے
ہیں اور انہوں نے انجیر کے پتوں کو سی کر اپنے لئے لنگیاں بنائیں اور انہوں نے
خداوند خدا کی آواز جو ٹھنڈے وقت باغ میں پھرتا تھا سنی اور آدم اور اسکی بیوی
نے آپ کو خداوند خدا کے حضور سے باغ کے درختوں میں چھپایا - تب
خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس سے کہا کہ تو کہاں ہے ؟ اس نے کہا میں نے
باغ میں تیری آواز سنی اور میں ڈرا کیونکہ میں ننگا تھا اور میں نے اپنے آپ کو
چھپایا - اس نے کہا تجھے کس نے بتایا کہ تو ننگا ہے ؟ کیا تو نے اس درخت کا پھل
کھایا جس کی بابت میں نے **تجھکو** حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا؟ آدم نے کہا کہ
جس عورت کو تو نے میرے ساتھ کیا ہے اس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور
میں نے کھایا - تب خداوند خدا نے عورت سے کہا تو نے یہ کیا کیا ؟ عورت نے
کہا کہ سانپ نے مجھ کو بہکایا تو میں نے کھایا اور خداوند خدا نے سانپ سے کہا اس
لئے کہ تو نے یہ کیا تو سب چوپایوں اور دشتی جانوروں میں ملعون ٹھہرا - تو اپنے
پیٹ کے بل چلے گا اور اپنی عمر بھر خاک چاٹیگا اوز میں تیرے اور عورت کے
درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالونگا - وہ تیرے
سر کو کچلے گا اور تو اسکی ایڑی پر کاٹے گا - پھر اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے
درد حمل کو بہت بڑھاؤنگا - تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے
شوہر کی طرف ہو گی اور وہ تجھ پر حکومت کریگا اور آدم سے اس نے کہا چونکہ تو
نے اپنی بیوی کی بات مانی اور اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے

Marfat.com

حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا اس لئے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی - مشقت کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اسکی پیداوار کھائیگا اور وہ تیرے لئے کانٹے اور اونٹ کٹارے اگائیگی اور تو کھیت کی سبزی کھائیگا - تو اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائیگا جب تک کہ زمین میں تو پھر لوٹ نہ جائے اس لئے کہ تو اس سے نکالا گیا ہے کیونکہ تو خاک ہے اور خاک میں پھر لوٹ جائیگا اور آدم نے اپنی بیوی کا نام حوا رکھا اس لئے کہ وہ سب زندوں کی ماں ہے اور خداوند خدا نے آدم اور اسکی بیوی کے واسطے چمڑے کے کرتے بنا کر انکو پہنائے -

کتاب مقدس کا یہی وہ حوالہ ہے جس نے کروڑوں نہیں اربوں انسانوں کے عقائد پر گہرے غلط اثرات مرتب کئے چنانچہ جہاں مسیحت میں تثلیث، کفارہ، الوہیت مسیح، ابنیت مسیح، موروثی گناہ، حضرت مسیح علیہ السلام کا مصلوب ہونا جیسے عقائد باطلہ اختراع کئے گئے وہاں عورت کی وجہ سے پھیلا اور یوں عورت کی تحقیر، مذمت، بے بسی اور مظلومیت کا آغاز ہوا اور عورت سے نفرت کی بنا پر اور عیش و راحت کو روح کی تاریکی تصور کرتے ہوئے بہت سی اور اقوام میں رھبانیت کو فروغ ملا - اب ہم انجیل سے فقط دو حوالوں کا ذکر کرتے ہیں -

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ استفسار کیا گیا - کیا ہر ایک سبب اپنی بیوی کو چھوڑ دینا روا ہے ؟ اس نے جواب میں کہا کیا تم نے نہیں پڑھا کہ جس نے انہیں بنایا اس نے ابتدا ہی سے انہیں مرد اور عورت بنا کر کہا اس سبب سے مرد باپ سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہیگا اور وہ دونوں ایک جسم ہونگے ؟ پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں - اس لئے جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جدا نہ کرے - انہوں نے اس سے کہا کہ موسیٰ نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے تم کو اپنی بیویوں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی مگر ابتدا سے ایسا نہ تھا اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرامکاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے اور جو کوئی چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرلے وہ

Marfat.com

بھی زنا کرتا ہے ۔ شاگردوں نے اس سے کہا اگر مرد کا بیوی کے ساتھ ایسا ہی حال ہے تو بیاہ کرنا ہی اچھا نہیں ۔ اس نے ان سے کہا کہ سب اس بات کو قبول نہیں کر سکتے مگر وہی جس کو یہ قدرت دی گئی ہے ۔ کیونکہ بعض خوجے ایسے ہیں جو ماں کے پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے اور بعض خوجے ایسے ہیں جن کو آدمیوں نے خوجہ بنایا اور بعض خوجے ایسے ہیں جنھوں نے آسمان کی بادشاہی کے لئے اپنے آپ کو خوجہ بنایا ۔ جو قبول کر سکتا ہے وہ قبول کرے ۔ (بحوالہ متی باب 19)

پولس رسول نے اپنے ایک خط میں عورت کو گناہ کا سبب ٹھہرایا : کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا، اسکے بعد حوا، اور آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی اور یوں تورات سے اخذ کردہ عقیدے کی توثیق کی گئی۔

اب ہم ہندو دھرم میں عورت کی حیثیت کے بارے میں مختصر سا جائزہ پیش کرتے ہیں ایک طرف تو ہندو دھرم میں تریمورتی کے تین خداؤں' برہم' وشنو اور شودر کے بارے میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ان میں سے ہر خدا کی الگ الگ رفیقہ حیات ہے برہم کی رفیقہ حیات سرسوتی علم و فن کی دیوی یہی وہ دیوی ہے جس نے سنسکرت زبان کو ایجاد کیا ۔ وشنو کی لکشمی دولت و ثروت کی دیوی ہے اور شودر کی کالی خونخوار چڑیل ہے جب وہ دشمنوں سے انتقام لیتی ہے تو وہ درگا ہے جب نسوانی محاسن سے آراستہ ہوتی ہے تو اوما ہے گویا ایک طرف صورت کو معبود اور دیوی کے درجے پر فائز کر کے اسکی پوجا کی جاتی ہے تو دوسری طرف اسے پتنی کہا جاتا ہے اور اسے اپنے پتی دیو کی پوجا کی تلقین کی گئی ہے اور خاوند کے مرنے کی صورت' ستی کی ظالمانہ رسم سے شوہر کی چیتا میں جلنے پر مجبور کیا جاتا ہے (ہندو مصلحین نے اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر 1829 ء میں لارڈ ولیم متنک W.Ben Tinck سے اس ظالمانہ رسم کو خلاف قانون قرار دیا تھا) ۔ نکاح کو اٹوٹ قرار دیا جاتا ہے اور بیوہ عورت انتہائی بے بسی کے ساتھ اپنی بقایا زندگی (اگر وہ ستی نہ ہو) گذارنے پر مجبور ہے ہندو دھرم میں یوگ اور پرستش کی بعض ایسی صورتوں

Marfat.com

کا ذکر ہے کہ شائستگی اپنا سر پیٹ لیتی ہے -

اب ہم مختصر سا جائزہ بدھ دھرم کا پیش کرتے ہیں جس میں بدھ دھرم کے بانی مہاتما بدھ کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے :

So one night he slipped away from the palave, leaving his wife and their new - born on ' this is called the " breat Renunciation and it was made when he was 29 "

گویا خوبصورت بیوی - شہزادی شیو دھرا اور نومولو بچے کو سویا ہوا چھوڑا کر جنگل کی راہ لینے کو نفی ذات (Self Denial) کا عظیم کارنامہ قرار دیا گیا ہے - جب گوتم کو اپنے مقصد کے حصول' پروان کے حصول' میں کامیاب ہوکر' اپنے والد کے محل میں جانے کا اتفاق ہوا تو یشو دھرا کو از دواجی زندگی کے بجائے بدھ مت راہبہ کی حیثیت سے سابقہ زندگی گزارنی پڑی -

" Soon after he beg an his ministry he visited his fathers place and YASO DHAR eventually became a Buddlist nun "

یہاں اس امر کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ شروع میں مہاتما بدھ عورتوں کو سنگھ (تنظیم) میں شامل نہ کرتے تھے لیکن عقیدت کشوں کے اصرار پر اجازت دے دی تو یہ بھی کہا کہ ست دھرم نے ایک ہزار برس چلنا تھا اب 500 برس چلے گا -

اب ہم پیغمبر انقلاب ﷺ کے ظہور قدسی قبل زمانہ جاہلیت میں عورت کی حالت زار پر نگاہ ڈالتے ہیں - قرآن حکیم نے جاہلی عرب تمدن میں بیٹی کی ولادت پر ان لوگوں کے ذہنی اضطراب کی کتنی خوبصورت عکاسی کی ہے :

" واذ بشر احد هم بالانثی ظل وجهه مسودا و هو کظیم یتواری من القوم من سوء مالبشر ○ ایمسکه علی هون ام یدسه جی الترب الا ساء مایحکمون "

(**النحل** : 58 - 59)

عہد جاہلیت میں متعدد اور متنوع قبیح اور سنگدلانہ رسوم مروج تھیں لیکن ان قبیح

Marfat.com

رسوم میں سے بیٹیوں کو زندہ در گور کرنے کے ظالمانہ فعل کو قرآن حکیم نے خاص طور پر ذکر کیا ہے ارشاد خداوندی ہے :

"واذا الموؤدة سئلت بای ذنب قتلت" (لتکویر : 8-9)

علامہ آلوسی نے اسکی تشریح میں بڑی عمدہ بات کہی ہے کہ خداوند قدوس نے اس انداز سے اپنے غصے اور ناراضگی کی انتہا کا اظہار فرمایا ہے کہ زندہ در گور کرنے والے کو مخاطب بنانے کے درجہ سے ہی گرا دیا اور اس کے سنگین جرم کو اجاگر کرکے اسے قابل مذمت ٹھہرایا۔

قدیم تہذیبوں میں یونان میں عورت کی زندگی کا مقصد صرف یہی سمجھا جاتا تھا کہ وہ مرد کی غلامی اور خدمت کرے۔ ان کا عقیدہ تھا "آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کے شر کا مداوا محال ہے رومی تہذیب میں عورت ایک لونڈی کی حیثیت رکھتی تھی چوپاؤں کی طرح اسکی خرید و فروخت ہوتی تھی" ایک مسیحی امام کے بقول عورت "ایک ناگزیر برائی' ایک پیدائشی وسوک، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارتگر دلربائی اور ایک آراستہ مصیبت ہے" ایک روسی مثال مشہور ہے "دس عورتوں میں ایک روح ہوتی ہے"

مغرب زدہ انتہا پسند عورتوں سے متعلق اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا تصور یوں پیش کیا گیا ہے :

کہ مغرب میں عورتیں ان اوصاف سے یکسر محروم ہوتی چلی جارہی ہیں جو کبھی ان کو مایہ فخر و امتیاز تھے نسوانیت دیتی چلی جارہی ہے یہ سب ذوق خود نمائی کا نتیجہ ہے ۔

رسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے روشن ہے نگہ آئینہ دل ہے مکدر
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت

بقول اکبر الہ آبادی

ہوئے اس قدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا
کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے اسپتال جاکر

Marfat.com

مغرب میں جس طرح جنسی جذبات کا بارود بھڑکایا جارہا ہے اس نے مغرب کو طرح طرح کی الجھنوں میں پھنسا دیا ہے عورت سے تقدس، حیا و وفا کے اوصاف چھن گئے ہیں۔ فیشن اور جلوت کی ہوس نے خانہ داری اور پر مسرت ازواجی زندگی کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ افراط و تفریط پر مبنی ان قدیم و جدید تصورات کے انسانی معاشرے پر گہرے مضر اثرات مرتب ہوئے ہیں - چنانچہ اگر سیکولر اور لادینی معاشرہ Eat,drink Be merry کے تصور کو اپناتے ہوئے غرق دنیا ہو چکا ہے وہاں بقول سید سلیمان ندوی "عورت کو اور عورت و مرد کے ازواجی تعلق کو بہت حد تک اخلاق و روح کی ترقی مدارج کے لئے مانع تسلیم کیا گیا اور بدھ، جین و یدانت جوگ اور سادھوپن کے تمام پیروا ستی نظریے کے پابند تھے" چنانچہ ان تمام مذاہب ہند اور مسیحیت میں ترک دنیا کا رجحان فروغ پا گیا اور رہبانیت پر عمل کیا گیا۔

چنانچہ ادیان و اقوام کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کہیں عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھا گیا، کہیں اسے حسن کی دیوی قرار دیا گیا، کہیں عورت کو محض ایک دلفریب کھلونا سمجھ کر اسے تمام معاشرتی حقوق سے محروم کر دیا گیا لیکن رحمت خداوندی جوش میں آئی۔ ظہور قدسی ہوا۔ پیغمبر انقلاب ﷺ نے عورت کو مقرِ ذلت سے نکال کر ایک اعلیٰ وارفع معزز مقام عطا فرمایا۔ آپ ﷺ نے عالم انسانیت کو یہ ارشاد ربانی سنایا :

ومن عمل صالحامن ذکر اوانثی و ھو من فاولئک ید خلون الجنۃ

(سورۃ غافر : 40)

(اور مرد و عورت کو یکساں طور پر نیکی اور تقویٰ کے حوالے سے مساوی طور پر ابدی مسرتوں کا حقدار ٹھہرایا)۔

قرآن حکیم نے واضح طور پر تورات کے بیان کردہ واقعہ ابلیس و آدم کو صحیح روپ میں پیش کیا اور **فازلھما الشیطن - نیزع عنھما لیا سھما - فوسوس لھما**

Marfat.com

الشیطن - مانھکما ربکما وقاسمھا میں بار بار تشنیہ کا صیغہ استعمل کرکے اور دعائیہ کلمات قالا ربناظلمنا انفسنا کے الفاظ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عورت سے گناہ کی پوری ذمہ داری کا ازالہ کر دیا اور ان کی توبہ کے قبول ہونے کا ذکر فرمایا اور اسے شیطان کا ورغلانا اور وسوسہ اندازی قرار دیا۔

قرآن حکیم میں عورت کے حسن معاشرت کا حکم دیا گیا " و عاشروھن بالمعروف" انہیں مرد کے لئے لباس قرار دیا گیا۔ مرد و عورت کے باہمی تعلق کی طہارت فکری اور عفت و عصمت کے تحفظ پر اساس رکھی گئی - عورت کا احترام سکھایا گیا۔ عورت کو اس کے حقوق از قسم میراث مہر نفقہ عطا کئے گئے اسے خلع کی اجازت دی گئی۔ نکاح کے ٹوٹ ہونے کے ہندو اور مسیحی نظر کو " ماطاب لکم " اور عورت کو انتخاب زوج کا حق دیکر گمراہ کن نظریے کا رد پیش کیا گیا اور افتراق و انتشار و اشتقاق کے مواقع پیدا ہونے پر طلاق کا حق دیا گیا۔

محسن انسانیت ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"الدنیا کلھا متاع و خیر متاع الدنیا المراء ۃ الصالحتہ"

" تنکح المراء ۃ لاربع : لمالھاولحسبھاولجمالھاولدینھا فاظفر بذات الدین"

" مااستفاد دالمومن بعد تقوی اللہ خیرا لہ من زوجۃ صالحتہ ان امر مرھا لطاعۃ وان نظر الیھا سرتہ وان اقسم علیھا ابرتہ وان غاب عنھا نصحتہ فی نفسھاو مالھا"

گویا یہ قرآنی ارشاد " فالصلحت ..... کی تشریح بیان فرمادی۔

ان تمام ارشادات ربانی اور ارشادات نبوی سے واضح طور پر ثابت ہے کہ اسلام نے عورت کو اعتدال توازن پر مبنی اعلیٰ وارفع معزز مقام عطا فرمایا -

یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی بیحد ضروری ہے کہ مغربی تہذیب کی چمک دمک اور یہود کی سازشوں اور منصوبہ بندیوں سے مسلمان ممالک سو تجمل و تزین ' بے حجابی اور عریانی کو فروغ دیا گیا۔ ان نازک حالات میں ایران کے اسلامی انقلاب نے

Marfat.com

خوشگوار اثرات مرتب کئے ہم یہاں امام خمینی کے ان اقوال کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جن سے ایران میں عورتوں میں دینی رجحانات میں انقلاب عظیم برپا ہوا۔ راقم الحروف نے دس برس قبل جب ایران جانے کا موقعہ ملا تو بچشم خود اس امر کا مشاہدہ کیا کہ ایرانی خواتین حتی کہ بچیوں تک نے کسی طرح حجاب کے آداب کو بطریق احسن اپنایا ہوا ہے۔

امام خمینی نے فرمایا :

" عورت کی آغوش سے ایسے افراد پرورش پاکر معاشرہ میں قدم رکھتے ہیں جو ملکوں اور قوموں کی تقدیر بدل دیتے ہیں اور ان کے پاکیزہ کردار سے کرہ ارض پر امن و سلامتی اور خوشحالی قائم ہوتی ہے "

آپ نے حکومت شاہ کے خلاف اپنی ایک مشہور تقریر میں فرمایا :

"ہم کہتے ہیں کہ ترقی کے نام پر خواتین کو فحاشی کی طرف نہ دھکیلئے۔ انہیں گمراہ نہ کیجئے ..... اے حکومت شاہ! تو نے ان خواتین کے ساتھ کتنا برا سلوک کیا ہے۔ انہیں گھروں سے باہر نکال کر دفتروں میں بھیج دیا خدا گواہ ہے بے پردہ عورتیں جہاں بھی گئیں انہوں نے سارے کا سارا ماحول تباہ و برباد کر کے رکھ دیا"

ایک غیر ملکی نامہ نگار کے سوال کے جو میں کہا۔

"اسلام میں عورت ایک انسان ہونے کے ناطے سے اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں کام کر سکتی ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی مدد سے تجاوز نہ کرے۔ ہر لحاظ سے اپنے نسوانی وقار کو ملحوظ خاطر رکھے۔ مردوں کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ عوتوں کے بارے میں منفی اور غیر اخلاقی سوچ رکھیں"

پیرس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا :

" اسلام نے مردوں کی نسبت عورتوں کی زیادہ خدمت کی ہے آپ کو کیا خبر□ کہ زمانہ جاہلیت میں عورت کی کیا حیثیت تھی اور اسلام نے اسے کتنا بلند رتبہ دیا لیکن اب یہ لوگ ملک میں زمانہ جاہلیت جیسا بدترین و ماحول قائم کرنا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

___ شاہ کی حکومت تو یہ چاہتی ہے کہ عورت و مرد ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر سرعام چلیں پھریں لیکن اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا اسلام مخلوط محفلوں کو بھی پسند نہیں کرتا بلکہ وہ عورت کو تحفظ فراہم کرنے اور اسے عزت و وقار عطا کرتے کے لئے چند معاشرتی اصول وضع کرتا ہے۔ مغرب کے وہ شکوک و شبہات جو اس نے اسلام اور مسلمان عورت کے متعلق پیدا کئے ہیں ان کا ازالہ کرتے ہوئے غیر ملکی اخباری نمائندوں کے ساتھ کئے گئے انٹرویو کے جواب میں آپ نے فرمایا :

"اسلامی معاشرہ میں خواتین مکمل طور پر آزاد ہیں وہ سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور دفتروں میں جا سکتی ہیں اسلام تو اخلاق اور معاشرتی برائیوں کو دیکھتا ہے ـــــــ صدر اسلام میں ہماری خواتین جنگوں میں شرکت کرتی تھیں تیمارداری اور مرہم پٹی وغیرہ میں مردوں کا ہاتھ بٹاتی تھیں اسلام نے عورت کا ہاتھ پکڑ کر مردوں کے سامنے اسے بڑی عزت بخشی البتہ کچھ مسائل میں مرد و عورت کے درمیان فرق قائم کیا گیا ہے یہ فرق فطری تقاضوں کے پیش نظر ہے ورنہ انسانی حیثیت کے لحاظ سے ان کے مابین کسی قسم کی تفریق نہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے عورت اور مرد زندگی کے تمام جائز کام کر سکتے ہیں وہ تمام امور میں آزاد ہیں اور اپنی اپنی پسند کے مطابق اپنے کاروبار کا تعین کر سکتے ہیں"

مقالہ طویل ہو رہا ہے آخر میں اس امر کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں کہ عصر حاضر میں عورت کے حوالے سے بے شمار سنگین مسائل جنم لے چکے ہیں۔ عریانی، فحاشی، ذوق خودنمائی، عورت کی مادر پدر آزادی، مساوات، مرد و زن کا غیر اخلاقی قصور، اخلاقی بے راہروی، امریکہ، انگلستان، روس جیسے نام نہاد مذہب اور متمدن ملکوں میں عورت کا استحصال، بے حدو حصر مسائل جنم لے چکے ہیں۔ ان متمدن ممالک میں خانگی اور ازواجی زندگی بری طرح انتشار و خلفشار کا شکار ہو چکی ہے۔ ذہنی سکون برباد ہو چکا ہے جسے بحال کرنے کے لئے نشہ آور اشیاء کا سہارا لیا جاتا ہے

Marfat.com

جس سے اور زیادہ بربادی عمل میں آ رہی ہے۔

تفصیل کا وقت نہیں۔ مختصر عرض کرتا ہوں کہ دیگر ادیان اور دیگر نظامہائے حیات میں ان مسائل کا کوئی حل نہیں کیونکہ وہاں نظریات کی افراط و تفریط ہے اسلام اور فقط اسلام ہی عفت قلب ونگہ اور طہارت فکری پر مبنی اپنی معتدل و متوازن تعلیمات سے ان سنگین مسائل کا حل پیش کرنے کی توفیق سے بہرہ مند ہے البتہ عورت کو جذبہ موت سے سرشار کرنے کی ضرورت ہے بقول حکیم الامت :

قوم لا سرمایہ سے صاحب نظر ——— نست زر نقد و بجاش وسیم وزر

بال اوفرزند تندرست ——— تتر دباغ و سخت کوش و چاق و چت

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ حضرت فاطمۃ الزہرا کو خواتین نمونہ عمل قرار دیتے ہیں۔ مزرع تسلیم حاصل ہوتا ہے اگرچہ مغرب نے ان مسائل کو بڑا گھمبیر اور بجل بنا دیا لیکن اسلامی انقلاب سے ہی عورت کو اس کے حقوق میسر آ سکتے ہیں اور اس کا کھویا ہوا وقار بحال ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے محنت سعی و کاوش اور خلوص سے کام لینا ہو گا۔ بقول حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ؎

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی ——— ابھی درخت طور سے اتی ہے بانگ لاتخف

Marfat.com

فقہ

☆ فقہ حنفی کا اجمالی تعارف

☆ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اجتہاد کا طریقِ کار

Marfat.com

Marfat.com

فقہ حنفی کا اجمالی تعارف

فقہی مذاہب کا ذکر کرتے ہوئے دور حاضر کے ممتاز قانون دان ڈاکٹر صبحی محمصانی فقہ حنفی کے بارے میں لکھتے ہیں ""حنفی مذہب تمام ممالک اسلامیہ میں اس لیے سب سے زیادہ پھیلا کہ خلفائے عباسیہ نے محکمہ عدل و قضاء کے لئے یہی مذہب منتخب کیا تھا اور اہل عراق عموماً اسی مذہب کے مقلد تھے۔ اس کے علاوہ سلطنت عثمانیہ کا سرکاری مذہب بھی یہی تھا اور اسی مذہب کی روشنی میں "مجلة الاحکام العدلیہ" کی تدوین ہوئی" - (1)

مذہب حنفی کی مقبولیت اور عالمی اشاعت کے ضمن میں مصنف موصوف رقمطراز ہیں :

""جو ملک سلطنت عثمانیہ کے زیر حکومت رہے ہیں جیسے مصر' سوریا اور لبنان' ان کا مذہب بھی محکمہ عدل اور قضاء میں حنفی چلا آتا ہے' حکومت تیونس کا مذہب بھی یہی ہے۔ ترکی اور اس کے زیر اثر ممالک مثلاً شام والبانیہ کے باشندوں کا مذہب بھی مسائل عبادات میں یہی ہے اور مسلمانان بلقان و قفقاز بھی مسائل عبادات میں اسی مذہب کے مقلد ہیں۔ اسی طرح افغانستان و ترکستان اور (پاک و ہند و چین کے ہاں بھی یہی مذہب غالب ہے' اور اس مذہب کے پیرو دوسرے ملکوں میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جو روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا دو تہائی ہیں" - (2)

دور حاضر میں فقہ حنفی کے عروج اور عالمی فروغ کی کیفیت ایک مستشرق کی زبانی ملاحظہ کیجئے :

Even nowadays the Hanafi school prevails in the former Ottoman countries; in Tunisia for instance it is equal to the Malki rite and also in Egypt it is the officially

Marfat.com

recognized law school. Further it is predominant in Central Asia (Afghanistan, Turkestan, Bukhara, Samarkand) and in India. (3)

" آج بھی حنفی مکتب فکر کو سابق عثمانی ممالک میں فوقیت حاصل ہے۔ تیونس میں اسے مالکی مکتب فکر کے مساوی حیثیت حاصل ہے۔ مصر میں اسے سرکاری قانون کے ایک مکتب فکر کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں حنفی مکتب فکر وسط ایشیاء (افغانستان، ترکستان، بخارا، سمرقند اور (پاک و) ہند میں بھی غالب و فائق ہے "

یہ تو ہے دور حاضر میں مذہب حنفی کی مقبولیت کا کچھ انداز، آج سے چھ سو برس پہلے ابن خلدون لکھتا ہے : "امام ابوحنیفہ کے مقلدین آج عراق، ہند، چین، ماوراء النہر اور بلاد عجم میں بکثرت پھیلے ہوئے ہیں"۔ (4)

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مذہب حنفی دنیا میں سب سے زیادہ پھیلا۔ بادی النظر میں اس کی اشاعت کا سبب حنفی فقہاء کا قضاء و عدل کے اونچے مناصب پر فائز ہونا اور سرکاری مذہب کی حیثیت سے رائج ہونا نظر آتا ہے لیکن اگر فقہ اسلامی کی پوری تاریخ کا بہ نظر تعمق جائزہ لیا جائے اور مختلف مکاتب فکر کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو اعلیٰ وجہ البصیرت یہ کہنا بالکل درست اور بجا ہو گا کہ فقہ حنفی کے مسائل میں، اس کے طریق استنباط میں، منہاج استدلال اور اصول و قواعد میں بنیادی طور پر وہ خصوصیات پائی جاتی ہیں جو اسے نہ صرف یہ کہ دوسرے فقہی مکاتب فکر سے ممتاز کرتی ہیں بلکہ انہی خصوصیات کی بنا پر اسے وہ عالمی مقبولیت حاصل ہوئی کہ آج روئے زمین کے دو تہائی مسلمان فقہ حنفی کے پیرو ہیں۔

ایک عام مسلمان کے ذہن میں، جو فقہ اسلامی کی تاریخ پر گہری نظر نہیں رکھتا، یہ خیال آ سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک کے بعد صحابہ کرام میں اور بعد ازاں آئمہ کرام میں فقہی اختلافات کیوں رونما ہوئے؟ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے " فروعات میں صحابہ اور تابعین کے اندر اختلاف کے اسباب" پر ایک

Marfat.com

پورا باب باندھا ہے اور سیر حاصل بحث کی ہے۔ بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں :

"غرض ! آنحضرت ﷺ کا مقدس زمانہ اسی نہج پر ختم ہوا۔ صحابہ کرامؓ کا بھی یہی دستور اور معمول اور طریقہ رہا۔ اس کے بعد جب صحابہ کرامؓ مختلف بلاد و ممالک میں پھیل گئے تو ہر صحابی ملک کے مختلف گوشوں میں اپنی اپنی جگہ مقتدا اور پیشوا ہو گیا۔ وقتاً فوقتاً مختلف قسم کے حوادث' واقعات اور مسائل پیش آنے لگے' لوگ ان سے فتوے پوچھتے' مسائل دریافت کرتے' ہر صحابی اپنے اپنے حفظ اور یاد اور اپنے اپنے اجتہاد' اخذ و استنباط کے بموجب جواب دیتا' جب ان کو رسول اللہ ﷺ کی روایات سے جواب نہ ملتا تو وہ اپنی رائے سے اجتہاد کرتے اور اس علت کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے جس کو خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی منصوصات میں حکم کی علت اور حکم کا مدار علیہ گردانا تھا اور پھر اس حکم کو علت کے مطابق' جہاں جہاں یہ علت پائی جاتی' جاری کرتے اور پوری قوت اور کامل توجہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی غرض مطلوب کی موافقت میں کوشاں رہتے۔ ان حالات اور اس طریق کار کی وجہ سے صحابہ کرامؓ میں مختلف قسم کا اختلاف رونما ہو گیا"۔ (5)

ابن خلدون نے اسی ضمن میں ایک بنیادی بات کی نشاندہی کی ہے' وہ لکھتے ہیں :

"اور اختلاف کا پیدا ہونا ضروری تھا کیونکہ احکام شرعیہ کے اصول و ادلہ جو قرآن میں ہیں وہ بہرحال لغت عرب میں ہیں جو کئی کئی معانی کے متحمل ہیں اور اس اختلاف معانی کے سبب آئمہ میں اختلاف پیدا ہو گیا' یہی حال سنت کا ہے کہ وہ مختلف الطرق ہے اور اکثر متعارض فی الاحکام' اس لئے لامحالہ ترجیح کی ضرورت پڑتی ہے اور یہیں سے اختلاف کی بنیاد پڑتی ہے' قطع نظر ان باتوں کے دنیا کے واقعات نئے نئے رونما ہوتے رہتے ہیں جن میں نصوص سے بظاہر کوئی راہنمائی نہیں ملتی' مجبوراً کسی مشابہت سے ان کو منصوص کے زمرہ میں شمار کرنا پڑتا ہے بس یہیں سے اختلاف کے راستے پھوٹتے ہیں اور یونہی سلف آپس میں مختلف الرائے رہے اور ان کے بعد آئمہ مجتہدین بھی"۔ (6)

Marfat.com

اس اختلاف کی بنا پر جو فقہی مکاتب فکر وجود میں آئے' ان پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن خلدون رقمطراز ہیں :

" اب دو ہی مذہب رواج پذیر رہے' یا تو اہل الرائے کا مذہب عراق میں یا اہل حدیث کا مذہب حجاز میں۔ اہل عراق کے امام اور مذہبی پیشوا امام ابو حنیفہ النعمان بن ثابت ہیں جن کا مقام فقہ میں اتنا اعلیٰ و ارفع ہے کہ کوئی اس تک نہ پہنچ سکا' یہاں تک کہ ان کے ہم مشرب حضرات بھی خصوصاً امام مالک و شافعی کھلے الفاظ میں کہہ گئے کہ فقہ میں امام ابو حنیفہ کی کوئی مثیل و نظیر نہیں "۔ (7)

فقہ حنفی کی ابتدا اور "اہل الرائے" کی توجیہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صبحی محمصانی لکھتے ہیں :

" مذہب حنفی بھی کوفہ میں پیدا ہوا جس کے بانی امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ہیں جو امام اعظم کے لقب سے مشہور ہیں' آپ کی علمی زندگی کی ابتدا علم کلام کے مطالعہ سے ہوئی' پھر آپ نے اہل کوفہ کی فقہ اپنے استاد حماد بن ابی سلیمان (متوفی 120ھ) سے پڑھی۔ عملی زندگی کے لحاظ سے آپ ریشمی کپڑوں کے تاجر تھے' علم کلام اور پیشہ تجارت نے آپ میں عقل و رائے سے استصواب کرنے' احکام شرعیہ کو عملی زندگی میں جاری کرنے اور مسائل جدیدہ میں قیاس و استحسان سے کام لینے کی صلاحیت تامہ پیدا کر دی تھی' اسی لئے آپ کے مذہب کا نام' مذہب اہل الرائے مشہور ہو گیا"۔ (8)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مذہب حنفی کے فروغ کی طرف ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے :

"امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب اور شاگردوں نے امام محمدؒ کی تصانیف کی طرف خاص اور کامل توجہ کی' ان کی کتابوں کی تلخیص کی اور ان کو زود فہم کرنے کی کوشش کی' ان کی شرح و توضیح کی اور تخریج کی تاسیس و تعمیر کی بنیادیں قائم کر دیں اور دلائل و براہین بھی فراہم کئے۔ اس کے بعد یہ علماء خراسان اور ماوراء النہر

Marfat.com

وغیرہ میں پھیل گئے اور ان کے ذریعے یہ مسائل ان ممالک میں بھی عام ہو گئے اور اسی کا نام امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہو گیا"۔ (9)

پیشتر اس کے مذہب حنفی کی خصوصیات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے' مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان چار عظیم الشان اور جلیل القدر ہستیوں کا مختصر تعارف پیش کیا جائے' جنہیں بجا طور پر فقہ حنفی کی عمارت کے عمائد اربعہ کہا جا سکتا ہے اور جنہوں نے فقہ حنفی کو پروان چڑھایا' ان میں سب سے پہلی شخصیت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ہے جو فقہ حنفی کے بانی' قائد اور رہنما ہیں اور باقی تین آپ کے سب سے مشہور تلامذہ امام ابو یوسفؒ' امام محمدؒ اور امام زفرؒ ہیں۔ اب ہم ان کے حالات مختصرا بیان کرتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ : آپ کا اصل نام نعمان بن ثابت ہے۔ آپ 80ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور 150ھ میں بغداد میں وفات پائی' کوفہ میں ہی آپ نے پرورش پائی (10) آپ کی پرورش ایک خالص اسلامی گھرانے میں ہوئی (11) خطیب بغدادی کے حسب ذیل بیان سے جہاں آپ کے خاندان کے متمول اور خوشحال ہونے کا اندازہ ہوتا ہے وہاں اس امر کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کے والد اور دادا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شرف ملاقات ہوا تھا :

و ذهب ثابت الى على بن ابى طالب وهو صغير فدعاله بالبركة فيه و فى ذريته ...... والنعمان بن المرزبان ابو ثابت هو الذى اهدى لعلى بن ابى طالب الفالوذج فى يوم النيروز فقال نوروز نا كل يوم (12)

(اور (امام ابو حنیفہ کے والد) ثابت حضرت علی بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ ابھی کمسن تھے تو آپ نے اس کے لئے اور اس کی اولاد کے لئے خیروبرکت کی دعا فرمائی ...... اور نعمان بن مرزبان جو ثابت کے والد (اور امام اعظم کے دادا) ہیں' وہی ہیں جنہوں نے یوم نوروز پر حضرت علی بن ابی طالب

Marfat.com

کو فالودہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا ہمارا ہر دن ہی نوروز ہے)

ایک متمول اور خوشحال خاندان کے چشم و چراغ ہونے کی حیثیت سے آپ نے عملی زندگی کا آغاز تجارت سے کیا اور زندگی بھر تجارت سے وابستہ رہے۔ تاہم آپ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہاں مختلف النوع عقائد کے لوگ آباد تھے۔ ان میں شیعہ تھے تو ان کے مقابل خارجی تھے' معتزلہ تھے تو ان کے مقابل علم صحابہ کے حامل تابعی تھے اور ان میں مناظروں کی گرم بازاری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذہانت و فطانت کا بہرہ وافر عطا فرمایا تھا لہٰذا آغاز شباب ہی میں آپ نے بھی ان مناظروں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ بعد میں پوری سنجیدگی سے علم فقہ کی طرف مائل ہو گئے۔ یہ میلان کیسے پیدا ہوا؟ اس بارے میں متعدد روایات ہیں' ایک دلچسپ روایت خود ان سے مذکور ہے :

"ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ کہ ایک مرتبہ امام سے سوال کیا گیا: آپ کو فقہ کی توفیق کیسے نصیب ہوئی؟ امام نے فرمایا : سنئے : جہاں تک توفیق کا تعلق ہے وہ تو بارگاہ لم یزل سے تھی' فلہ الحمد! میں جب طلب علم کے لئے کمربستہ ہوا تو میں نے تمام علوم پر ایک ایک کر کے نظر دوڑائی' ان کے نفع اور نتیجے پر غور کیا' میرے جی میں آیا علم کلام پڑھوں۔ غور کرنے پر معلوم ہوا۔ اس کا انجام اچھا نہیں اور اس میں فائدہ بھی کم ہے' آدمی اس میں ماہر بھی ہو جائے تو اپنا عندیہ بر سرعام بیان نہیں کر سکتا' اس پر طرح طرح کے الزام عائد کئے جاتے ہیں اور اسے صاحب بدعت و ضلالت کا لقب دیا جاتا ہے۔

پھر ادب و نحو پر غور کیا' اس نتیجے پر پہنچا کہ آخر اس کے ماسوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ بیٹھ کر بچوں کو نحو و ادب کا سبق دوں۔ پھر شعر و شاعری کے پہلو پر غور کیا تو اس کا مقصد مدح و ہجو' دروغ گوئی اور تخریب دین کے سوا کچھ نہ پایا۔ پھر قراء ت و تجوید کے معاملے پر غور کیا' میں نے سوچا کہ اس میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے بعد آخر یہی ہو گا کہ چند نو عمر جمع ہو کر میرے پاس. تلاوت قرآن

Marfat.com

کریں' باقی رہا قرآن کے مفہوم و معنی تو وہ بدستور ایک دشوار گزار گھاٹی رہے گی۔

پھر خیال آیا طلب حدیث میں لگ جاؤں' پھر سوچا کہ ذخیرہ احادیث جمع کرنے کے بعد مجھے طویل عمر کی ضرورت ہوگی تا کہ علمی استفادہ کے لئے لوگ میرے محتاج ہوں' اور ظاہر ہے کہ طلب حدیث کے لئے احتیاج نوخیر لوگوں کو ہی ہو سکتا ہے' پھر ممکن کہ مجھے کذب اور سوء حفظ سے متہم کرنے لگیں' اور روز حشر تک یہ الزام میرے گلے کا ہار ہو جائے بعد ازاں میں نے فقہ کی ورق گردانی شروع کی' جوں جوں تکرارو اعادہ ہوا' اس کا رعب بڑھتا ہی گیا اور اس میں مجھے کوئی عیب دکھائی نہ دیا۔ میں نے سوچا کہ تحصیل فقہ میں علماء مشائخ کی مجالست و مصاحبت اور ان کے اخلاق جلیلہ سے آراستہ و پیراستہ ہونے کے مواقع میسر آئیں گے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اداء فرائض' اقامت دین متین' اظہار عبودیت اور دنیا و آخرت کا حصول فقہ کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر کوئی شخص فقہ کے ذریعے دنیا کمانا چاہے تو وہ بڑے بلند مناصب پر فائز ہو سکتا ہے اور اگر تخلیہ و عبادت کا آرزومند ہو تو کوئی شخص یہ کہنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ وہ حصول علم کے بغیر مشغول عبادت ہے بلکہ کہا یہ جائے گا کہ وہ صاحب علم فقیہ اور علم کی راہ پر گامزن ہے"۔ (13)

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد ابوزہرہ اس پر تبصرہ کرتے ہوتے لکھتے ہیں :

روایت بالا کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے رائج الوقت علوم و فنون پر تنقیدی نگاہ ڈالی تا کہ ان میں سے اپنے لئے کسی مناسب علم کا انتخاب کرکے اس میں امتیاز و تخصص پیدا کر سکیں۔ اس سے حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ نے تمام عصری علوم میں واجبی حد تک واقفیت حاصل کر لی تھی اگرچہ بعد میں صرف علم فقہ ہی آپ کا
جولا نگاہ فکرو نظر بنا"۔ (14)

علم فقہ سے آپ کی وابستگی کا عالم یہ تھا کہ آپ اپنی تمام تر ذہانت و فطانت' استعداد' مہارت کے باوجود کامل اٹھارہ برس اپنے استاذ حماد کے دامن فیض سے

Marfat.com

وابستہ رہے۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں آپ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"فجعلت علی نفسی ان لا افارق حمادا" حتی یموت فصحبته ثمانی عشرة سنة" (15)

(پس میں نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا کہ (اپنے استاد) حماد سے تاحین حیات الگ نہ ہوں گا چنانچہ میں پورے اٹھارہ برس ان کی صحبت میں رہا)

حماد کی صحبت نے آپ کی استعداد کو اور زیادہ نکھار بخشا اور آپ نے اس علم میں وہ مہارت حاصل کر لی کہ اس فن کے بڑے بڑے اکابر نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔ ڈاکٹر صبحی محمصانی لکھتے ہیں :

"تبحر علمی کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کا لقب امام اعظم ہو گیا۔ آپ کے بارے میں امام شافعیؒ نے فرمایا کہ علم فقہ سیکھنے والا ابوحنیفہؒ کا محتاج ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جب کسی مسئلے میں ہمارا باہمی اختلاف ہوتا تھا تو ہم اسے امام ابوحنیفہؒ کے سامنے پیش کرتے تھے، آپ اتنی جلدی جواب دیتے تھے جیسے اسے اپنی آستین سے نکالا ہو"۔ (16)

خیرالدین الزرکلی نے "الاعلام" میں امام شافعی کے اس قول کو نقل کیا ہے :

"و عن الامام الشافعی الناس عیال فی الفقه علی ابی حنیفة" (17)

(امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے محتاج ہیں)

خطیب بغدادی نے امام شافعی کے اسی مفہوم کے مختلف اقوال نقل کئے ہیں

"مارایت احدا فقه من ابی حنیفة' الناس عیال علی ابی حنیفة فی الفقة من اراد ان یتبحر فی الفقه فهو عیال علی ابی حنیفة" (18)

خطیب نے امام مالک اور امام شافعی کے علاوہ خلف بن ایوب' ابن عیینہ' ابوبکر بن عیاش' سہل بن مزاحم' قاسم بن معن' ابن جریج' عبداللہ بن مبارک' مسعر بن کدام' ابو جعفر الرازی' اعمش' فضیل بن عیاض' سفیان ثوری اور ایسی ہی

Marfat.com

دیگر مقتدر اور صاحب علم و فضل شخصیتوں کے مدحیہ اقوال درج کیے ہیں جس میں آپ کے مختلف کمالات کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔(19)

ان میں سے صرف ابن السبارک کا ایک قول پیش کیا جاتا ہے :

" رایت مسعرا فی حلقة ابی حنیفه جالسابین یدیه یساله ویستفید منه ومارایت احدا قط تکلم فی الفقه احسن من ابی حنیفة" (20)

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں آپ کا تعارف ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے :

The Leading Fiqh Scholar and theologian in Irak ..... (21)

یوں تو آپ کے مناظرات' مکالمے کثرت سے قلمبند کیے گئے ہیں جن میں سے ہر ایک آپ کی فراست و بصیرت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے تاہم یہاں صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے آپ کی ذہانت و فطانت کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے :

ابن الاثیر الجزری نے اپنی مشہور تاریخ "الکامل" میں لکھا ہے کہ اہل ہمدان حضرت علیؓ کے حامی تھے۔ منصور نے موصل پر لشکر کشی اور شب خون مارنے کا ارادہ کیا لیکن اس سے قبل اس نے مشہور فقہاء کرام سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا۔ ابن اثیر کے الفاظ یہ ہیں :

فاحضر اباحنیفة و ابن ابی لیلی وابن شبرمة وقال لهم ان اهل الموصل شرطوا لی انهم لا یخرجون علی فان فملوا حلت دمائهم واموالهم وقدخرجوا فسکت ابوحنیفة وتکلم الرجلان و قالا رعیتک فان عنوت فاهل ذلک انت وان عاقبت فبما یستحقون!

فقال لابی حنیفة اراک سکت یا شیخ! فقال یا امیر المومنین! اباحوک مالایملکون ارایت لو ان امراة اباحت فرجها بغیر عقد نکاح و ملک یمین اکان یجوز ان توطا؟ قال لا' و کف عن اهل الموصل وامر اباحنیفة و صاحبیه بالعود الی الکوفة (22)

Marfat.com

"پس منصور نے ابو حنیفہ' ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کو بلوایا اور کہا ! اہل موصل نے میرے ساتھ عہد کیا تھا کہ وہ میرے خلاف بغاوت نہیں کریں گے اور اگر انہوں نے اس کا ارتکاب کیا تو ان کا مال و جان مباح ہو جائے گا اور اب وہ بغاوت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ امام ابو حنیفہ تو خاموش رہے' دوسرے دو حضرات بولے "اہل موصل آپ کی رعیت ہیں اگر آپ معاف کر دیں تو آپ اس کے اہل ہیں اور اگر سزا دیں تو وہ اس کے مستحق ہیں"۔ منصور نے ابو حنیفہ کو مخاطب ہو کر کہا "حضرت ! آپ کیوں خاموش ہیں" آپ نے فرمایا ! امیرالمومنین ! جس چیز کو ان لوگوں نے آپ کے لئے مباح قرار دیا ہے انہیں اس کا حق حاصل نہیں (کیونکہ مومن صرف تین صورتوں میں مباح الدم ہوتا ہے اور یہاں ان میں سے کوئی ایک صورت بھی نہیں) بھلا فرمایئے اگر کوئی عورت منکوحہ یا باندی ہونے کے بغیر اپنے جسم کو کسی شخص کے لئے مباح کر دے تو کیا اس سے مقاربت کرنا درست ہوگا؟ (یعنی عورت نے ایسے طریق سے از خود اپنے جسم کو مباح کیا ہے جسے شریعت روا نہیں رکھتی) منصور بولا نہیں' اور اہل موصل سے ہاتھ روک لیا اور ابو حنیفہ اور ان کے دونوں رفقاء کو کوفہ لوٹ جانے کا حکم دیا"۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ابو حنیفہ کی ترجمے میں ایک مستقل فصل **"ما ذکر من وفور عقل ابی حنیفة و فطنته وتلطفه"** قائم کی ہے (23) اس میں امام اعظم کی ذہانت و فطانت کے کئی واقعات درج ہیں' ایک میں ابو یوسفؒ کے حوالے سے لکھا ہے :

"دعا المنصور اباحنیفة فقال الربیع حاجب المنصور وکان یعادی اباحنیفة یا امیر المومنین هذا ابوحنیفة یخالف جدک کان عبداللّٰه بن عباس یقول اذا حلف علی الیمین ثم استثنی بعد ذلک بیوم او بیومین جاز الاستثناء وقال الامتصلا بالیمین فقال ابوحنیفة یا امیرالمومنین ! ان الربیع یزعم انه لیس لک فی رقاب جندک بیعة فقال و کیف؟ قال یحلفون لک ثم یرجعون الی

Marfat.com

منازلهم فيستثنون فتبطل ايمانهم قال فضحک المنصور وقال ياربيع لا تعرض لابی حنیفة فلما خرج ابوحنیفة قال له الربیع : اردت ان تشیط بدمی قال ولکنک اردت ان تشیط بدمی فخلصتک وخلصت نفسی" (24)

(ایک دفعہ منصور نے ابوحنیفہ کو بلا بھیجا' منصور کے حاجب ربیع نے جو آپ کا جانی دشمن تھا' کہا : امیر المومنین ! یہ ہیں ابوحنیفہ جو آپ کے دادا کی خلاف ورزی کرتے ہیں' عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے اگر کوئی شخص حلف اٹھالے اور اس کے ایک یا دو دن بعد بھی انشاء اللہ کہہ لے تو یہ جائز ہے مگر ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ استثناء یعنی انشاء اللہ حلف سے متصل ہونا چاہیے۔ ابوحنیفہ بولے ! امیر المومنین ! ربیع کا گمان ہے کہ آپ کی فوج کے لوگ آپ کے حلقہ بیعت میں داخل نہیں ہیں ! خلیفہ بولا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا وہ یوں کہ آپ کے روبرو حلف اٹھالیں اور پھر گھر جا کر استثناء کرلیں' اس طرح ان کی قسم باطل ہو جائے گی۔ منصور ہنس پڑا اور ربیع سے کہا ابوحنیفہ سے تعرض نہ کیجئے۔ جب ابوحنیفہ نکلنے لگے تو ربیع نے ان سے کہا : آپ نے تو میرا خون بہانے کا ارادہ کرلیا تھا! فرمایا یوں نہ کہئے بلکہ میرا خون بہانے کا ارادہ آپ نے کیا تھا' میں نے تمہاری بھی گلو خلاصی کرا دی اور خود اپنی بھی رہائی کرالی)

امام اعظم کی شخصیت اتنی بلند و بالا ہے کہ آپ کے مناقب میں بے شمار کتابیں لکھیں گئی ہیں۔ (25)

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ : امام اعظم کے بعد دوسری شخصیت جس نے فقہ حنفی کی تدوین میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں' وہ قاضی ابو یوسف کی ہے۔ آپ کا اصل نام یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری ہے' 113ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے' وہیں تعلیم حاصل کی' آپ عربی النسل تھے۔

آپ شروع میں بڑے غریب تھے لیکن علم سے وابستگی اور شوق کی بنا پر علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے استفادہ کرتے۔ امام اعظم نے آپ کی یہ

Marfat.com

حالت دیکھی تو مالی امداد فرمانے لگے۔ ابو یوسف پہلے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے شاگرد رہ چکے تھے، بعد میں جب امام اعظم کی صحبت اختیار کی تو انہی کے ہو کر رہ گئے۔ علم و فضل کی بنا پر عہدہ قضاء پر فائز ہوئے اور اس طرح عباسی خلافت کے اولین قاضی قرار پائے۔ خطیب بغدادی نے لکھا ہے :

"و ولاه موسیٰ بن المهدی القضاء بها ثم هارون الرشید من بعده و هو اول من دعی بقاضی القضاة فی الاسلام" (26)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں :

"امام ابو حنیفہؒ کے مشہور ترین شاگرد امام ابو یوسفؒ ہیں، امام ابو یوسف خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر مامور تھے اور انہی کے ذریعے عراق، خراسان، ماوراء النہر وغیرہ ممالک میں امامِ ابو حنیفہ کا مذہب اور ان کے قضایا شائع ہوئے"۔ (27)

ابو زہرہ نے ابن جریر طبری اور ابن عبدالبر کے ان مدحیہ اقوال کو نقل کیا ہے جو انہوں نے امام ابو یوسف کے متعلق کہے ہیں امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں :

" قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بڑے فقیہ، عالم اور حافظ تھے، حفظ حدیث میں بڑی شہرت رکھتے تھے _ محدث کے یہاں حاضر ہوتے اور پچاس یا ساٹھ احادیث تک یاد کر لیتے، پھر کھڑے ہو کر املاء کرا دیتے، بڑے کثیر الحدیث تھے۔ آپ تین خلفاء مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے قاضی رہے "۔ (28)

ابن عبدالبر کہتے ہیں : " ہارون الرشید آپ کا بہت احترام کرتے تھے اور ابو یوسف ان کے ہاں بڑے موقر و مکرم تھے"۔ (29)

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ابو یوسف کے ترجمے میں لکھا ہے کہ " اعمش نے ابو یوسف سے ایک مسئلے کے متعلق دریافت کیا۔ ابو یوسف نے اس کا شافی جواب دیا تو اعمش نے کہا تم نے یہ جواب کس شرعی سند کی بنا پر دیا ہے؟ ابو یوسف نے کہا اس حدیث کی بنا پر جسے آپ نے ہمارے سامنے بیان کیا ہے، تو

Marfat.com

اعمش نے کہا بخدا میں نے اس حدیث کو اس وقت حفظ کیا کہ تمہارے باپ کی ابھی شادی بھی نہ ہوئی تھی لیکن اس کے معنی آج معلوم ہوئے" (30) اس سے آپ کی ذہانت و فطانت اور استنباط مسائل کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

امام ابو یوسفؒ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں انہوں نے اپنے اور اپنے استاذ امام ابو حنیفہؒ کے افکار و نظریات کا ذکر کیا ہے۔ آپ کی سب سے مشہور تصنیف کتاب الخراج ہے (31) - یہ دراصل ایک خط ہے جو انہوں نے خلیفہ ہارون الرشید کے نام لکھا ہے اس میں وہ حکومت کے مالی وسائل اور ذرائع کی تفصیلات ذکر کرتے ہیں۔ بقول ابو زہرہ "یہ کتاب بلاشبہ اپنے موضوع پر بہتر اور قیمتی فقہی سرمایہ ہے۔ جس دور میں یہ لکھی گئی اس میں اس کتاب کی کوئی نظیر نہیں ملتی"- (32)

امام ابو حنیفہؒ کی ایک اور کتاب اختلاف ابی حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ ہے جس میں امام موصوف نے وہ مسائل جمع کئے ہیں جو امام اعظم اور قاضی ابن ابی لیلیٰ میں مختلف فیہ تھے' ان تمام مسائل میں امام ابو یوسف نے امام اعظم کا ساتھ دیا ہے۔

امام ابو یوسف کی کتب پر تبصرہ کرتے ہوئے ابو زہرہ لکھتے ہیں :

" یہ ہیں امام ابو یوسف کی تصانیف' مذکورہ بالا کتب کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں کس قدر حسین تعبیر' وضوح بیان' جزالت و فخامت' دقت نظر اور قوت فکر پائی جاتی ہے۔ اس کے پہلو بہ پہلو فقہی دلائل ہیں جن سے امام ابو حنیفہ کے منہاج فکر کا پتہ چلتا ہے"- (33)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ : فقہ حنفی کے تیسرے عظیم ستون امام محمد ہیں۔ آپ کا پورا نام محمد بن الحسن شیبانی اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ کی ولادت 132ھ میں اور وفات 189ھ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی طور پر امام اعظم سے اکتساب فیض کیا' تکمیل امام ابو یوسف کے پاس کی۔ علاوہ ازیں امام ثوری اور امام اوزاعی سے بھی استفادہ علمی کیا۔ عراقی فقہ (فقہ حنفی) کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد امام مالک کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہوئے اور آپ نے فقہ' حدیث' روایات اور ان کے افکار و آراء اخذ کئے۔ آپ نے تین برس امام مالک کے یہاں قیام کیا۔ ہارون الرشید کے عہد میں قضاء کے منصب پر فائز رہے۔ آپ بالغ نظر ادیب بھی تھے اس لئے لسانی و بیانی خصوصیات سے بہرہ ور تھے۔ شخصیت بھی بڑی بارعب اور جاذب نظر تھی۔ امام شافعی فرماتے ہیں :

" آپ فصیح ترین انسان تھے' جب بولتے تو سامع محسوس کرتا کہ قرآن آپ کی زبان پر اترا ہے"۔

خطیب بغدادی نے آپ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ :

" ترک ابی ثلاثین الف درهم فانفقت خمسة عشر الفاعلی النحوو الشعر و خمسة عشر الفاعلی الحدیث والفقه"

(میرے باپ نے تیس ہزار درہم ترکہ چھوڑا' میں نے پندرہ ہزار درہم نحو و شعر کی تحصیل میں اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کے اکتساب میں خرچ کئے)

خطیب بغدادی نے آپ کی علمی فضیلت کے ذکر امام شافعی کے متعدد اقوال نقل کئے ہیں جن میں سے فقط دو پیش کئے جاتے ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں :

"لو اشاء ان اقول ان القران نزل بلغة محمد بن الحسن لفصاحة" اور آپ نے فرمایا : "امن الناس علی فی الفقه محمد بن الحسن"

خطیب بیان کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے ابراہیم الحربی نے پوچھا :

هذه المسائل الد قائق من این لک ؟

تو امام احمد بن حنبل نے جواباً فرمایا : من کتب محمد بن الحسن !

علی بن سلطان محمد الہروی القاری نے امام شافعی کے اس قول کو مناقب خوارزمی کے حوالے سے نقل کیا ہے :

"عن الشافعی انه قال محمد بن الحسن یخاطب الناس ویکلمهم علی قدر عقولهم فلوکلمهم علی قدر عقله لما فهموا کلامه" (مخطوطہ نمبر5)

Marfat.com

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

"امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے تصنیف و تالیف' درس و تدریس کی بہترین خدمات انجام دینے والے امام محمدؒ بن الحسن ہیں (34) ان کی حالت یہ بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے فقہ کی تحصیل کی۔ اس کے بعد مدینہ منورہ گئے اور امام امالکؒ کے سامنے زانوئے شاگردی بچھایا اور ان سے موطا پڑھی ....." (35) ابوزہرہ لکھتے ہیں :

"محمد بن حسن ان اوصاف کے جامع تھے جو ان کے استاذ امام ابو یوسف کے سوا کسی میں جمع ہو نہ سکے۔ آپ نے عراقی فقہ مکمل طور پر حاصل کی' منصب قضاء کی ذمہ داریوں نے اس میں مزید جلاء پیدا کی۔ استاذ مدینہ امام مالک سے اہل حجاز کی فقہ حاصل کی۔ اہل شام کی فقہ ملک شام کے مشہور شیخ امام اوزاعی سے پڑھی۔ تفریق اور حساب میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ زبردست قوت بیانیہ کے مالک تھے۔ جب قضاء کی ذمہ داریوں سے دو چار ہوئے تو آپ کے علم و تجربہ کو چار چاند لگ گئے اور آپ کو فقہ کا عملی تجربہ حاصل ہوا ...... سچی بات یہ ہے کہ عراقی فقہ کو متاخرین تک نقل کرنے کا سہرا امام محمد کے سر ہے"۔ (36)

امام محمد نے فقہ پر بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ امام محمد کی تصانیف ہی فقہ حنفی کا اولین مرجع سمجھی جاتی ہیں' ان کی تفصیل تو آئندہ اوراق میں پیش کی جائے گی یہاں ان کی صرف دو تصانیف سے متعلق دو تبصرے پیش کیے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ امام اوزاعی نے جب آپ کی کتاب "السیر الکبیر" دیکھی تو بولے :

"اللہ تعالٰی نے اصابت جواب میں ان کی رائے و تصور کو محدود کر دیا ہے' اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا ہے و فوق کل ذی علم علیم"

ابوزہرہ آپ کی ایک اور تصانیف "الجامع الکبیر" سے ایک مثال پیش کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

Marfat.com

"نقل کردہ عبارت سے روز روشن کی طرح یہ امر واضح ہے کہ یہ کتاب تعبیر، احکام فکر، سلاست عبارت اور حسن بیان میں اپنی مثال آپ ہے"۔ (37)

خطیب بغدادی نے امام محمدؒ کی علمی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے ابو علی الحسن بن داؤد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بصرہ والوں کا فخر چار کتابیں ہیں۔ جاحظ کی کتاب "البیان والتبیین" نیز کتاب الحیوان، سیبویہ کی "الکتاب" اور خلیل کی "کتاب فی العین" جبکہ ہمارا فخر ان ستائیس ہزار مسائل پر ہے جو کوفے کے ایک مرد، محمد بن حسن نے حلال و حرام کے متعلق بیان کئے ہیں، وہ ایسے قیاسی اور عقلی ہیں کہ کسی انسان کو ان کا نہ جاننا روا نہیں ......"

فقہ حنفی سے متعلق امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی گرانقدر خدمات کا ذکر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں، ان الفاظ میں کیا گیا ہے :

These two pupils are more authoritative for the development of the teachings of the school than even Abu Hanifah himself (38)

(یہ دونوں شاگرد حنفی مکتب فکر کی تعلیمات کی نشو اور ارتقاء کے ضمن میں خود ابو حنیفہ سے بھی سبقت لے گئے ہیں)

امام اعظم کے دو رشید تلامذہ امام ابو یوسف اور امام محمد جنہیں عرف عام میں "صاحبین" کہا جاتا ہے، کے علم و فضل، کمالات، مہارت اور فقہی بصیرت کا اندازہ مندرجہ بالا اقوال سے آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے استاد کے اقوال و افکار کو متاخرین تک پہنچانے میں عظیم خدمت انجام دی ہے اور فقہ حنفی ہی نہیں فقہ اسلامی میں ان کا ذکر زریں حروف سے مرقوم ہے۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ : اب فقہ حنفی کے چوتھے ستون امام زفر کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ آپ کا پورا نام زفر بن ہزیل ہے۔ یہاں اس امر کا ذکر بے حد ضروری

Marfat.com

ہے کہ آپ امام اعظم کے دونوں ارشد تلامذہ ابو یوسف اور محمد سے صحبت کے اعتبار سے مقدم تھے چنانچہ امام اعظم کی وفات کے صرف آٹھ سال بعد ہی وفات پا گئے' گویا آپ کا سن وفات 158ھ ہے۔ آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ امام اعظم کی وفات کے بعد تھوڑا عرصہ زندہ رہے اس امر سے انکار ممکن نہیں کہ پوری زندگی آپ امام اعظم کے افکار و آراء کی نشرو اشاعت میں سرگرم عمل رہے۔ امام اعظم کی زندگی ہی میں آپ بصرہ کے قاضی بن گئے تھے تاہم آپ امام اعظم کے حلقہ درس کے جانشین ہوئے اور ان کے بعد ہی مسند تدریس امام ابو یوسف کے حصے میں آئی۔

تاریخ بغداد میں ان چاروں بزرگوں کا بڑا عمدہ تقابل بیان کیا گیا ہے' لکھا ہے :

" مروی ہے کہ ایک شخص امام مزنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل عراق کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے امام مزنی سے کہا' "ابو حنیفہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے"□ امام مزنی نے کہا "اہل عراق کے سردار"۔ اس نے پوچھا اور ابو یوسف کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ وہ بولے !"وہ سب سے زیادہ حدیث کا اتباع کرنے والے ہیں"۔ اس نے پھر کہا اور امام محمد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں"□ مزنی بولے' " وہ تفریعات میں سب پر فائق ہیں"۔ وہ بولا "اچھا تو زفر کے متعلق فرمائیے ! امام مزنی بولے !" وہ قیاس میں سب سے زیادہ تیز ہیں"۔ (39)

فقہ حنفی کی تدوین اور اس کا طریق کار

عصر صحابہ میں جو مجتہد پائے جاتے تھے' وہ اپنے فتاویٰ اور اجتہادات کو جمع نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے حدیث نبوی کی جمع و تدوین بھی نہیں کی۔ بعد میں مدینہ کے فقہاء حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد تابعین کے فتاویٰ جمع کرنے لگے' ان کو دوسرے مسائل کے لئے

Marfat.com

مبنی قرار دیتے تھے۔ عراقی فقہاء عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ، شریح اور دیگر قضائے کوفہ کے فیصلوں کو جمع کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ابراہیم نخعی نے بھی فتاویٰ کو ایک مجموعے میں جمع کیا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کے استاد حماد کا بھی ایک مجموعہ تھا، تاہم ان کی حیثیت ایک ذاتی ڈائری کی تھی کہ مجتہد عند الضرورت اس کی طرف رجوع کرتا تھا، فقہ کی باقاعدہ تدوین کا سہرا امام اعظمؒ کے سر پر ہے۔

"بقول علامہ مکی امام ابوحنیفہؒ اولین شخص ہیں جنھوں نے علم شریعت کو مدون کیا، آپ سے قبل یہ فخر کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔ صحابہ و تابعین نے نہ ابواب مرتب کئے اور نہ کوئی بالترتیب تصنیف کی، ان کا تمام تر اعتماد قوت فہم پر تھا۔ ان کے دل ہی علم کے صندوق تھے۔ امام ابوحنیفہ نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ اوراق علم بکھرے پڑے ہیں۔ ان کے جی میں آیا کہ مبادا بعد میں آنے والے ناخلف انہیں ضائع کر دیں ...... امام ابوحنیفہ نے تدوین علم کا بیڑا اٹھایا" (40)

علی بن سلطان محمد الہروی نے بھی اس امر کی نشاندہی کی ہے :

" اذمن المعلوم المقرر ان الامام الاعظم هو المجتهد الاقد م وهو الذی اسس الاصول والفروع بادلة المعقول والمشروع حتی اعترف الشافعی حیث قال الخلق کلهم عیال ابی حنیفة فی الفقه " (41)

فقہ حنفی کی تدوین میں امام اعظمؒ کی حیثیت بانی و قائد اور رہنما کی ہے تاہم اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ امام اعظمؒ کی براہ راست فقہ حنفی پر کوئی تصنیف نہیں بلکہ آپ کے تلامذہ نے آپ کی زیر سرپرستی آپ کے اقوال مدون کئے اور حضرت امامؒ نے کبھی کبھی ان پر نظرثانی فرمائی۔ چنانچہ فقہ حنفی کی کتب کی تدوین میں کچھ حد تک امام ابو یوسفؒ ورنہ تقریباً مکمل فقہ حنفی کی تدوین امام محمدؒ نے کی۔ امام اعظمؒ کی کوئی باقاعدہ تصنیف نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ابوزہرہ لکھتے ہیں :

"فقہ میں امام ابوحنیفہؒ نے کوئی مرتب و منظم کتاب تصنیف نہیں کی اگر

Marfat.com

آپ کے عہد کے حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات روح عصر اور رفتار زمانہ کے بالکل مطابق ہے کیونکہ کتابیں تصنیف کرنے کا رواج آپ کی وفات کے بعد یا آپ کی زندگی کے آخری دور میں ہوا جبکہ آپ بوڑھے ہو چکے تھے"۔ (42)

فقہ حنفی کی ایک نمایاں اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تدوین شوروی طریق کار پر ہوئی۔ اس طریق کار پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ مکی "المناقب" میں لکھتے ہیں :

"آپ نے اپنے مسلک کی اساس اپنے تلامذہ کی شوری پر رکھی اور ان پر اپنی رائے ٹھونسنی نہیں چاہی۔ اس سے آپ کا مقصد دینی کاوش اور خدا اور رسول سے تعلق خلوص میں امکانی حد تک کوشاں رہنا تھا۔ آپ ایک ایک مسئلہ پیش کرکے تلامذہ کے جوابات سنتے تھے اور پھر اپنا ما فی الضمیر بیان فرماتے۔ ضرورت کا تقاضا ہوتا تو ان سے تبادلہ افکار بھی کرتے۔ جب ایک قول پر آکر بات ٹھہر جاتی تو ابو یوسف اسے اصول میں درج کر لیتے۔ اس طرح انہوں نے سب اصول تحریر کر لئے"۔ (43)

مجلس شوری میں شریک تلامذہ کس پائے کے تھے اور علم و فضل کے کس مقام پر فائز تھے؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنے وابستہ دامن تلامذہ کے متعلق فرمایا :

"اصحابنا ھوء لا ستة و ثلاثون رجلا منھم ثمانیة و عشرون و یصلحون للقضاء و منھم ستة یصلحون للفتوی و منھم اثنان یصلحان یوء دبان للقضاة واصحاب الفتوی و اشار الی ابی یوسف وزفر" (44)

(یہ چھتیس آدمی ہیں' ان میں سے اٹھائیس قاضی بننے کے لائق ہیں اور چھ مفتی بننے کے اور دو قاضی اور مفتیوں کی اصلاح و تادیب کی قابلیت رکھتے ہیں' اور آپ نے ابویوسف اور زفر کی طرف اشارہ فرمایا)

Marfat.com

اس میں جہاں باقی تلامذہ کی فضیلت علمی کا اندازہ آسانی سے ہو سکتا ہے وہاں ابویوسف اور زفر کی علمی عظمت کی اندازہ کرنا چنداں دشوار نہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ امام اعظم نے فقہ حنفی میں کوئی مرتب و منظم تصنیف نہیں فرمائی تھی، آپ کے اصحاب و تلامذہ آپ کی فقہی آراء کو مدون کرتے اور ضبط تحریر میں لاتے تھے، کبھی آپ انہیں املا بھی کراتے تاہم یہ تمام کام امام ابویوسف اور امام محمد کے ہاتھوں تکمیلی مراحل تک پہنچا، چنانچہ ابوزہرہ لکھتے ہیں :

"ابو یوسف نے کتاب الخراج اور فقہ حنفی کی دیگر کتب مدون کیں، پھر امام محمد کا دور آیا تو انہوں نے مکمل یا تقریباً مکمل فقہ حنفی کو ترتیب دیا"۔ (45)

امام محمد نے جن کتابوں کی تدوین کی ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جسے ثقہ راویوں سے امام محمد سے روایت کیا ہے انہیں کتب ظاہرالراویہ یا مسائل اصول کہا جاتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو ثقہ راویوں سے روایت نہیں کی گئیں ان کا نام کتب یا مسائل النوادر ہے۔ کتب ظاہرالراویہ چھ ہیں : المبسوط، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، کتاب السیر الکبیر، کتاب السیر الصغیر اور زیادات۔ یہ چھ کتابیں ابوالفضل نے اپنی تصنیف کتاب الکافی میں جمع کر دی ہیں۔ بعد ازاں علامہ سرخسی نے کتاب المبسوط میں جو تیس جلدوں پر مشتمل ہے کافی کی شرح لکھی ہے۔ (46)

(محمصانی نے کتاب النوادر کی تفصیل کے علاوہ امام اعظم کے دیگر تلامذہ کی تصانیف نیز فقہ حنفی کے مسائل پر مشتمل مشہور کتب فتاویٰ کی تفصیل بھی اپنی تصنیف فلسفۃ التشریع فی الاسلام میں دی ہے، دیکھئے اردو ترجمہ ص 30 تا 33)

فقہ حنفی کے اصول اور استنباط مسائل کا طریق کار

امام اعظم نے اپنی فقہ کی بنیاد و کتاب و سنت اور صحابہ کرام کے اقوال و

Marfat.com

فتاویٰ پر رکھی۔ آپ نے فرمایا :

"میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ان کے اصحاب و تلامذہ کی فقہ حاصل کر چکا ہوں"۔ (47)

ابن عبدالبر نے "انتقاء" میں آپ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے :

" جب کوئی مسئلہ نہ کتاب اللہ میں ملے نہ سنت رسول میں تو میں اقوال صحابہ پر غور کرتا ہوں اور اقوال صحابہ کے سامنے کسی کے قول کو قابل اعتناء نہیں سمجھتا"۔ (48)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں :

" اور امام ابو حنیفہ کے مذہب کی اصل و اساس حضرت عبداللہ بن مسعود کے فتاویٰ اور حضرت علیؓ کے قضایا اور فتاویٰ اور قاضی شریح کے قضایا، فیصلے اور دیگر کوفہ کے قاضیوں کے قضایا اور فتوے ہیں۔ انہوں نے اسی سے حسب توفیق الٰہی مسائل فقہ جمع کئے"۔ (49)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ کے طریق اور ان کی فقہی بصیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" اور حضرت امام ابو حنیفہ عموماً حضرت امام ابراہیم نخعی اور ان کے ہم عصر علماء کو نہایت التزام سے تھامے ہوئے تھے، اس سے وہ ذرہ برابر متجاوز نہ ہوتے تھے الا ماشاء اللہ۔ حضرت امام ابو حنیفہ ان کے مذہب کی تخریجات میں ایک عظیم الشان حیثیت رکھتے تھے۔ تخریجات مسائل کی وجوہات پر نہایت دقیق و عمیق نظر رکھتے تھے، اور فروعات پر پوری پوری نظر اور کامل توجہ تھی"۔ (50)

اپنے مندرجہ بالا بیان کی تائید و تصدیق کے لئے شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" اگر تم ہمارے اس بیان کی تصدیق چاہتے ہو تو امام محمد کی کتاب الاثار اور جامع عبدالرزاق، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ کا مطالعہ کرو اور ان میں حضرت ابراہیم نخعی اور ان کے ہم عصر علماء کے اقوال کا تفحص کرو، پھر ان کو امام ابو حنیفہ کے

Marfat.com

مذہب پر منطبق کرو، ٹھیک ٹھیک تم اپنے اساتذہ کی روش اور طریقہ کا پیرو پاؤ گے[51]

امام ابو یوسف کی کتاب "الرد علی سیر الاوزاعی" پر تبصرہ کرتے ہوئے ابو زہرہ نے امام اعظم کے طرق استنباط اور فقہی مہارت کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے:

"کتاب ہذا میں امام ابو حنیفہ کے دلائل، طرق استنباط اور مسالک استدلال کی اصلی صورت دیکھی جا سکتی ہے۔ اس کے پہلو بہ پہلو یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ آپ فقہی قیاسات میں کس قدر مہارت تامہ رکھتے تھے اور نصوص کتاب و سنت کی تشریح و توضیح کرتے وقت آپ کی عقل دقیقہ رس ان کے غایات اور بواعث و علل تک پہنچ جاتی تھی"۔ (52)

امام ابو یوسف کی دوسری کتاب "اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلیٰ" پر تبصرہ کرتے ہوئے ابو زہرہ لکھتے ہیں:

"یہ کتاب جن مفید مسائل و ادلہ پر مشتمل ہے وہ امام ابو حنیفہ کی فقہی بصیرت و فراست کی جیتی جاگتی تصویر ہیں"۔ (53)

اس مہارت اور دقیق و عمیق نظر اور فقہی بصیرت و فراست کے باوجود امام اعظم جب کسی مسئلے پر فتاویٰ دیتے تو کہہ دیتے:

"هذا راى النعمان بن ثابت يعنى نفسه وهو احسن ما قدرنا عليه فمن جاء نا منه اولى بالصواب" (54)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے امام شعرانی کی تالیف کتاب الیواقیت والجواہر کے حوالے سے امام اعظم کا یہ قول نقل کیا ہے:

"انه يقول : لا ينبغى لمن لم يعرف دليلى ان يفتى بكلامى" (55)

(یعنی جسے میری دلیل کا علم نہیں اسے میرے قول پر فتاویٰ نہیں دینا چاہیے)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے امام محمد کی ہی وہ شخصیت ہے جنہوں نے امام

Marfat.com

اعظم سے قدرے استفادہ اور امام ابو یوسف سے خاطر خواہ بہرہ ور ہونے کے بعد فقہ حنفی کی عملی طور پر تدوین کی۔ ان کے متعلق شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں :

"انہوں نے امام ابو حنیفہ اور امام ابویوسف کے مذہب پر غور و خوض کرنا شروع کیا اور ان کے ہر مسئلے کو امام امالک کے موطا پر منطبق کرنے کی کوشش کی۔ اگر یہ مسائل موطا پر منطبق ہو جاتے تو فبہا وگرنہ پھر صحابہ اور تابعین کے اقوال پر نگاہ ڈالتے۔ اگر صحابہ اور تابعین کو اپنے اصحاب و اساتذہ کے مذہب کے مطابق پاتے تو اسے اختیار کر لیتے اور اگر اپنے مذہب و مسلک اور عمل فقہا کو ضعیف قیاس اور کمزور تخریج پر مبنی پاتے اور وہ صحیح حدیث کے خلاف ہوتا اور اکثر علماء اس کے خلاف ہوتے تو وہ اسے ترک کر دیتے اور علماء سلف میں سے جس کا مذہب و مسلک راجح اور قوی پاتے' اختیار کر لیتے"۔ (56)

ابو زہرہ کتاب الخراج پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ان کا زیادہ اعتماد قرآنی دلائل' احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کے فتاویٰ پر ہے وہ احادیث روایت کرکے ان سے علل کا استنباط اور صحابہ کے ان پر عمل کر ذکر کرتے ہیں" (57)

جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے' فقہ حنفی کا مدار قرآنی دلائل' احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کے فتاویٰ پر ہے۔ اس امر کا ذکر کرنا بے حد ضروری ہے کہ عہد عباسی میں چونکہ اسلامی سلطنت کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا اور مختلف تہذیب و تمدن سے وابستہ لوگ مشرف بہ اسلام ہو رہے تھے لہٰذا یہ ایک منطقی نتیجہ تھا کہ نئے نئے مسائل پیدا ہوئے' اور عالی ہمت فقہائے کرام نے کتاب و سنت کی روشنی میںں ان کے حل کے لئے پوری کوشش کی۔ ظاہر ہے کہ بعض مسائل میں مختلف مکاتب فکر کے فقہاء کرام کے درمیان اختلافات بھی پیدا ہوئے ابن خلدون فقہائے احناف کی مہارت اور فقہی بصیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

"امام ابو حنیفہ کے شاگردوں نے خلفائے عباسیہ کی صحبت میں رہ کر تالیفات کے

Marfat.com

تودے لگا دیئے اور شافعیوں کے ساتھ ان کے زبردست مناظرے رہے اور اختلافی مسائل میں اچھی بحثیں ان کے قلم سے نکلیں اور وہ علم میں منجھ گئے اور عمیق النظر بن گئے اور جو کچھ ان کی فضیلت و برتری تھی وہ منظر عام پر آ گئی" (58)

ابن خلدون نے مذہب حنفی کے ذکر کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب فقہ پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ مذہب مالکی کے متعلق لکھتے ہیں : " آپ دیکھیں گے کہ مالکی مذہب بہ نسبت اور مذاہب کے حضریت کے رنگ و اثر سے دور ہی رہا"- (59)

حنبلی مذہب کے متعلق بیان کرتے ہیں :"امام احمد بن حنبل کے مقلدین بہت کم تعداد میں ہیں کیونکہ ان کا مذہب اجتہاد سے دور رہا"- (60)

حنبلی فقہاء کا فقہائے احناف سے استفادہ علمی کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون لکھتے ہیں :

"امام احمد بن حنبل کے شاگردوں نے امام ابو حنیفہ کے شاگردوں سے استفادہ علمی کیا' گو انکا خود اپنا مرتبہ حدیث میں بہت اونچا تھا مگر پھر بھی فقہ حنفی ہی کے خوشہ چین ہوئے"- (61)

فقہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ ابن خلدون نے اصول فقہ کے ضمن میں امام شافعی کے متعلق یہ لکھا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے اس علم پر قلم اٹھایا اور اس میں ایک مشہور رسالہ لکھا' پھر فقہائے حنفیہ نے اس میدان میں قدم رکھا تو قواعد پر بصیرت افروز بحثیں اٹھائیں۔ اصول فقہ میں فقہائے احناف کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون نے لکھا ہے :

"بہرحال ماننا پڑتا ہے کہ فقہائے حنفیہ کو اس میں بے نظیر مہارت ہے کہ نکات کی گہرائیوں تک خوب پہنچتے ہیں اور مسائل فقہ سے اصول فقہ کے قواعد خوب نکالتے ہیں۔ اس فن میں ابو زید الدبوسی امام حنفی کا نام خصوصیت سے لیا جا سکتا ہے' انہوں نے قیاس پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے جو سب کتب پر فوقیت لے گئی' اور اس میں قابل قدر بحثیں اٹھا کر وہ تمام شروط زیر بیان لائے جن کی

Marfat.com

حاجت محسوس ہوتی ہے اور جن کے بغیر چارہ نہیں ...... خلاصہ کلام یہ کہ فقہائے احناف نے علم اصول فقہ پر بیش از بیش کتابیں لکھیں اور اس علم کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا"۔ (62)

بعض مستشرقین نے اسلامی فقہی مذاہب کا تقابلی جائزہ لیا ہے چنانچہ یوسف شاخت (Joseph Schacht) نے امام اعظم اور امام شافعی اور دیگر ائمہ کے طرق استنباط پر تبصرہ کیا ہے۔ اس ضمن میں چند اقوال نقل کیے جاتے ہیں :

" Shafii merely borrows and repeats the reasoning of Abu Hanifa" __________ " He is less technically legal than Abu Hanifa" ________ " Shafii reproduces almost literally Shaibanis argument "_______" Shafii adopts and elaborates part of shaibanis systematic arguments against the Medinese although in each case he diverges from both ancient schools (63)

" امام شافعی امام ابوحنیفہ کے استدلال کو محض مستعار لیتے ہیں اور اس کا اعادہ کرتے ہیں وہ فنی اور قانونی اعتبار سے ابوحنیفہ سے پیچھے ہیں امام شافعی اور امام محمد الیشبانی کے استدلال کا تقریباً چربہ اتارتے ہیں امام شافعی (امام مالک کے) مدنی مکتب فکر کے بجائے امام محمد الیشبانی کے مرتب استدلال کو جزوی طور پر اپناتے ہیں اور اس پر اپنے استدلال کی عمارت تعمیر کرتے ہیں، اگر وہ ہر مسئلے میں ان دونوں قدیم کا مکاتب فکر سے ہٹے ہوئے نظر آتے ہیں"

مصنف مذکور نے ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کے طرق استنباط اور دلائل کا مقابلہ پیش کیا ہے، بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتا ہے :

" The examples with which I illustrated the development of legal reasoning show the superiority of Abu Hanifa's

Marfat.com

technical legal thought over that of Ibn Abi Laila" (64

"وہ مثالیں جن سے میں نے قانونی استدلال کے نشوو ارتقاء کو واضح کیا اس امر پر دال ہیں کہ ابو حنیفہ کا فنی اور قانونی نقطہ نگاہ ابن ابی لیلیٰ کے استدلال اور نقطہ نگاہ سے فوقیت کا حامل ہے"۔

امام اوزاعی (نیز ابن ابی لیلیٰ) کے ساتھ امام اعظم کے منہاج استدلال کا موازنہ کرتے ہوئے یہی مصنف رقمطراز ہے :

"-------- those numerous cases which show Abu Hanifa's legal thought not only more broadly based and more thoroughly applied than that of Auzai and Ibn Abi laila, but technically more highly developed, more circumspect, and more refined." (65)

" ان کثیر التعداد مسائل سے ظاہر ہے کہ نہ صرف یہ کہ اوزاعی اور ابن ابی لیلیٰ کی نسبت ابو حنیفہ کا قانونی نقطہ نگاہ زیادہ وسیع النظری پر مبنی اور کامل و مکمل طور پر منطبق نظر آتا ہے بلکہ فنی محاسن کے اعتبار سے انتہائی ارتقائی، زیادہ محتاط اور زیادہ دقیقہ رس ہے "

اسی مصنف نے امام اعظم کے طریق استدلال کو ان شاندار الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا ہے :

" Abu Hanifa shows a high degree of technical reasoning, is sharp - righted and systematic, and anticipates Shafii,s doctorine". (66)

" ابو حنیفہ ایک اعلیٰ درجہ کے فنی استدلال کا ظاہر ثبوت دیتے ہیں، وہ بڑے دقیقہ رس، صاحب بصیرت اور بااصول ہیں اور شافعی کے اصول و نظریات کو ان سے بہت پہلے بحث میں لائے ہیں "

Marfat.com

فقہ حنفی کی خصوصیات

اسلام دین فطرت ہے اور پوری انسانی زندگی کے لئے ایک روشن ضابطہ حیات ہے۔ قرآن حکیم نے جو منبع رشد و ہدایت ہے اور اسلامی فقہ و قانون کا ماخذ اول ہے' انسانی زندگی کے لئے بنیادی زریں اصول کی نشاندہی کر دی ہے۔ اس کے اجمالی احکام کی تشریح و توضیح سنت رسول اکرم ﷺ سے میسر آ جاتی ہے اور ان دونوں یعنی کتاب سنت کی روشنی میں مشابہ اور مماثل مسائل پر قیاس کرتے ہوئے یا علت و حکمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے نئے ابھرنے والے مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے مسائل کے استنباط میں فقہی اختلافات ناگزیر تھے (اگرچہ ان اختلافات کی نوعیت موجودہ دور میں کسی عدالت کے فاضل ججوں کی آراء میں اختلاف کی طرح ہے) چنانچہ مختلف فقہی مکاتب فکر وجود میں آئے جن میں سے صرف چار کو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک چاروں آئمہ کرام احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں' علی بن سلطان الہروی لکھتے ہیں :

"اتفق علیہ علماء الامۃ من اھل السنۃ والجماعۃ ان الائمۃ الاربعۃ کلھم علی طریق الھدایۃ المبنیۃ علی الاصوال القواعد الشرعیۃ والفروع والجزائیات الفقھۃ"

(اہلسنت و جماعت کے علماء امت اس امر پر متفق ہیں کہ چاروں ائمہ کرام' امام اعظم' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل' رشد و ہدایت کے ایک ایسے طریق پر گامزن ہیں جو شرعی اصول و قواعد' فروع اور جزئیات فقہیہ پر مبنی ہے)

ان مقبول و مشہور فقہی مکاتب فکر میں سے فقہ حنفی کو خصوصی طور پر فروغ نصیب ہوا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ فروغ جیسا کہ بعض حضرات نے اس خیال کا اظہار کیا ہے، محض حنفی فقہاء کے عہدہ قضاۃ پر مامور ہونے کی وجہ سے ہوا یا فقہ حنفی کے ذاتی محاسن کی وجہ سے ہوا ہے۔ قبل اس کے کہ فقہ حنفی کی

Marfat.com

خصوصیات کا تفصیلی جائزہ لیاجائے' فقہ حنفی کی شہرہ آفاق کتاب الہدایہ میں سے چند مسائل بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں جن سے فقہ حنفی کے موقف اور طریق استدلال کو سمجھنے میں آسانی ہوگی :

(1) نکاح میں گواہ

ولا تشترط العدالة حتى ينعقد بحضرة الفاسقين عندنا خلافا للشافعي رحمه الله له ان الشهادة من باب الكرامة والفاسق من اهل الاهانة ولنا انه من اهل الالوية فيكون من اهل الشهادة و هذا لانه لما لم يحرم الولاية على نفسه لاسلامه لايحرم على غيره لانه من جنسه و لانه صلح مقلدا فيصلح مقلدا(67)

نکاح میں گواہوں کا عادل ہونا شرط نہیں حتی کہ ہماری رائے میں نکاح دو فاسق گواہوں کی گواہی سے بھی منعقد ہو جائے گا اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے ان کی دلیل یہ ہے' کہ گواہی وجہ اعزاز ہے اور فاسق کا شمار حقیر لوگوں میں ہوتا ہے۔ ہماری (احناف کی) رائے یہ ہے کہ فاسق ولی ہو سکتا ہے لہٰذا وہ گواہ بھی بن سکتا ہے اور یہ واضح امر ہے کہ جب اسے مسلمان ہونے کی بنا پر خود اپنے متعلق حق ولایت سے محروم نہیں کیا جاتا تو دوسرے کے متعلق بھی محروم نہیں رکھا جائے گا کیونکہ وہ اسی جنس میں سے ہے اور دوسرے جب وہ قاضی مقرر کر سکتا ہے تو وہ خود بھی قاضی ہو سکتا ہے (لہٰذا گواہ بطریق اولیٰ ہو سکتا ہے)

(2) تین طلاقیں دینا

وطلاق البدعة ان يطلقها ثلاثا بكلمة واحدة اوثلاثا فى طهر واحد فانا فعل ذلك وقع الطلاق و كان عاصيا وقال الشافعي رحمه الله كل الطلاق مباح لانه تصرف مشروع ولنا ان الاصل فى الطلاق هو الحظر لما فيه من قطع النكاح الذى تعلقت به المصالح الدينية والدنيوية والاباحة للحاجة الى الخلاص ولاحاجة المفرق على الاطهار ثابتة نظر الى دليلها(68)

طلاق بدعی کی صورت یہ ہے کہ تین طلاقیں یکبارگی دے ڈالے یا ایک ہی طہر میں

Marfat.com

دے جب وہ ایسا کر بیٹھے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور وہ (غلط طریق سے طلاق دینے والا) گنہگار ہو گا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ (گنہگار ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ) ہر طلاق مباح ہے اور یہ ایک شرعی تصرف ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ طلاق سے دراصل منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے وہ ازدواجی رشتہ منقطع ہو جاتا ہے جس کے ساتھ دین و دنیا کی بہت سی مصلحتیں وابستہ ہوتی ہیں اس کی اجازت صرف گلو خلاصی کی ضرورت کے تحت ہے اور (جب یہ ضرورت ایک طلاق سے پوری ہو سکتی ہے تو) یکبارگی تین طلاق دینے سے کیا فائدہ؟ جہاں تک اس کے مختلف طہروں میں دینے کا سوال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں واقعی ضرورت کی دلیل ملحوظ رہتی ہے۔

(3) مطلقہ کی عدت کے دوران اس کی بہن سے نکاح

واذا طلق امراته طلاقا بائنا او رجعیا لم یجزله ان یتزوج باختها حتی تنقضی عدتها وقال الشافعی رحمه الله : ان کانت العدة عن طلاق بائن اوثلاث یجوز لانقطاع النکاح بالکلیة اعمالا للقاء ولهذا لو وطها مع العلم بالحرمة یجب الحد ولنا ان نکاح الاولی قائم لبقاء احکامه کالنفقة والمنع والفراش والقاطع تاخر عمله ولهذا بقی القید والحد لا یجب علی اشارة کتاب اطلاق و علی عبارة کتاب الحدود یجب لان الملک قد زال فی حق الحل فیتحقق الزنا ولم یرتفع فی حق ما ذکرنا فیصیر جامعا (69)

اگر مرد اپنی بیوی کو طلاق بائن یا رجعی دے دے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ مطلقہ بیوی کی بہن کو اپنے نکاح میں لائے جب تک اس کی عدت پوری نہ ہو جائے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر عدت طلاق بائن یا تین طلاقوں کی ہے تو (بیوی کی بہن سے نکاح جائز ہے کیونکہ) طلاق کے اثر کی وجہ سے نکاح کلی طور پر زائل ہو چکا ہے۔ اسی بنا پر اگر اس نے دانستہ مطلقہ بیوی سے مجامعت کی تو اس پر حد واجب ہوگی۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ پہلا نکاح اپنے بعض احکام مثلاً نفقہ، گھر

Marfat.com

سے نکلنے سے منع، نسب وغیرہ کے احکام باقی ہونے سے ابھی باقی اور طلاق نے تو محض اس کے اثر کو متاخر کر دیا ہے لہٰذا یہ ممانعت موجود رہے گی اور کتاب الطلاق کے اشارہ کے مطابق اس پر حد بھی واجب نہ ہوگی اور کتاب الحدود میں اسے اس لئے واجب کیا گیا ہے کہ نکاح کی ملکیت زائل ہو چکی ہے لہٰذا بدکاری ثابت ہوگی لیکن جو مسئلہ ہم نے بیان کیا ہے اس میں نکاح کی ملکیت زائل نہ ہوگی چنانچہ مرد دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے والا قرار پائے گا۔

(4) مطلقہ کی عدت

والحمل على الحيض اولى اماعملا" بلفظ الجمع لا نه لو حمل على الاطهار والطلاق يوقع فى طهر لم يبق جمعا اولانه معرف لبرء اة الرحم وهو المقصود اولقوله عليه الصلاة والسلام وعلة الامة حيضتان فيلتحق بيانا به(70)

اور قروء سے مراد حیض لینا زیادہ مناسب اور راجح ہے اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ قروء کا لفظ جمع ہے (اور جمع میں کم از کم تین افراد ہوتے ہیں) لہٰذا اگر طہر کے معنی میں استعمال ہوگا تو جمع نہیں رہے گا کیونکہ اس طہر کا کچھ حصہ پہلے گزر چکا ہوتا ہے جس میں طلاق واقع ہوتی ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ عدت کا مقصد برات رحم کا معلوم کرنا ہے اور یہ برات حیض ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ تیسری دلیل حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ باندی کی عدت دو حیض ہوتی ہے۔ یہ حدیث قروء کی تشریح قرار پائے گی (کہ جب باندی کی عدت کی تعین حیض سے کی گئی ہے تو آزاد عورت کی عدت کا تعین بھی اسی سے ہوگا)۔

(5) مصارف زکوۃ

فهذه جهات الزكوة فللمالك ان يدفع الى كل واحد منهم وله ان يقتصر على صنف واحد وقال الشافعى : لايجوز الا ان يصرف الى ثلاثة من كل صنف لان الاضافة بحرف اللام للاستحقاق ولنا ان الاضافة لبيان انهم مصارف لا لاثبات الاستحقاق وهذا لما عرف ان الزكاة حق الله تعالىٰ و بعلة الفقر صاروا مصارف

Marfat.com

فلا يبالى باختلاف جهاته والذى ذهبنا اليه مروى عن عمرو ابن عباس رضى الله عنهم .(71)

زکوۃ کی یہ سب وہ صورتیں ہیں جو بیان کر دی گئی ہیں پس مالک کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ ان میں ہر ایک کو زکوۃ ادا کرے اور اسے یہ بھی حاصل ہوگا کہ کسی ایک ہی صنف کو پوری زکوۃ ادا کر دے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ فقط کسی ایک صنف کو زکوۃ ادا کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ زکوۃ اسی صورت میں ادا ہوگی جب آٹھ اصناف (مصارف ثمانیہ) میں سے ہر صنف کے کم از کم تین افراد کو زکوۃ دی جائے کیونکہ للفقراء میں لام سے اضافت کی گئی ہے جو ان اصناف کا حق ثابت کرتا ہے۔ احناف کی دلیل یہ ہے کہ لام اضافت بیان کے لئے ہے اس سے آٹھ اقسام کا لازمی مستحق ہونا ثابت نہیں ہوتا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ زکوۃ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور لوگ غربت' ناداری اور افلاس کی بنا پر زکوۃ کے مصرف قرار پاتے ہیں لہٰذا اس امر کا لحاظ نہ رکھا جائے گا کہ نادار شخص کون ہے اور ہمارا یہ موقف اس بنا پر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی طریقہ منقول ہے۔

(6) زکوۃ میں قیمت کی ادائیگی

ویجوز دفع القیم فی الزکاۃ عندنا و کذا فی الکفارات وصدقة الفطر والعشر والنذر وقال الشافعی رحمه الله لا یجوز اتباعا للمنصوص کما فی الهدایا والضحایا ولنا ان الامر بالادا الی الفقیر ایصال للرزق الموعود الیه فیکون ابطالا" لقید الشاة بخلاف فصار کالجزیة الهدایا لان القربة فیها اراقة الدم وهو لا یعقل ووجه القربة فی المتنازع فیه سدخلة المحتاج وهو معقول (72)

ہمارے (احناف) کے نزدیک زکوۃ میں واجب شدہ چیز کے بجائے اس کی قیمت کا ادا کرنا جائز ہے اسی طرح کفاروں میں یا صدقہ فطر میں یا عشر میں یا نذر میں کسی واجب شے کے بجائے اس کی قیمت ادا کی جا سکتی ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں ایسا

Marfat.com

کرنا جائز نہیں تا کہ نصوص کی قطعی پیروی کی جا سکے جیسا کہ ہدیہ یا قربانی کے جانوروں کی صورت ہے (یعنی ان کی قیمت ادا نہیں جا سکتی) ہماری دلیل یہ ہے کہ زکوۃ فقیر کو ادا کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق پہنچانے کا وعدہ کر رکھا ہے انہیں پہنچایا جائے لہٰذا اس پر بکری یا بھیڑ کی شرط لگانا اس مقصد کو باطل کر دیگا لہٰذا اس کی حیثیت جزیہ کی ہوگی (جزیہ میں واجب چیز بھی دی جا سکتی ہے اور قیمت بھی) جہاں تک امام شافعی نے ہدیہ کے جانوروں پر قیاس کیا ہے وہ صورت اس سے مختلف ہے کیونکہ وہاں عبادت کا پہلو یہی ہے کہ خون بہایا جائے اور خون بہانے کا عبادت قرار پانا بظاہر خلاف قیاس ہے لیکن جہاں تک زیر نظر مسئلے کا تعلق ہے اس میں عبادت کا پہلو یہ ہے کہ محتاج کی ضرورت کو پورا کیا جائے اور یہ قیاس کے عین مطابق ہے۔

(7) بچے اور مجنون پر زکوۃ

ولیس علی الصبی والمجنون زکاۃ خلافا للشافعی رحمہ اللہ فانہ یقول ھی غرامۃ مالیۃ فتعتبر بسائر المؤن کنفقہ الزوجات و صار کالعشر والخراج ولنا انھا عبادۃ فلاتتادیٰ الا بالاختیار تحقیقا" لمعنی الابتلاء ولا اختیار لھما لعدم العقل بخلاف الخراج لانہ مونۃ الارض و کذالک الغالب فی العشر معنی المونۃ ومعنی العبادۃ تابع (73)

بچے اور دیوانے پر زکوۃ واجب نہیں امام شافعی کا اس بارے میں اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ زکوۃ ایک مالی تاوان ہے لہٰذا اسے دوسرے مالی احکام مثلاً بیویوں کے نفقے، عشر، خراج وغیرہ پر قیاس کیا جائے گا (یعنی اگر کسی بچے یا مجنون کا نکاح کر دیا جائے تو بیوی کے اخراجات اس کے مال سے ادا کئے جائیں گے) ہماری (احناف کی) دلیل یہ ہے کہ زکوۃ عبادت ہے اور عبادت کی صحت کا دارومدار اختیار و رضا پر ہے جس سے ابتلاء اور آزمائش کا تحقق ہوتا ہے مگر بچے اور مجنون میں

Marfat.com

اختیار ہی کہاں ہے کیونکہ وہ تو عقل سے عاری ہیں (اس لئے احکام شرع کے مکلف نہیں) اس مسئلے کو خراج پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ خراج تو زمین کا لگان ہے اور عشر کی بھی یہی کیفیت ہے کہ اس میں مالی مشقت کا پہلو نمایاں ہے اور عبادت کا پہلو ثانوی درجے کا حامل ہے۔

(8) مقروض پر زکوۃ

ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكوة عليه وقال الشافعی رحمه الله تجب لتحقق السبب وهو ملك نصاب تام ولنا انه مشغول بحاجة الاصلية فاعتبر معدوما كالماء المستحق بالعطش وثياب البذلة والمهنة (74)

جو شخص اپنے مال کی قیمت سے زیادہ کا مقروض ہو اس پر زکوۃ واجب نہ ہوگی۔ امام شافعی فرماتے ہیں واجب ہوگی کیونکہ زکوۃ کے واجب ہونے کا سبب موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ پورے نصاب شرعی کا مالک ہے۔ احناف کی دلیل یہ ہے کہ وہ مال دراصل اس کی ضروریات میں لگا ہوا ہے لہٰذا اسے نہ ہونے کے برابر تصور کیا جائے گا جیسا کہ وہ پانی جو پینے کے لئے مخصوص ہو (اس کے ہونے کے باوجود تیمم جائز ہوگا) ایسے ہی پہننے اور عام استعمال کے زائد کپڑے (اگرچہ ان کی قیمت نصاب سے زیادہ ہو) نہ ہونے کے برابر ہیں (یعنی ان پر زکوۃ واجب نہ ہوگی)

(9) نماز کے لئے تیمم

ويصلى بتيممه ماشاء من الفرائض والنوافل و عند الشافعی رحمة الله تعالٰی يتيمم لكل فرض لانه طهارة ضرورية ولنا انه طهور حال عدم الماء فيعمل عمله ما بقی شرطه(75)

اور جو شخص تیمم کرے وہ اس تیمم سے جتنے فرائض (فرض نمازیں) اور نوافل چاہے ادا کر سکتا ہے۔ امام شافعی کی رائے میں ہر فرض (نماز) کے لئے الگ تیمم کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ تیمم ایک ایسی طہارت ہے جو ضرورت کی بنا پر

Marfat.com

ہے۔ ہماری رائے میں تیمم پانی نہ ہونے کی صورت میں طہارت کی شرعی صورت ہے لہٰذا جب تک پانی نہ ملے اسے وضو کے قائم مقام شمار کیا جائے گا۔

نماز، زکوۃ، نکاح اور طلاق کے مسائل پر مشتمل مندرجہ بالا مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہ حنفی نہ صرف یہ کہ دوسروں کی نسبت یسیرالعمل اور آسان ہے بلکہ تمدن کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اب اگر مقروض پر جس کے پاس بقدر نصاب مال تو ہے لیکن اس کا اپنا نہیں، زکوۃ لازم کر دی جائے تو کتنا عجیب ہو گا۔ آج تمام تجارتی، صنعتی اور سرکاری اداروں کے حسابات میں Assets میں سے Liabilites وضع کرنے کے بعد ہی بقایاجات نکالے جاتے ہیں اور اثاثوں کے شمار کے لئے یہ طریق صرف مسلمانوں کے ہاں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں معمول بہ ہے۔ اسی طرح اگر زکوۃ میں قیمت کی ادائیگی کی سہولت نہ رکھی جائے تو نہ صرف یہ کہ زکوۃ دینے والے کو بلکہ زکوۃ حاصل کرنے والوں کے لئے خاص طور پر موجودہ تمدن کے تقاضوں کے پیش نظر کس قدر دشواری پیش آ سکتی ہے، مصارف زکوۃ میں احناف کا طریق بھی یسیرالعمل اور تمدن کے تقاضوں کے عین مطابق ہے کہ کوئی شخص زکوۃ کی رقم مصارف زکوۃ میں سے کسی ایک یا زائد مستحقین کو ادا کر سکتا ہے۔ امام شافعی کے موقف پر عمل کرنے کی صورت میں اسے ہر مد میں برابر تقسیم کرنا ہو گا یہی نہیں بلکہ ہر مد کے کم از کم تین افراد کو شامل کرنا ہو گا۔ اس میں جو دقت اور دشواری پیش آئے گی وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ اسی طرح نکاح میں اگر عادل گواہ میسر ہوں تو بڑی مستحسن بات ہے لیکن اگر عادل گواہ میسر نہ ہوں تو کیا نکاح جو انسانی تمدن کا سنگ بنیاد ہے، عام گواہوں کی موجودگی کے باوجود انعقاد پذیر نہ ہو؟

مثال کے طور پر اس برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی اکثریت بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث مکاتب فکر سے وابستہ ہے، تینوں کے نزدیک داڑھی منڈوانا یا کتروانا فسق ہے اور ایسے فاسق کے پیچھے نماز جائز نہیں، اب ایسے ماحول

Marfat.com

میں عادل گواہ لانا جوئے شیر سے کم نہیں اگرچہ دین سے وابستہ پورے طور پر متشرع لوگ موجود ہیں لیکن " للاکثر حکم الکل "

تینوں طلاقوں کے یکبارگی دینے کو مباح قرار دینے سے مقاصد نکاح پر ضرب کاری لگتی ہے۔ مطلقہ عورت کی عدت میں اس کی بہن سے نکاح کو جائز قرار دینے میں قرآن حکیم کے ارشاد " وان تجمعوا بین الاختین " کے مطلق حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اسی طرح مطلقہ عورت کی عدت کو تین طھر قرار دینے سے قرآن حکیم کے لفظ ثلاثۃ جو مکمل تین کے معنی کے لئے خاص ہے' کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

اسی ضمن میں یہاں قارئین کی دلچسپی کے لئے اصول فقہ کی مشہور و متداول کتاب "نور الانوار" سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے احناف کا طریق استدلال واضح طور پر سامنے آجاتا ہے :

بطل تاویل القروء بالاطهار فی قوله تعالیٰ والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء و بیانه ان قوله تعالیٰ قروء مشترک بین معنی الطهروالحیض فاوله الشافعی بالاطهار ولقوله تعالیٰ فطلقوهن لعدتهن علی ان اللام للوقت ای فطلقوهن لوقت عد تهن وهو الطهر لان الطلاق لم یشرع الا فی الطهر بالاجماع واوله ابوحنیفه ثلاثة لانه خاص لایحتمل الزیادة والنقصان والطلاق لم یشرع الا فی الطهر فاذا طلقها فی الطهر وکانت العدة فلا یخلوا ما ان یحتسب ذلک الطهر من العدة اولا فان احتسب منها کما هو منهب الشافعی یکون قرئین و بعضا من الثالث لان بعضا منه قد مضی وان لم یحتسب منها ویوخذ ثلث اخر ماسوی هذا القرء یکون ثلثا و بعضا وعلی کل تقدیر یبطل موجب الخاص الذی هو ثلثه واما اذا کانت العدة هی الحیض والطلاق فی طهر لم یلزم شیء من المحذورین بل تعد ثلث حیض بعد مضی الطهر الذی وقع فیه الطلاق (76)

ارشار باری تعالیٰ "والمطلقات یتربصن بانفسهن تلثة قروء" میں لفظ قروء سے

Marfat.com

طہر مراد لینا غلط ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ لفظ قروء ایک مشترک لفظ ہے جس کے معنی طہر کے بھی ہیں اور حیض کے بھی چنانچہ امام شافعی نے اس سے طہر مراد لیا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ ارشاد ربانی " **فطلقوهن لعدتهن** " میں لام وقت ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی عورتوں کو ایسے وقت میں طلاق دو کہ ان کی عدت کا شمار ہو جائے اور وہ وقت طہر ہے کیونکہ اس امر پر اجماع ہے کہ شرع میں طلاق صرف طہر میں دی جا سکتی ہے۔ امام اعظم نے قروء سے مراد حیض لیا ہے۔ ان کی دلیل ارشاد باری میں مذکور لفظ ثلاثہ ہے جو خاص ہے (اور 2 سے زائد اور 4 سے کم سالم عدد ہے) جس میں کمی بیشی کا احتمال نہیں (یعنی نہ پونے تین کو تین کہا جائے گا) اور نہ ہی ساڑھے تین کو تین کہا جائے گا اور طلاق صرف طہر کی حالت میں دینا مشروع ہے۔ پس جب مرد نے طہر کی حالت میں طلاق دی اور عدت کا شمار بھی طہر سے کیا گیا تو اب دو صورتیں ہیں یا تو اس طہر کو (جس میں طلاق دی گئی) عدت میں شمار کیا جائے جیسا کہ امام شافعی کا موقف ہے تو یہ عدت دو پورے اور ایک ادھورے طہر پر مشتمل ہوگی کیونکہ اس طہر کا ایک حصہ یقینی طور پر گزر چکا ہے (لہٰذا پورے تین نہ ہوئے) اور اگر اس طہر کو شمار نہ کیا جائے اور بعد میں ایک پورا طہر شامل کیا جائے تو یہ تین سے زیادہ ہو جائیں گے۔ ان ہر دو صورتوں میں پورے تین قروء کے حکم پر عمل نہیں ہوتا' لیکن جب عدت کو حیض سے شمار کیا جائے اور طلاق طہر میں دی جائے تو کوئی دقت پیش نہیں آتی (مرد شریعت کے مطابق طہر کی حالت میں طلاق دے گا) اور عورت کی عدت اس طہر کے بعد جس میں طلاق دی گئی' تین حیض شمار کی جائے گی۔

مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ فقہ حنفی کا انحصار اکثر و بیشتر قرآن حکیم پر ہے۔ ایک تیمم سے کئی فرض ادا کرنا اور اس میں "لم تجدوا ماء" کے ارشاد ربانی کو ملحوظ رکھنا' وضو کے احکام' ظہار کے کفارے میں کھانا کھلانے کے ضمن میں "من قبل ان یتماسا" کی قید عائد نہ کرنا' کفارے میں

Marfat.com

غلاموں کو آزاد کرنے میں کسی قسم کی قید نہ لگانا' مسئلہ رضاعت اور بالغہ لڑکی کے اختیار اور اس قسم کے بے شمار مسائل اس امر پر شاہد عادل ہیں کہ فقہ حنفی کا کامل انحصار قرآن حکیم پر ہے اور اس کے بعد حدیث کو مدار ٹھہرایا گیا ہے۔ جہاں کہیں قرآن حکیم اور حدیث میں تعارض نظر آیا ہے وہاں تطبیق کی کوشش کی گئی ہے کہ دونوں پر عمل ہو بشرطیکہ "لا یتغیر بہ حکم الکتاب" بصورت دیگر قرآن حکیم پر ہی عمل کیا گیا ہے۔

کلامی بحثوں میں الجھے بغیر یہاں اس امر کا اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک افعال فی نفسھا برے یا بھلے نہیں بلکہ شارع نے جن افعال کی تلقین کی ہے مثلاً نماز اور زکوۃ' وہ اچھے ہیں اور شراب نوشی و بدکاری اس لئے برے ہیں کہ شارع نے ان سے منع کیا ہے' امام شافعی کا میلان اسی طرف تھا اور غالباً اسی کے زیر اثر ابوالحسن اشعری نے علم کلام کی بنیاد اسی مسئلے پر رکھی لیکن امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے کہ کتاب و سنت کے احکام عقل پر مبنی ہیں' ان میں حکمتیں اور اسرار ہیں جو انسانی زندگی کے روحانی' اخلاقی' تہذیبی' تمدنی اور نفسیاتی فوائد کے حامل ہیں' جو عقل سلیم سے مخفی نہیں رہ سکتے' نتیجتاً فقہ حنفی کے اصول مصلحتوں پر مبنی ہیں۔ ان مختصر مباحث کے بعد اگر ہم اب فقہ حنفی کی خصوصیات کا تنقیدی جائزہ لیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ :

☆ فقہ حنفی دوسرے مکاتب فکر کی نسبت آسان اور یسیر العمل ہے۔

☆ یہ تمدن کے تقاضوں کے موافق ہے۔

☆ اس کے احکام و مسائل مصلحتوں پر مبنی ہیں۔

☆ اس کی تدوین مجلس مشاورت سے عمل میں آئی۔

☆ اس کے مدونین بلند پایہ علمی کمالات کے حامل ہیں۔

☆ اور اس کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ استنباط مسائل کے لئے انحصار قرآن حکیم پر ہے اور اس کے بعد حدیث اور اقوال صحابہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

Marfat.com

فقہ حنفی کے تمدنی تقاضوں کے مطابق اور یسیرالعمل ہونے کی بنا پر دوسرے فقہی مکاتب فکر اس کے خوشہ چین رہے ہیں۔ بقول ابن خلدون، "امام احمد بن حنبل کے شاگردوں نے امام ابو حنیفہ کے شاگردوں سے استفادہ علمی کیا اور حدیث میں اونچے مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود فقہ حنفی ہی کے خوشہ چین ہوئے"۔ احناف کے شوافع سے مناظرے بھی ہوتے رہے لیکن اس کے باوجود شوافع نے بعض مسائل میں احناف کو اپنایا، چنانچہ اس ضمن میں علی بن سلطان الهروی نکاح، زکوۃ، شہادت اور بیع و شراء کے بعض مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" ان الشافعية لو لم يقلدوا منهب الحنفية فى المسائل اللينية لوقعوا فى المحرمات اللنية" (77)

اگر حضرات شوافع احناف کی بعض دینی مسائل میں پیروی نہ کرتے تو ضرور حرام امور کا ارتکاب کر بیٹھتے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ چاروں آئمہ کرام نے حسن نیت، اخلاص اور پوری جانفشانی سے کتاب و سنت کی روشنی میں مسائل کا استنباط کیا ہے لیکن شریعت کے دائرے کو پورے طور پر ملحوظ رکھتے ہوئے تمدنی تقاضوں کے موافق مسائل کا حل تلاش کرنا فقہ حنفی کا خاصہ ہے جس سے یہ یسیرالعمل اور آسان ہے اور اس بنا پر اسے عالمی اشاعت اور فروغ حاصل ہوا۔ مولانا نور بخش توکلی نے بجا طور پر کہا ہے

"مذہب حنفی کی اشاعت صرف اپنے ذاتی محاسن کی وجہ سے ہوئی" (78)

فقہ حنفی تاریخ کے آئینے میں

مندرجہ بالا مباحث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ فقہ حنفی کے مرتبین کس قدر علمی کمالات کے حامل تھے اور انہوں نے کس قدر جانفشانی، محنت اور مہارت سے کام لیا۔ اسی کا ثمرہ تھا کہ فقہ حنفی کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ ابن خلدون نے اپنے دور میں فقہ حنفی کے عالمی فروغ کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے

Marfat.com

"امام ابو حنیفہ کے مقلدین آج عراق، ہند، چین، ماوراء النہر اور بلاد عجم میں بکثرت پھیلے پڑے ہیں" - (79)

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں حنفی مکتب فکر کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے :

" The Hanafi School Originated in Irak and was in the time of the Abbasids the prevailing official doctrine". (80)

"حنفی مکتب فکر کا آغاز عراق میں ہوا اور عہد عباسیہ میں اسے غالب و فائق سرکاری قانون کی حیثیت حاصل تھی"۔

عباسی خلفاء کے عہد میں فقہ حنفی کی مقبولیت اور فروغ کے ذکر کے بعد عثمانیوں کے عہد میں اس کے عروج کا حال سنئے :

" The Hanafi Madhab became the only authoritative code of law in the public life and official administration of justice in all the provinces of the ottoman empire". (81)

حنفی مذہب کو کلی طور پر سلطنت عثمانیہ کے تمام صوبوں میں نہ صرف عوامی زندگی بلکہ سرکاری نظام عدل میں مستند مجموعہ قوانین کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے"۔

حنفی قاضی اور جج اپنی مہارت کی بنا پر ایسے دوسرے ممالک میں بھی تعینات تھے جہاں فقہ حنفی کے بجائے دوسری مکتب فکر کی پیروی کی جاتی تھی۔

" Under the ottomans the judgement Seats were occupied by the Hanafites sent from Constantinople, even in countries where the population followed another madhab" (82)

" عثمانی ترکوں کے عہد میں عدالت کے تمام مناصب پر حنفی فائز تھے جنہیں قسطنطنیہ سے بھیجا جاتا تھا حتی کہ ان ممالک میں بھی جہاں کی آبادی دوسرے فقہی مذاہب کی پیرو تھی"۔

دور حاضر کے نامور ماہر قانون ڈاکٹر صبحی محمصانی فقہ حنفی کی عالمی اشاعت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

Marfat.com

"ہم یہ بتائیں گے کہ مذہب حنفی کی اشاعت سب سے زیادہ کیوں ہوئی؟ حنفی مذہب تمام ممالک اسلامیہ میں اس لئے زیادہ پھیلا کہ خلفائے عباسیہ نے محکمہ عدل وقضا کے لئے یہی مذہب منتخب کیا تھا اور اہل عراق عموماً اسی مذہب کے مقلد تھے۔ اس کے علاوہ سلطنت عثمانیہ کا سرکاری مذہب بھی یہی تھا اور اس مذہب کی روشنی میں **"مجلة الاحکام العدلیه"** کی تدوین ہوئی" - (83)

سرکاری سطح پر اسلامی قانون سازی کی تاریخ کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں :

"گیارہویں صدی ہجری (مطابق سترھویں صدی عیسوی) میں ہندوستان کے بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے فتاویٰ جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ اس مقصد کے لئے اس نے شیخ نظام کی زیر قیادت ہندوستان کے مشاہیر علماء کی ایک کمیٹی بنائی تاکہ وہ ایک ایسی جامع کتاب تالیف کریں جس میں ظاہر روایات کے وہ تمام مسائل آجائیں جن پر تمام علمائے فقہ متفق ہیں چنانچہ انہوں نے اس قسم کے تمام مسائل فقہیہ ایک کتاب میں جمع کر دیئے جو فتاویٰ ہندیہ یا فتاویٰ عالمگیریہ کے نام سے مشہور ہیں اور جن کی نسبت بادشاہ مذکور کی طرف ہے۔

فتاویٰ عالمگیریہ ایک جامع کتاب ہے جس کی چھ ضخیم جلدیں ہیں (اس کا اردو ترجمہ اب 10 جلدوں میں شائع ہو چکا ہے) ...... یہ کتاب ہمیشہ فقہ حنفی کا مشہور ماخذ رہی ہے۔ فتاویٰ کا یہ مجموعہ نیم سرکاری حیثیت رکھتا ہے"- (84)

المختصر فقہ حنفی جسے خلافت عباسی میں official doctrine prevailing (غالب و فائق سرکاری قانون) کی حیثیت حاصل تھی، خلافت عثمانی میں بھی code of law Authoritative(مستند مجموعہ قوانین) قرار پائی۔ اورنگ زیب عالمگیر نے اسلامی قانون سازی کے لئے اسے ہی موزوں پایا۔ بقول محمصانی مجلة الاحکام العدلیه کے اکثر احکام و مسائل بھی مذہب حنفی کی ظاہر الراویہ کتابوں سے ماخوذ ہیں" - (85)

Marfat.com

حکومت مصر کے زیر اہتمام قدری پاشا مرحوم نے قانون کی ایک کتاب "مرشد الحیران الی معرفة احوال الانسان" مرتب کی جو مذہب ابو حنیفہ سے ماخوذ تھی اور قانون عصر جدید کے مطابق تھی۔

دور حاضر میں فقہ حنفی کو جو فروغ حاصل ہے اس کے متعلق انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں بیان کیا گیا ہے :

"Even nowadays the Hanafi school prevails in the former Ottoman countries,in Tunisia for instance it is equal to the malki rite and also in Egypt it is the officially recognized law-school. Further it is predominant in Central Asia (Afghanistan, Turkestan Bukhara, Samarkand) and in India" (86)

"آج بھی حنفی مکتب فکر کو سابق عثمانی ممالک میں فوقیت حاصل ہے، تیونس میں اسے مالکی مکتب فکر کے مساوی حیثیت حاصل ہے، مصر میں اسے سرکاری قانون کے ایک مکتب فکر کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے علاوہ ازیں حنفی مکتب فکر وسط ایشیا (افغانستان، ترکستان، بخارا، سمرقند اور ہند) میں بھی غالب و فائق ہے"۔

اس وقت جامعہ الازہر میں دوسرے مکاتب فکر کے ساتھ فقہ حنفی کی تدریس کی جاتی ہے اور اسے ترجیح حاصل ہے۔

" In the Azhar mosque the most important Muslim university of the present day, all four school are still represented by teachers and pupils as before the coming of ottoman supremacy, Where ; the Hanafi madhab came supreme (87)

ترجمہ : " جامعہ الازہر میں جو عصر حاضر کی سب سے اہم مسلم یونیورسٹی ہے آج بھی چاروں مکاتب فکر کے نمائندہ اساتذہ اور طلبہ موجود ہیں اسی طرح جیسا کہ عثمانی ترکوں کی بالادستی سے پہلے معمول تھا اور تب سے حنفی مذہب کو فوقیت حاصل رہی ہے"۔

Marfat.com

مولانا نور بخش توکلی نے بعض ناقدین حضرات کے اس شبہ کا کہ ابویوسف نے حنفی مذہب کو فروغ دیا' ازالہ کرتے ہوئے مناقب الامام الاعظم للکردی کے حوالہ سے لکھا ہے :

"امام ابوحنیفہ 120ھ میں مسند اجتہاد پر متمکن ہوئے اور امام ابویوسف کو خلیفہ ہارون الرشید نے 170ھ کے بعد عہدہ قاضی القضاۃ پر مامور کیا۔ اس پچاس برس میں مذہب حنفی کو قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہو چکا تھا اور وہ امام صاحب کے شاگردوں کے ذریعہ کوفہ کے حدود سے باہر حرمین شریفین بصرہ' واسط' موصل' جزیرہ' رافہ' نصیبین' دمشق' رملہ' مصر' یمن' یمامہ' بحرین' بغداد' ہواز' کرمان' اصبہان' حلوان' استرآباد' ہمدان' نہاوند' رے' قومس و دامغان' طبرستان' جرجان' نیشاپور' سرخس' نسا' مرو' بخارا' سمرقند' کیش' صغانیاں' ترمذ' بلخ' ہرات' قہستان' بجستان' اور خوارزم وغیرہ مقامات میں پہنچ چکا تھا ..... معلوم ہوا کہ مذہب حنفی کی اشاعت صرف اپنے ذاتی محاسن کی وجہ سے ہوئی۔ امام صاحب کے ہزاروں شاگردوں جو آسمان فقہ کے ستارے ہیں' امام صاحب کے مسائل کی روشنی دور دور تک پھیلا دی تھی" - (88)

ہم اس مضمون کو ڈاکٹر صبحی محمصانی کے اس بیان پر ختم کرتے ہیں جو انہوں نے مذہب حنفی کی عصر حاضر میں عالمی اشاعت کے متعلق قلمبند کیا ہے' مصنف لکھتے ہیں :

"جو ملک سلطنت عثمانیہ کے زیر حکومت رہے ہیں جیسے مصر' سوریا اور لبنان' ان کا مذہب بھی محکمہ عدل و قضاء میں حنفی چلا آتا ہے' حکومت تیونس کا مذہب بھی یہی ہے' ترکی اور اس کے زیر اثر ممالک مثلاً شام والبانیہ کے باشندوں کا مذہب بھی عبادات میں یہی ہے اور مسلمانان بلقان و قفقاز بھی مسائل عبادات میں اسی مذہب کے مقلد ہیں ۔ اسی طرح اہل افغانستان و ترکستان اور مسلمانان (پاک و) ہند و چین میں بھی یہی مذہب غالب ہے اور اس مذہب کے پیرو دوسرے ملکوں میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جو روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا دو تہائی ہیں" - (89)

Marfat.com

حواشی

(1) صبحی محمصانی ' فلسفة التشریع فی الاسلام' اردو ترجمہ فلسفہ شریعت اسلام از محمد احمد رضوی 'لاہور' 1962ء ' ص 48

(2) ایضاً

(3) شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ' مطبوعہ لائیڈن ' 1961ء' ص 131

(4) ابن خلدون ' مقدمہ اردو ترجمہ ' ص 469

(5) شاہ ولی اللہ' ' حجة اللہ البالغہ ' اردو ترجمہ برہان الٰہی از محمد اسمٰعیل گودھروی' لاھور' حصہ اول ' ص 375

(6) ابن خلدون ' مقدمہ ' اردو ترجمہ ' ص 467

(7) ایضاً ص 468

(8) محمصانی ' فلسفہ التشریع فی الاسلام' لاہور 1962ء ' ص 37 ' 38

(9) شاہ ولی اللہ ' حجة اللہ البالغہ ' اردو ترجمہ از محمد اسمٰعیل گودھروی ' لاہور' حصہ اول' ص 387

(10) خیرالدین الزرکلی ' الاعلام ' الجزء التاسع ' ص 4

(11) ابو زہرہ ' ابو حنیفہ حیاتہ و عصرہ آراۂ و فقہہ ' اردو ترجمہ ' حیات حضرت امام ابو حنیفہ از غلام احمد حریری ' مکتبہ سلفیہ ' لاہور 'ص 46

(12) خطیب بغدادی ' تاریخ بغداد ' مطبوعہ مصر 1931ء ' جلد 13 ' ص 326

(13) ابو زہرہ ' حیات حضرت امام ابوحنیفہ' 50 -51' نیز دیکھئے سیوطی 'تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ بحوالہ حاشیہ طحاوی ' مطبوعہ بولاق مصریہ 1254ھ ' جز اول ' ص26 ' نیز نور بخش توکلی ' الاقوال الصحیحة' ص 28 '29

(14) ابو زہرہ " حیات امام ابو حنیفہ ' ص 51 - ابو زہرہ کا یہ تبصرہ دراصل بعض ناقدین کے اس اعتراض کے جواب میں ہے کہ امام اعظم کو سوائے فقہ کے دوسرے علوم میں

Marfat.com

دسترس حاصل نہ تھی - شیخ ابن حجر مکی نے اس قسم کے اعتراضات کی وجہ حسد بتائی ہے ' وہ لکھتے ہیں : **احذران تتوهم من ذلک ان اباحنيفة لم تكن له خبرة تامة بغيرالفقه حاشاالله كان فى العلوم الشرعية من التفسير والحديث والالة من العلوم الادبية والمقايس الحكمية بحرالايجارى واما مالا يمارى و قول بعض اعدائه فيه خلاف ذلک منشوه الحسد** یہ وہم نہ کر بیٹھنا کہ امام ابو حنیفہ کو سوائے فقہ کے کسی علم سے پوری واقفیت نہ تھی - ماشااللہ ! وہ علوم شرعیہ تفسیر و حدیث اور علوم آلیہ یعنی علوم ادبیہ و مقالیس حکمیہ میں سمندر تھے جن کی ہمسری نہیں کی جاسکتی ' اور امام تھے جن کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا اور آپ کے بعض مخالفین کا جو قول اس ضمن میں آپ کے خلاف بیان ہوا ہے اس کی وجہ حسد ہے - (الخیرات الحسان ' تبصرہ ص 27 . 28) علامہ نور بخش توکلی نے سعد بنارسی کی الجرح علی ابی حنیفہ حامد حسن کی استقصاء الافحام میں کئے گئے اسی قسم کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے : "حضرت امام الائمہ ' دراج االامہ تو وہ امام عالی شان ہیں کہ جن کے محامد کی توصیف میں حنیفہ کے علاوہ وہ مذاہب ثلاثہ کے آئمہ و فقہاء محدثین بھی رطب اللسان ہیں ...... اتمام حجت کے لئے یہاں نمونہ کے طور پر مذاہب ثلاثہ ہی کے چند علماء کے اسماء گرامی مع تصنیفات درج کئے جاتے ہیں " - (تفصیل کے لئے دیکھئے **الاقوال الصحیحہ** ص 7 تا 9)

ڈاکٹر صبحی محمصانی نے بھی اسی قسم کی غلط فہمی کا ازالہ ان الفاظ میں کیا ہے :

" ابن خلدون نے بعض لوگوں کے حوالے سے جو یہ بیان کیا ہے کہ ابو حنیفہ سے صرف تقریبا سترہ حدیثیں روایت کی گئی ہیں ہم اسے قرین صحت اور قابل پذیرائی نہیں سمجھتے " فلسفہ شریعت اسلام " ص 40 - نیز دیکھئے امام اعظم کی علم حدیث پر دسترس کے لیے محمد علی کاندھلوی کی مستقل کتاب " امام اعظم اور علم حدیث "

Marfat.com

(15) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، جلد 13، ص 333

(16) صبحی محمصانی ، فلسفہ شریعت اسلام، ص 38 -39

(17) الزرکلی ، الاعلام ،الجزء التاسع ، ص 5، الزر کلی نے ابو حنیفہ کے ترجمہ میں امام مالک کا یہ قول بھی نقل کیا ہے قال الا مام مالک یصفہ رایت رجلا لو کلمة فی هذه الساریته ان یجعلها ذهبا لقام بحجته -

(18) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، جلد 13 ، ص 346

(19) ایضا" ص 335 تا 347 نیز دیکھئے علی بن سلطان محمد الهردی مخطوطه

(20)ایضا" ،ص 7-8

(21) شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ، مطبوعہ لائیڈن 1961ء ، ص 9

(22)ابن الا ثیر الجزری : التاریخ الکامل ، الجزء الخامس ، ص : 217

(23) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، جلد 13 ، ص تا 370

(24)ایضا" ص 365

(25) تفصیل کے لئے دیکھئے الزر کلی ،الاعلام ، الجزء التاسع ، ترجمہ ابو حنیفہ

(26) ابو زہرہ ، حیات حضرت امام ابو حنیفہ 321، 322، ص نیز دیکھئے تاریخ بغداد، جلد 14، ترجمہ یعقوب بن ابراہیم ابو یوسف القاضی

(27)شاہ ولی اللہ دہلوی : حجة الله البالغه ۔ اردو ترجمہ برہان الٰہی، حصہ اول، ص 387

(28) ابو زہرہ ، حیات حضرت امام ابو حنیفہ ، ص 321

(29) ایضا"

(30) تاریخ بغداد، جلد 14، ترجمہ قاضی ابو یوسف

(31) اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں E. Fagnan نے کیا ہے جو 1921ء میں پیرس سے شائع ہو چکا ہے (دیکھئے شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ،ص 131

(32)ابو زہرہ ، ص 326

Marfat.com

(33) ایضاً، ص 334

(34) شارٹر انسائیکلو پیڈیا، ص 131

(35) شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، حصہ اول، ص 387

(36) ابو زہرہ، ص 336

(37) ایضاً ص 344

(38) شارٹر انسائیکلو پیڈیا، ص 131

(39) ابو زہرہ ص 350، نیز تاریخ بغداد، ص 14، ترجمہ ابو یوسف القاضی

(40) المناقب المکی بحوالہ ابو زہرہ، ص 310

(41) عکسی نسخہ، مکتبہ انورستۃ، استنبول، ترکی، ص 6

(42) المناقب المکی، ص 308

(43) ایضاً، ص 311

(44) خطیب، تاریخ بغداد، جلد 14، ترجمہ یعقوب ابراہیم ابو یوسف القاضی (امام محمد کا شمار ان میں اس لئے نہیں کیا گیا کہ آپ کی عمر اس وقت چھوٹی تھی کیونکہ امام اعظم کی وفات کے وقت آپ کی عمر صرف 18 برس تھی)۔

(45) ابو زہرہ ص 309

(46) محمصانی، فلسفتہ التشریع فی الاسلام، اردو ترجمہ فلسفہ شریعت اسلام ص 30

(47) ابو زہرہ، ص 57

(48) ابن عبد البر، انتقاء 1350ھ، ص 143 بحوالہ صبحی محمصانی، ص 38

(49) حجۃ اللہ البالغہ، اردو ترجمہ برہان الٰہی، ص 381

(50) ایضاً، ص 386

(51) ایضاً ص 387

(52) ابو زہرہ، ص: 332-331

(53) ایضاً، ص 331

Marfat.com

(54) حجۃ البالغہ' 417
(55) ایضاً' ص 416
(56) ایضاً' ص 387
(57) ابو زہرہ' ص 331- 332
(58) ابن خلدون ' مقدمہ '
اردو ترجمہ ' ص 469
(59) ایضاً' ص 470
(60) ایضاً' ص 469
(61) ایضاً' ص 469
(62) ایضاً' ص 475
(63) یوسف شاخت ' دی اور جنز
آف محمڈن جیورس پروڈنس'
آکسفورڈ 1950 ' ص 317
(64) ایضاً' ص 294
(65) ایضاً' ص 296
(66) ایضاً' ص 297
(67) المرغینانی ' الہدایہ '
مطبوعہ مصر' الجزء الاول ' ص 190
(68) ایضاً ' ص 227
(69) ایضاً' ص 193
(70) ایضاً' جلد ثانی ص 28
(71) ایضاً' ص 113
(72) ایضاً' ص 102
(73) ایضاً' ص 96
(74) ایضاً' ص 96
(75) ایضاً' ص 27
(76) حافظ احمد المعروف ملاجیون ' نور الانوار '
مطبوعہ کراچی ' ص 22
(77) علی بن سلطان الہروی ' عکس مخطوطہ
استنبول ' ص 9-10
(78) الاقوال الصحیحہ' ص 58
(79) مقدمہ' ص 469
(80) شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام' ص 131
(81) ایضاً' ص 106
(82) ایضاً' ص 131
(83) محمصانی' فلسفہ شریعت اسلام' ص 48
(84) ایضاً' ص 88
(85) ایضاً' ص 93
(86) شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام' ص 131
(87) ایضاً' ص 10
(88) الاقوال الصحیحہ' ص 58
(89) محمصانی' فلسفہ شریعت اسلام ص 48

Marfat.com

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اجتہاد کا طریق کار

چودھویں صدی ہجری مسلمانوں کے عروج و انحطاط کی مختلف داستانوں کو سمیٹتے ہوئے رخصت ہو چکی ہے۔ الحمد اللہ کہ چودھویں صدی میں پورے عالم اسلام میں بیداری کی جو لہر اٹھی ہے اور اغیار کے مسلسل ظلم و ستم پر مسلمانان عالم میں جو ردعمل پیدا ہوا ہے اس سے ایک خوشگوار رحجان کو بڑی تقویت ملی ہے کہ اغیار کے افکار پر انحصار کرنے کی بجائے انسانی زندگی کے تمام گوشوں میں کتاب و سنت سے براہ راست راہنمائی حاصل کی جائے اس سے دو چار آجر و اجیر کے باہمی روابط اور مفادات کے مسائل بھی ہیں' سیاست' تعلیم و تربیت اور ثقافت کے مسائل بھی ہیں اور فقہ و قانون' عدالتی طریق کار اور عدل و انصاف کے نظام کو فعال بنانے قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے اور ان کے نفاذ کے مسائل تو بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

فطری طور پر ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ یہ ان گنت مسائل جو بیشتر حد تک جدید تہذیب و تمدن اور مغربی افکار و نظریات کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں' کیا انکا واقعی کوئی حل موجود ہے یا نہیں؟.......... اگر ہم اس سوال کا جواب تاریخ کے آئینے میں دیکھیں تو ہمیں واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول عربی ﷺ کے ظہور قدسی کے موقع پر اس وقت کی موجود دنیا میں نظام ہائے حیات بالکل مختلف تھے۔ صاحب قرآن ﷺ نے ہدایت ربانی کے نچوڑ اور صحیفہ فطرت' قرآن کی روشن تعلیمات سے اور اپنے حسن عمل سے عقائد و افکار' معاشرت' معیشت' قانون و سیاست' تعلیم و تربیت غرضیکہ ہر شعبہ حیات میں تاریخی اور مثالی عظیم انقلاب برپا کیا۔ وہ کسی بھی صاحب علم و دانش سے مخفی نہیں۔ اغیار بھی حضور ﷺ کے مشن کی عظیم کامیابی کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے کہ محمد ﷺ روحانی اعتبار سے بھی اور دنیوی اعتبار سے بھی پوری تاریخ عالم میں سب سے کامیاب ترین شخصیت ہیں چنانچہ Hart نے حضور ﷺ کے متعلق ان الفاظ میں ہدیہ

Marfat.com

تحسین پیش کیا ہے :

My choice of Muhammad to lead the list of the world's most influential persons may surprise some readers and may be questioned by others, but he was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular levels. (1)

اس تمہید سے مقصود یہ ہے کہ قرآن حکیم اور سنت رسول اکرم ﷺ میں جو رہنما اور زریں اصول موجود ہیں وہ قیامت تک آنیوالی نسل انسانی کے لئے ہر شعبہ حیات میں کامل رہنمائی کے لئے کافی و وافی ہیں۔ ہاں زمانے کی گردش مختلف تہذیبوں اور تمدنوں کے امتزاج یا تصادم سے نئے ابھرنے والے مسائل کو حل کرنے کے لئے حضور ﷺ کے فرمودہ طریق کے مطابق اجتہاد سے کام لینا ہوگا۔

علامہ خضری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب " تاریخ التشریع الاسلامی " میں حضور ﷺ کے ذاتی اجتہادات کی مختلف مثالیں پیش کی ہیں۔ (2)

احادیث کے معتبر و مستند مجموعوں میں ایسی روایات ملتی ہیں کہ حضور ﷺ نے صرف ذاتی اجتہاد سے کسی ایک مسئلے کو واضح فرمایا بلکہ علت و معلول کے باہمی ربط اور ان وجوہ و اسباب کی نشاندہی بھی فرما دی جو اس مسئلے میں اجتہاد کی بنیاد و اساس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ شواہد بھی موجود ہیں کہ حضور ﷺ نے بعض صحابہ کرام ؓ کو عہد نبوی میں اجتہاد کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ان میں جلیل القدر صحابی خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام نامی سر فہرست ہے اور بقول ڈاکٹر حمید اللہ رسول خدا ﷺ نے اپنی زندگی میں ان کو مدینہ میں مفتی مقرر فرمایا تھا کہ جس کسی کو قانون اسلام دریافت کرنا ہو عام طور سے انہیں سے رجوع کرے اور یہ واحد شخص ہیں جو خود رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے۔ (3)

علاوہ ازیں حضور اکرم ﷺ نے عظیم القدر صحابی اور خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ صرف یہ کہ اجتہاد اور قضا کی اجازت مرحمت فرمائی بلکہ قضا کے اصول بھی

Marfat.com

بتائے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خود اپنی روایت ہے :

بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن قاضیًا فقلت یا رسول اللہ ترسلنی وانا حدیث السن ولا علم لی بالقضاء ○ فقال ان اللہ سیھدی قلبک و یثبت لسانک اذا تقاضی الیک رجلان، فلا تقض للاول حتی تسمع کلا مالآخر فانه احری ان یتبین لک القضاء (4)

اسی طرح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وہ مشہور روایت ہے جس کا تذکرہ اکثر و بیشتر اجتہاد کے تعلق میں کیا جاتا ہے۔ (5)

یہاں اس حقیقت کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سرزمین حجاز کے مکینوں میں فطری سادگی تھی اس لئے ابھی پیچیدہ مسائل پیدا نہیں ہوئے تھے لیکن سلطنت اسلامی کی روز بروز وسعت کے ساتھ ساتھ جب بے شمار ممالک اور علاقے اسلام کی نورانیت سے منور ہو گئے اور مختلف تہذیبوں اور تمدنوں سے تعلق رکھنے والے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو نئے پیچیدہ مسائل ابھرے جنہیں یا تو خلافت راشدہ میں اجتماعی طور پر صحابہ کرامؓ کی مشاورت سے حل کیا گیا یا پھر انفرادی سطح پر فتوے دیئے گئے۔

ڈاکٹر صبحی محمصانی کے بقول فتویٰ دینے اور مقدمات فیصل کرنے کا کام سب سے پہلے خلفائے راشدین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شروع کیا۔ ان میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں ان میں سے بعض مختلف اسلامی ملکوں میں پھیل گئے۔ ان میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مدینے میں، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفے میں اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر میں ہر ایک شہر میں ان صحابہ اور تابعینؒ کے فتاویٰ کا رواج ہوا، جو وہاں آباد ہو گئے تھے۔ (6)

Marfat.com

مختلف وجوہ و اسباب کی بنیاد پر کبار صحابہ کے فتووں میں کہیں کہیں اختلاف بھی نظر آتا ہے۔ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں (7) اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں (8) اور عصر حاضر میں علامہ خضری مرحوم نے صحابہ کرامؓ کے فتووں میں اختلاف کا ذکر کر کے ان کے وجود و اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔ (9)

یہ ایک امر واقعی ہے کہ عہد نبوی ﷺ یا خلافت راشدہ کے دور میں بلکہ عہد عباسی کے ابتدائی دور تک اسلامی قانون کی سرکاری سطح پر تدوین نہیں ہوئی تھی چنانچہ ڈاکٹر حمید اللہ نے بجا طور پر یہ لکھا ہے کہ "عہد نبوی مسلمانوں کا دور قانون سازی تھا۔ اس کے بعد تعبیر و توسیع کا سلسلہ تو جاری رہا لیکن خالص قانونی احکام کا مجموعہ تیار کرنے کی کوئی سرکاری کوشش نہ ہوئی تھی اگرچہ خلفاء کی سرپرستی بلکہ خود ان کی خواہش پر بعض خانگی مجموعے تیار ہوئے۔ جس کی مثال خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی موطا کا خلیفہ منصور کی خواہش پر مرتب کرنا ہے۔ (دیکھئے زرقانی کی شرح موطا کا مقدمہ) لیکن ان کو کبھی سرکاری طور سے قانون ملک کے طور پر نافذ کر کے عدالتی و انتظامی افسران کو انہیں پابند کر دینے کی صورت پیش نہ آئی۔ ایسے مجموعے صرف ایک درسی کتاب کی حیثیت حاصل کر سکے جن سے حسب ضرورت حکام عدالت وغیرہ بھی مدد لیتے تھے۔ (10)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلطنت اسلامی کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا اور اس دوسرے مرحلے میں پہلے سے کہیں زیادہ پیچیدہ مسائل پیش آئے، جنہیں حل کرنے کے لئے فقہائے کرام کمربستہ ہوئے۔ ان میں آئمہ اربعہ یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام جعفر الصادق رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر مشہور ہیں جنہوں نے گرانقدر خدمات انجام دیں اور شبانہ روز محنت اور انتھک کوششوں سے فقہ اسلامی کے پودے کی آبیاری کی لیکن مذاہب فقہ میں سے سب سے زیادہ مقبولیت اور شہرت فقہ حنفی کو حاصل ہوئی

Marfat.com

چنانچہ ڈاکٹر حمید اللہ نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تعارف میں یہ الفاظ تحریر کیے ہیں :

ABU HANIFA (d. 767), founder of the Hanafi school of Law, to which almost 80 percent of the Muslims in the world adhere (11)

ڈاکٹر صبحی محمصانی نے فقہ حنفی کی ابتدا کا ذکر اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف ان الفاظ میں پیش کیا ہے :

"مذہب حنفی کوفہ میں پیدا ہوا جس کے بانی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نعمان بن ثابت ہیں جو امام اعظم کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی علمی زندگی کی ابتدا علم کلام کے مطالعہ سے ہوئی۔ پھر آپ نے اہل کوفہ کی فقہ اپنے استاد حماد بن ابی سلیمان (م 120 ھ) سے پڑھی۔ عملی زندگی کے لحاظ سے آپ ریشمی کپڑوں کے تاجر تھے۔ علم کلام اور پیشہ تجارت نے آپ میں عقل و رائے سے استصواب کرنے، احکام شرعیہ کو عملی زندگی میں جاری کرنے اور مسائل جدیدہ میں قیاس و استحسان سے کام لینے کی صلاحیت تامہ پیدا کر دی تھی" (12)

یہاں اس امر کا ذکر خالی ار دلچسپی نہ ہو گا کہ کوفہ اور بصرہ دونوں شہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے بسائے گئے اور صحابہؓ کی ایک جماعت ان شہروں میں آباد ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم اور مفتی بنا کر بھیجا۔ (13) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے 35 ھ سے 40 ھ تک کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ ان دونوں کے تلامذہ اور پھر ان کی تلامذہ نے علم فقہ کے فروغ و اشاعت میں عظیم خدمات انجام دیں چنانچہ فقہ حنفی کا زیادہ تر انحصار حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتووں پر ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے طریق اجتہاد کو زیر بحث لانے سے قبل یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم کی شخصیت، علم فقہ کے ساتھ آپ کی وابستگی اور آپ کی اجتہادی بصیرت کا مختصر جائزہ پیش کیا جائے۔

Marfat.com

علامہ خیر الدین الزرکلی نے اپنی مشہور کتاب الاعلام میں یہ بیان کیا ہے کہ ابوحنیفہ 80 ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور 150 ہجری میں بغداد میں وفات پائی۔ (14)

ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ نے آپ کی ولادت کے بارے میں ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ 61 ھ میں پیدا ہوئے لیکن علامہ الموفق المکی کے حوالے سے اور اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے کہ آپ 80 ھ میں پیدا ہوئے (15) پروفیسر ابوزہرہ کے بقول آپ کی پرورش ایک خالص اسلامی گھرانے میں ہوئی(16) خطیب بغدادی کے قول کے مطابق ابوحنیفہ کے والد ثابت، حضرت علی بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ ابھی کمسن تھے تو آپ اس کی اولاد کے لئے خیرو برکت کی دعا فرمائی۔ خطیب کے اپنے الفاظ میں:

" وذهب ثابت الی علی بن ابی طالب و هو صفیر فد عاله ببرکة فیه و فی ذریته" (17)

ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ نے آپ کی ابتدائی زندگی کے حالات اور تجارت میں آپ کی امانت و دیانت کا ذکر کرنے کے بعد علم فقہ کی طرف آپ کے میلان کی مختلف روایات بیان کی ہیں لیکن ان روایات میں سب سے زیادہ مشہور وہ روایت ہے جو خود آپ سے مذکور ہے۔ (18) پروفیسر ابوزہرہ نے مختلف علوم کے بارے میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات بیان کرنے کے بعد ان کے فقہ کی طرف میلان کا ذکر کیا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

" بعد ازاں میں نے فقہ کی ورق گردانی شروع کی۔ جوں جوں تکرار و اعادہ ہوا اس کا رعب بڑھتا ہی گیا۔ اور اس میں مجھے کوئی حرج دکھائی نہ دیا۔ میں نے سوچا کہ تحصیل فقہ میں علماء مشائخ کی مجالست و مصاحبت اور ان کے اخلاق عالیہ سے آراستہ ہونے کے مواقع میسر آئینگے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اداء فرض اقامت دین متین، اظہار عبودیت اور دنیا و آخرت کا حصول فقہ کے بغیر ممکن

Marfat.com

نہیں۔ اگر کوئی شخص فقہ کے ذریعے دنیا کمانا چاہے' تو وہ بڑے بلند مناصب پر فائز ہو سکتا ہے اور اگر کوئی شخص فقہ کے ذریعے دنیا کمانا چاہے' تو وہ بڑے بلند مناصب پر فائز ہو سکتا ہے اور اگر تخلیہ و عبادت کا آرزو مند ہو تو کوئی شخص یہ کہنے کی جراءت نہیں کرسکتا کہ وہ حصول علم کے بغیر مشغول عبادت ہے بلکہ یہ کہا جائیگا کہ وہ صاحب علم فقیہ اور علم کی راہ پر گامزن ہے (19)

یہاں امام اعظم کے اس فقرے پر شاید کسی ذہن میں یہ خلش پیدا ہو کہ کوئی شخص فقہ کے ذریعے دنیا کمانا چاہے تو وہ بڑے بلند مناصب پر فائز ہو سکتا ہے تو اس شبے کا ازالہ اس واضح اہم تاریخی واقعے سے ہوتا ہے کہ آپ نے منصب قضا کو ٹھکرا کر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں حتیٰ کہ قید میں ہی داعی اجل کو لبیک کہا۔

خطیب بغدادی نے اس واقعہ کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب ابو جعفر منصور نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بلایااور عہدہ قضاء پیش کیا تو آپ نے اس سے انکار کیا۔ اس نے آپ کو محبوس کر دیا۔ ایک روز بلایا پھر آمادہ کرنے کی کوشش کی آپ نے (جان چھڑانے کی غرض سے) فرمایا : " لا اصلح للقضاء " (میں قضا کا اہل نہیں ہوں) منصور نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو پھر آپ کو دوبارہ منصب قضا پیش کیا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : امیر المومنین نے اس وقت خود فیصلہ فرما دیا کہ میں قضا کا اہل نہیں۔ جب مجھے کذب کی طرف منسوب کر دیا۔ اگر میں کاذب ہوں تو قضاء کا اہل نہیں اور اگر میں نے صادق اور سچا ہوں تو میں از خود امیر المومنین کو اس امر سے آگاہ کر ہی دیا ہے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔

خطیب بغدادی کے الفاظ یہ ہیں :

" فقال ابو حنيفة ، قد حكم على امير المومنين انى لا اصلح للقضاء لانه ينبنى الى الكذب' فان كنت كاذبا فلا اصلح' و ان كنت صادقا فقد اخبرت امير المومنين انى لا اصلح " چنانچہ منصور نے آپ کو پھر جیل میں بجھوا دیا۔ (20)

خطیب بغدادی نے اس امر کی صراحت کی ہے۔ آپ کی وفات جیل میں

Marfat.com

ہوئی۔ (21)

اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ نے علم فقہ کا انتخاب اس لئے فرمایا کہ عظیم دینی اوئر عملی خدمت انجام دے سکیں ورنہ آپکی طبیعت پر زہد و تقویٰ کا رنگ غالب تھا۔ سید مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں آپ کے زہد و ورع کی طرف طبعی میلان کا اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے امام اعظم کو ان الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا ہے :

امام امامان و مقتدائی سنیاں شرف فقهاء وعز علماء ابو حنیفة نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنه وی راندار مجاهدت و عبادت قدم درست بوده است و اندر اصول این طریقت شانی عظیم واشت (22)

سید مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وہ ایک روز خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "تم میری سنت کو زندہ کرو گے اس لئے عزلت اور گوشہ نشینی اختیار نہ کرو" (23)

المختصر یہ کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی ایک طرف زہد و تقویٰ سے مزین' اخلاق فاضلہ سے آراستہ (24) اور امانت و دیانت (25) کی آئینہ دار ہے تو دوسری طرف علم و تحقیق' تدوین فقہ اور شبانہ روز نئے مسائل میں غور و فکر اور بحث و تمحیص اور اجتہادی مساعی کی عکاسی کرتی ہے اور بقول ڈاکٹر صبحی محمصانی وفور علم کی بنا پر انہیں امام اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ (26)

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں (27) اور خیر الدین الزرکلی نے الاعلام میں (28) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں کہ لوگ فقہ میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے محتاج ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے صدر الائمہ الموفق المکی کے حوالے سے محمد بن ابی مطیع کے والد کا واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کوئی چار ہزار مشکل سوالات مرتب کئے جو ہر فن یا مختلف واقعات سے متعلق تھے۔ وہ ابو حنیفہ کی فراغت کے انتظار میں رہا کرتے چنانچہ رفتہ رفتہ تمام سوالات ختم ہوگئے۔ (29)

Marfat.com

ابن خلدون نے مقدمہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اجتہادی بصیرت کو ان الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا ہے :

" اہل عراق کے امام اور مذہبی پیشوا امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت جن کا مقام فقہ میں اتنا اعلیٰ و ارفع ہے کہ کوئی اس تک نہ پہنچ سکا (30)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کے طریق کار کا جائزہ لینے سے قبل اس امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فوری بعد خلافت راشدہ میں اجتہاد کا طریق کار کیا ہے ؟ علامہ محمد خضری مرحوم' صحابہ کرامؓ کے طریق اجتہاد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے فتاویٰ میں صرف دو چیزوں پر اعتماد کرتے تھے۔ اولاً قرآن حکیم کیونکہ وہی دین و ملت کی بنیاد ہے اور چونکہ وہ ان ہی کی زبان میں نازل ہوا تھا اسے لئے وہ اس کو نہایت واضح طور پر سمجھتے تھے۔ ان کے ساتھ ان کو خصوصیت کے ساتھ اسباب نزول کا علم تھا اور اس وقت عرب کے علاوہ اور کوئی شخص ان میں شامل نہیں ہوا تھا۔ ثانیاً حدیث' چنانچہ جب کوئی حدیث مل جاتی تھی تو وہ لوگ بالاتفاق اس کا اتباع کرتے تھے اور جو شخص اس کی روایت کی تصدیق کرتا تھا اس پر اعتماد کرتے تھے۔ اس بنا پر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو وہ پہلے کتاب اللہ پر نظر ڈالتے اور اگر اس میں اس کا حکم مل جاتا تو اسی پر فیصلہ کرتے لیکن اگر کتاب اللہ میں وہ حکم نہ ملتا تو حدیث پر نظر دوڑاتے اور اگر ان کے پاس کوئی قابل فیصلہ حدیث ہوتی تو اسی کے موافق فیصلہ کرتے لیکن اگر تلاش کے بعد بھی حدیث نہ ملتی تو لوگوں سے دریافت فرماتے کہ اس مسئلے میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ معلوم ہے اس حالت میں اکثر لوگ اٹھ کر کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے میں یہ فیصلہ کیا ہے۔ (31)

جہاں تک خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد کا تعلق ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا کرتے تھے لیکن اگر ان کو وہ مسئلہ قرآن و حدیث میں نہ ملتا تو اس کے

Marfat.com

متعلق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ دریافت فرماتے اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کوئی فیصلہ موجود ہوتا اور ان کو اس کے خلاف کوئی بات معلوم نہ ہوتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طرز عمل بھی یہی تھا(32)

دیگر صحابہ کرام کے سامنے ایسے مسائل بھی پیش ہوتے تھے جن کے متعلق قرآن و حدیث میں کوئی تصریح نہیں ہوتی تھی۔ اس حالت میں ان کو مجبوراً قیاس کرنا پڑتا تھا جس کو وہ لوگ رائے سے تعبیر کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب قرآن مجید میں کوئی تصریح نہ پاتے اور لوگوں کے پاس حدیث بھی نہ ملتی تو لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیتے او جب کسی چیز پر ان کا اتفاق رائے ہو جاتا تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل بھی یہی تھا(33)

علامہ خضری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قدرے طویل اقتباس سے جو بات واضح طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں سب سے پہلے کتاب و سنت کو پیش نظر رکھا جاتا پھر اقوال صحابہ کو نظائر Precedents کے طور پر ملحوظ رکھا جاتا۔ اور تیسرا اہم ذریعہ جس سے مسائل کو حل کیا جاتا تھا اہل علم و فضل صحابہ کی مجلس مشاورت تھی۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طریق اجتہاد کا اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو ان کے اجتہاد کے طریق کار میں بھی ہمیں یہی اصول کار فرما نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر صحبی محمصانی نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کے طریق کار کے ضمن میں خود انکا اپنا قول پیش کیا ہے :

" اذا لم یکن فی کتاب اللّٰہ و لا فی سنۃ رسول اللّٰہ نظرت فی اقاویل اصحابہ ولا اخرج عن قولھم الٰی قول غیر ھم فا اذا انتھٰی الامر الٰی ابراھیم و الشعبی و ابن سیربن والحسن و عطا و سعید بن جبیر فقوم اجتھدو افا جتھد کما اجتھدوا (34)

Marfat.com

صدر الائمہ الامام الموفق بن احمد المکی نے اپنی مشہور کتاب مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں اسی مضمون کو معمولی تغیر الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (35)
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کا اولین مدار قرآن حکیم تھا۔ صدر الائمہ نے چند روایات نقل کی ہیں جن سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قرآن حکیم سے گہرا شغف ظاہر ہوتا ہے۔ وہ بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ان ابا حنیفة رحمه الله كان فی ابتداء امر مواظبا علیٰ قراة القرآن فكان یختم القرآن فی كل یوم مرة فلما اشتغل با ستخراج الاصول و استباط المسائل واجتمع عنده الاصحاب ماامكنه ختم القرآن الا فی ثلثة ایام" (36)

گویا مصروف ترین ایام میں بھی تین دن میں .... ایک دفعہ پورے قرآن حکیم کے مضامین آپ کی نگاہ سے گزر جاتے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق بڑی پیاری بات کہی ہے کہ حقیقت میں ان کو قرآن حکیم سے عشق معلوم ہوتا ہے صدر الائمہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "جب کبھی کسی نہایت دقیق مسئلے پر غور کرنا ہوتا تو وہ تخلیے میں اپنے تین شاگردوں کو لیتے جن میں سے ایک خوش الحانی سے آیات تلاوت کرتا پھر ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان سے ان مسئلے میں باہم بحث کرتے" (37)

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا ضروری ہے جو بعض حضرات کی طرف سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اکثر ذکر کی جاتی ہے کہ انہیں علم و حدیث میں رسوخ حاصل نہ تھا۔ الدکتور محمد یوسف موسیٰ نے اس اعتراض کو نقل کر کے متعدد اہل علم کے اقوال کے حوالوں سے اس غلط فہمی کا شافی ازالہ کر دیا ہے۔ ان میں سے صرف ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے :

ویقول ابو یوسف اکبر اصحابه۔ مارایت احدا اعلم بتفیر الحدیث و مواضع النكت التی فیه من الفقه من ابی حنیفة كما یقول فی مناسبة اخری و كان هو ابصربا الحدیث الصحیح منی (38)

Marfat.com

الدکتور محمد یوسف موسیٰ نے اس ضمن میں ابوعصتمہ کے حوالے سے خود امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے :

"ماجاء ناعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلنا علی الراس و العینین وماجاء ناعن اصحابہ رحمھم اللہ اختر نامنہ ولم نخرج عن اقوالھم و ما جاء نا عن التابعین فھم رجال و نحن رجال" (39)

کتاب و سنت کے بنیادی ماخذ کے علاوہ صحابہ کرام کے قضایا اور فتاویٰ فقہ حنفی کی اساس بنے چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی اصل و اساس حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتوے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قضایا اور فتوے اور قاضی شریح کے قضایا و فیصلے اور دیگر کوفہ کے قاضیوں کے قضایا اور فتوے ہیں۔ انہوں نے اسی سے حسب توفیق الٰہی مسائل فقہ جمع کیے" (40)

امام اعظم کے طریق اجتہاد کے ضمن میں ایک اور خاص قابل ذکر امر یہ بھی ہے کہ آپ عظیم اجتہادی بصیرت، فراست، و فطانت اور خدا داد تخلیقی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہونے کے باوجود اپنے رفقائے کار کی مجلس مشاورت منعقد کرتے اور ان میں مسائل کو حل فرماتے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے بقول "کوفے کی مسجد میں وقف کی چار سو دواتیں طلبہ کے لئے ہمیشہ رہتی تھیں۔ (41)

علامہ ابن البزاز الکردری نے جہاں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو " **السابق لتدوین علوم الشریعۃ** " اور " **فکان اول من دونہ** " قرار دے کر فقہ کی تدوین میں ان کی سبقت اور شرف کا ذکر کیا ہے وہاں انکی اس خصوصیت کا ذکر بھی کیا ہے کہ ان کو ایک ایسا حلقہ نصیب ہوا جو نہ کبھی ان سے پہلے کسی امام کو حاصل ہوا اور نہ ہی ان کے بعد کسی کو حاصل ہوا۔ چنانچہ ان تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے آپ کے چند خاص مایہ ناز شاگردوں کے نام گنوائے ہیں۔ مثلاً امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام

Marfat.com

محمدؒ بن حسن الیشبانی، امام زفرؒ، اما الحسن بن زیادؒ، امام وکیع بن الجرح، امام عبد اللہ بن المبارک، امام بشربن غیاث عافیہ بن یزید الازدی، الشیخ داؤد الطائی، یوسف بن خالد مالک البجلی، نوح بن ابی مریم ان اسماء کا ذکر کرنے کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں :

"فوضع امام الانام منھبہ شوری بینھم و لم یستبد فیہ بنفسہ دونھم اجتھادا فی الدین"

گویا ابو حنیفہ نے انفرادی کوشش اور تنہا استبدادی رائے کی جگہ مذہب کو مشورے پر منحصر کر دیا تھا۔ (42) علامہ ابن البزازا لکردری نے اصولی طریق کار کے ساتھ امام اعظمؒ کے عملی طریق پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ لکھتے ہیں :

" فکان یطرح مسئلۃ ثم مسئلۃ لھم یسال ما عندھم و یقول ماعندہ، ویناظر ھم فی کل مسئلۃ شھرا او اکثر ویاتی بد لائل انور من السراج الازھر "

اور اس بحث و تمحیص اور اتفاق کے بعد اس مسئلے کو لکھ لیا جاتا (43)

ڈاکٹر حمید اللہ نے علامہ الموفق المکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس طرح پانچ لاکھ مسئلے مرتب ہوئے جن میں سے اڑتالیس ہزار کا تعلق عبادات سے ہے اور باقی کا معاملات سے تھا (44)

الدکتور محمد یوسف موسیٰ نے امام اعظم کے اصول اجتہاد کو جامع مگر انتہائی مختصر انداز میں ان الفاظ میں پیش کیا ہے :

" یتبین لنا ان اصول منھبہ کانت القرآن و السنۃ و الا جماع والقیاس و ما الیہ من الاستحسان" (45)

علامہ ابن خلدون نے مقدمہ میں (46) ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ (47) میں اور پروفیسر ابو زہرہ (48) نے امام اعظمؒ اور ان کے تلامذہ کے طریق اجتہاد و استنباط اور تخریج مسائل میں ان کی مہارت کی بے حد تعریف کی ہے۔

Marfat.com

آج عالم اسلام پھر بے شمار مسائل سے دو چار ہے لیکن تہذیب و افکار مغرب کے زیر اثر، مسلم ممالک نے اسلام کے بے مثال قانون کو جو اپنے دور میں قانون حمورابی، قانون موسوی، قانون یونانی اور قانون رومی پر چھا گیا تھا اور جس نے ایک اعلیٰ و ارفع قانون ہونے کی حیثیت سے پوری دنیا سے اپنی عظمت کا لوہا منوایا تھا اسے فراموش کر کے فرانس، سوئٹزر لینڈ اور دیگر مغربی قوانین سے خوشہ چینی کی ہے اور اس وقت بلاد اسلامیہ میں مروج بیشتر قوانین کسی نہ کسی مغربی قانون سے ماخوذ ہیں حتیٰ کہ آج مصر، عراق اور شام میں سود کو فوائد المتفق علیھا کا نام دیکر جائز قرار دیا گیا ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کے طریق کو پیش نظر رکھتے ہوئے کتاب و سنت اور اقوال صحابہ کی روشنی میں باہمی مشاورت سے دور حاضر کے پیش آمدہ مسائل کو حل کیا جائے۔ دور حاضر میں باہمی مشاورت کا یہ طریق ممکن ہو سکتا ہے کہ اسلامی ممالک کے بڑے بڑے شہروں میں علماء کونسلیں قائم کی جائیں جس میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کے ساتھ ساتھ سکالرز اور ماہرین بھی شامل ہوں اور وہ مسائل کے فنی اور شرعی پہلوؤں پر خوب غور و فکر کر کے مسائل کا حل پیش کریں۔ یہ نتائج و ثمرات پھر بین الاقوامی علماء کونسل (International Ulama Council) جس کا مرکزی مقام جدہ یا اسلام آباد ہو سکتا ہے، میں مزید غور و خوص کے لئے پیش ہوں۔ اس طرح افکار و آراء کا عطر نچڑ کر مرکز میں پہنچ سکتا ہے۔ بہر کیف کاسئہ گدائی لیکر اغیار کے افکار و آراء کی خوشہ چینی کی بجائے موثر اور فعال جدوجہد سے ہم اپنے مسائل کو آج بھی بفضلہ تعالیٰ حل کر سکتے ہیں لیکن ان کے لئے خواہش و ارادہ کافی نہیں عزم صمیم کی ضرورت ہے بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ :

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی　　اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لاتخف

Marfat.com

حواشی

(1) Michael K. Hart : the 100 -A Ranking of the most influential persons in History, New Yark , 1978, p 33

(2) محمد الخضری: تاریخ التشریع الاسلامی، طبع مصر- 1960ء صفحہ 36 تا 39

(3) ڈاکٹر حمید اللہ : امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی کراچی - صفحہ 13

(4) الشیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی، مشکوۃالمصابیح ·
طبع دمشق الجزء الثانی صفحہ 335

(5) ایضاً صفحہ 334

(6) صبحی محمصانی، فلسفۃ التشریع فی الاسلام، بیروت، 1961 صفحہ 33 - 34

(7) ابن خلدون - مقدمہ، اردو ترجمہ صفحہ 469

(8) شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ - برھان الٰہی) لاہور،
حصہ اول صفحہ 375

(9) الشیخ محمد خضری، تاریخ التشریع الاسلامی - مصر 1960 - صفحہ 117 تا 127

(10) امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، کراچی صفحہ 8 تا 10

(11) ڈاکٹر حمید اللہ - Introduction to Islam لاہور، 1974 صفحہ 268

(12) صبحی محمصانی، فلسفۃ التشریع فی الاسلام - بیروت، 1961، صفحہ 41

(13) ایضاً

(14) خیر الدین الزر کلی، الاعلام، الجزء التاسع، صفحہ 4، خطیب بغدادی نے بھی ابو نعیم کے حوالے سے لکھا ہے - ولد ابو حنیفہ سنۃ ثمانین و مات سنۃ خمسین و مائۃ و عاش سبعین سنۃ تاریخ بغداد، ج، 13، صفحہ 330

(15) الدکتور محمد یوسف موسیٰ- محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی (ابو حنیفہ النعمان و منھبہ فی الفقہ) قاھرہ 1956 صفحہ 33

Marfat.com

(16) ابوزهره' ابو حنیفه حیاته و عصره و آراء ه و فقهه ۔ (اردو ترجمہ) صفحہ 46

(17) خطیب بغدادی' تاریخ بغداد - مصر 1931 - جلد 13 صفحہ 326

(18) الدکتور محمد یوسف موسیٰ' محاضرات فی تاریخ الفقه الاسلامی' ج 3 صفحہ 36

(19) ابوزهره' ابوحنیفه - حیاته و عصره و آرائه و فقهه -
(اردو ترجمہ) حیات امام ابو حنیفہ)
صفحہ 50 - 51

(20) خطیب بغدادی' تاریخ بغداد - ج 13 ' صفحہ 328

(21) ایضاً

(22) سید مخدوم علی بن عثمان ہجویری' کشف المحجوب' لاہور' 1968ء ' صفحہ 98

(23) ایضاً

(24) الدکتور محمد یوسف موسیٰ' محاضرات فی تاریخ الفقه لاسلامی ' قاہرہ 1956ء صفحہ
48' 52

(25) ایضاً 'صفحہ 34

(26) صبحی محمصانی' فلسفة التشریع فی الاسلام' صفحہ 42

(27) تاریخ بغداد' ج 13 صفحہ 346

(28) الاعلام' ج 9' صفحہ 5

(29) امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی - صفحہ 34 ' نیز دیکھئے - الموفق المکی - مناقب
الامام الاعظم' حیدر آباد الدکن : 1321ھ الجزء الاول : صفحہ 141 - 142

(30) ابن خلدون' مقدمہ (اردو ترجمہ) ' کراچی' صفحہ 468

(31) علامہ خضری' تاریخ التشریع الاسلامی' صفحہ 113 - 114

(32) ایضاً

(33) ایضاً

(34) ابن عبدالبر' الانتقاء - القاہرہ 1350ھ ' صفحہ 143 - بحوالہ صبحی محمصانی

(35) فلسفة التشریع فی الاسلام - بیروت 1961 صفحہ 42 - نیز دیکھئے الدکتور محمد یوسف

Marfat.com

موسیٰ' محاضرات فی تاریخ الفقه الاسلامی - (3) صفحہ 62 - 63 - الموفق المکی - مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ - حیدر آباد دکن - 1321ھ الجزء الاول صفحہ 89

(36) ایضاً صفحہ 244

(37) ایضاً صفحہ 96 - ڈاکٹر حمید اللہ، امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، صفحہ 35

(38) الدکتور محمد یوسف موسیٰ' محاضرات فی تاریخ الفقه الاسلامی(3) صفحہ 66

(39) ایضاً ،صفحہ 63

(40) شاہ ولی اللہ الدھلوی' حجۃ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ ، برھان الٰہی) حصہ اول صفحہ 183

(41) امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، صفحہ 53

(42) الکردری' مناقب الامام الاعظم، حیدر آباد دکن - 1321ھ صفحہ 49 تا 50

(43) ایضاً - صفحہ 50 - 51

(44) امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی صفحہ 39 - مزید دیکھئے علامہ الموفق مکی - مناقب الامام الاعظم ابو حنیفہ ، الجزء الثانی ، صفحہ 137

(45) الدکتور محمد یوسف موسیٰ' محاضرات فی تاریخ الفقه الاسلامی القاهره' 1956ء صفحہ 63

(46) ابن خلدون' مقدمہ (اردو ترجمہ) صفحہ 469

(47) حجۃ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ - برھان الٰہی) حصہ اول صفحہ 386 - 387

(48) ابو زہرہ' حیات امام ابو حنیفہ (اردو ترجمہ) صفحہ 331- 332

Marfat.com

شخصیات

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی الله تعالی عنه

☆ حضرت شیخ صدرالدین عارف رحمة الله علیه

☆ حافظ علامہ ابن کثیر رحمة الله علیه

Marfat.com

Marfat.com

عظمت کے مینار۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

تاریخ اسلام کے اوراق ان نامور علماء و فقہاء کے ذکر سے روشن ہیں جن کی فضیلت علمی کی بنا پر بجا طور پر انہیں عظمت کے مینار کہا جا سکتا ہے۔ ان میں ایک گرامی شخصیت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے جن کا شمار دور اول کے علمائے عظام میں ہوتا ہے۔

آپ کا نام و نسب یہ ہے : عبداللہ نام، ابو العباس کنیت، والد کا نام عباس رضی اللہ عنہ اور والدہ کا نام ام افضل ہے۔

شجرہ نسب یہ ہے : عبداللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف القریشی الہاشمی۔ آپ کا لقب الجبر ہے جس کے معنی ہیں علامہ بعض نے التجر بھی بیان کیا ہے جس کے معنی سمندر۔ یہ لقب آپ کو اس لئے دیا گیا کہ ممتاز فقیہ اور مفسر تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمزاد تھے۔ ہجرت سے تین سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے جب کہ بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور ہو کر زندگی گزار رہے تھے۔ ان کی والدہ نے ہجرت سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا اس لئے وہ پیدائش کے وقت سے ہی مسلمان تسلیم کئے جاتے ہیں۔ آپ فطرۃ ذہین، سلیم الطبع، متین اور سنجیدہ تھے۔ حسن اتفاق سے بچپن میں ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقع مل گیا اور وہ یوں کہ ام المومنین حضرت میمونہ آپ رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں اور آپ کو نہایت عزیز رکھتی تھیں۔ اس لئے اکثر ان کی خدمت میں حاضر رہتے اور کبھی کبھی رات کے وقت بھی ان ہی کے گھر سو رہتے تھے۔ اس طرح انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بابرکت سے مستفیض ہونے کا

Marfat.com

بہترین موقع میسر آگیا اور حضور ﷺ کی خدمت گزاری کا شرف بھی حاصل ہونے لگا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نماز کے لئے بیدار ہوئے۔ حضرت عبداللہ ان عباس نے وضو کے لئے پانی لا کر رکھ دیا۔ آپ نے وضو فرما کر پوچھا "پانی کون لایا تھا" حضرت میمونہؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نام لیا۔ حضور نے خوش ہو کر دعائیں دیں اور فرمایا : "اللھم فقہ فی الدین و علمہ التاویل" (اے خدا ! انہیں دین کی سمجھ عطا فرما اور تاویل کا طریقہ سکھا)۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ابھی صرف تیرہ برس کے تھے کہ رسول اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ سوا دو برس کے بعد خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی رحلت فرمائی۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت ابن عباسؓ اپنے شباب کو پہنچ چکے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کو جو ہر قابل پا کر خاص طور سے اپنے دامن تربیت میں لے لیا اور اکابر صحابہ کی علمی صحبتوں میں شریک کیا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو اس پر رشک ہوتا۔ صحیح بخاری میں خود حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ مجھ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے۔ بعض بزرگوں نے کہا کہ آپ اس نو عمر کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جس کی قابلیت تم کو بھی معلوم ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں لڑکپن سے ہی صحیح تحقیق علمی کا رجحان موجود تھا اور وہ صحابہ سے استفسارات کر کے رسول کرام ﷺ کے بارے میں معلومات فراہم کرتے۔ یہاں اس امر کا ذکر بھی خالی دلچسپی نہ ہو گا کہ ان کا علم و فضل صرف حافظے پر مبنی نہ تھا بلکہ ان کے پاس محیر العقول حافظے کے باوجود تحریری یاد داشتوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ آپ ابھی نو عمر ہی تھے کہ معلم بن گئے اور حصول علم کے خواہشمند لوگ آپ کے گرد جمع ہونے لگے چنانچہ آپ نے باقاعدہ ایک حلقہ تدریس قائم کیا اور معین نظام الاوقات کے مطابق ہفتے کے مختلف دنوں میں مختلف موضوعات پر درس دیتے۔

Marfat.com

فضل و کمال کے اعتبار سے ابن عباسؓ اس عہد مبارک کے ممتاز ترین علماء میں سے تھے۔ ایک مورخ کے قول کے مطابق آپ کی ذات "ایسی زندہ کتاب خانہ تھی جس میں علوم و محارت بہ ترتیب جمع تھے۔ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شاعری وغیرہ کوئی علم ایسا نہ تھا جس میں ان کو یہ وطولی حاصل نہ ہو۔

"مستدرک حاکم میں حضرت شفیق سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حج کے موسم میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور سورہ نور کی تفسیر بیان کی۔ میں کیا بتاؤں وہ تفسیر کیا تھی اس سے پہلے نہ میرے کانوں نے سنی تھی نہ آنکھوں نے دیکھی تھی اگر اس تفسیر کو فارس اور روم والے سن لیتے تو اسلام سے ان کو کوئی چیز نہ روک سکتی"۔

تفسیر کے ساتھ ساتھ علم حدیث میں بھی آپ کو ایک بلند مقام حاصل تھا اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنتے اور یاد کرنے کا خصوصی اہتمام فرمایا تھا۔ چنانچہ کہیں سراغ ملتا کہ فلاں شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہے۔ فورا مشقت اٹھا کر اس کے پاس پہنچتے اور اطلاع دیتے۔ وہ گھر سے نکل آتا اور کہتا اے ابن عم ! آپ نے کیسے تکلیف کی۔ یہ اپنا مدعا بیان کرتے کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہے وہ کہتا اے ابن عم ! آپ نے کیوں زحمت گوارہ کی کسی دوسرے کو بھیج دیا ہوتا۔ کہتے نہیں یہ میرا فرض تھا۔ اس طریقے سے آپ گوشے گوشے سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کو جمع کیا چنانچہ بقول ابن حزم کتب حدیث میں ان سے ایک ہزار چھے سو ساٹھ احادیث مروی ہیں۔

قرآن و حدیث کے بنیادی علوم سے آراستہ ہو کر آپ نے عظیم فقہی خدمات انجام دیں۔ آپ کو مستند عالم دین سمجھا جاتا تھا اور لوگ آپ سے فتوی لینے کے لئے حاضر ہوا کرتے۔ چنانچہ آپ اپنے سے اہم فتاوی کی وجہ سے بھی بہت مشہور ہیں۔ یہاں اس امر کا ذکر بے حد ضروری ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فتاوی

Marfat.com

فقہ کے لئے سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی فقیہی ذہانت و فطانت اور مہارت کا سرسری اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ابوبکر محمد بن موسیٰ خلیفہ مامون الرشید کے پوتے نے جو اپنے زمانے کے امام تھے۔ ان کے فتاویٰ 20 جلدوں میں جمع کئے تھے۔

مکہ مکرمہ میں فقہ کی بنیاد انہوں نے ہی رکھی تھی۔ وہ تمام فقہاء جن کا سلسلہ مکہ مکرمہ کے شیوخ تک پہنچتا ہے وہ سب بالواسطہ یا بلا واسطہ آپ ہی کے خوشہ چین تھے۔ آپ کی فضیلت علمی کا اندازہ ان بزرگوں کے اقوال سے کیاجاسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ آپ کو فتی ا لکھول کہتے اور لہ لسان سئول و قلب عقولی کے الفاظ سے آپ کی تعریف فرماتے یعنی آپ نوجوان بزرگ ہیں آپ کی زبان بکثرت سوال کرنے والی دل بڑا عقلمند ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ تفسیر قرآن مجید میں یوں لگتے ہیں کہ شفاف پردے کے پس منظر سے غیب کی چیزیں دیکھ رہے ہیں۔ ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ وہ بہترین رجمان القرآن میں ابن عمرؓ کہا کرتے تھے "اعلم امة محمد بما انزل علی محمد" (جو کچھ محمد پر نازل ہوا اسے امت محمدیہ میں سے سب سے زیادہ جاننے والے)

علم افضل کے اس مرتبہ کمال پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی عسکری اور انتظامی خدمات بھی قابل ذکر ہیں۔ آپ اسلامی افواج کے ساتھ بہت سے معرکوں میں شامل ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ایک بازو کے سپہ سالار بھی رہے۔ آپ کو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے مشیر ہونے کا فخر بھی حاصل تھا۔ حضرت علیؓ کے عہد میں آپؓ بصرے کے ولی مقرر کئے گئے۔ زندگی کے آخری ایام میں آپ کی بینائی جاتی رہی اور 68 ھ میں آپ نے بمقام طائف وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوں۔ (آمین)

Marfat.com

روحانی پیشوا۔ حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ

"و لتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون"

(تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہییں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں جو لوگ یہ کام کرینگے وہی فلاح پائیں گے)

اسلام دین فطرت ہے اور قیامت تک آنیوالی نسل انسانی کے لئے ایک کامل مکمل جامع اور روشن ضابطہ حیات ہے۔دین فطرت کا عطا فرمودہ نظام تبلیغ بھی فطری ہے ۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ کسی بھی نظریہ حیات پر ایمان وایقان نیزوں کی نوک سے نہیں بلکہ دلوں پر دستک دینے سے ہی لایا جاتا ہے۔

چنانچہ اسلام نے ایک رحمت بھرا تبلیغی نظام پیش کیا۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں قرآن حکیم کی روشن تعلیمات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ دو بڑے عوامل تھے جن کی بنا پر اسلام نے ابتدائی طور پر عرب معاشرے کو اور پھر دنیا بھر کی تہذیبوں اور تمدنوں کو متاثر کیا۔ حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے صحابہ کرامؓ نے تبلیغ کے مشن کو جاری رکھا۔ صحابہ کرام کے بعد یہ فریضہ تبلیغ صوفیائے کرام اور صالحین امت نے اپنے ذمے لیا اور شب و روز تبلیغ اسلام کے لئے سرگرم عمل ہوگئے اور اسلام کی نورانی تعلیمات سے پورے عالم کو منور کر دیا۔

چھٹی، ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری برصغیر پاک و ہند بالخصوص پنجاب میں اسلام کی اشاعت کے اعتبار سے نہایت اہم صدیاں ہیں۔ شیخ الاسلام بہاؤالدین ابو محمد زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سلطان سخی سرور، حضرت شیخ صدرالدین عارف رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ یہ وہ قابل قدر صوفیائے کرام ہیں جن کے دم پاک سے مردہ دل زندہ ہوئے اور پنجاب کے

Marfat.com

گوشے گوشے میں نور اسلام پھیلا ۔

ہیں خاک پاک میں کچھ نقش پاان رہ نوردوں کے
ادب سے چومتے جن کو ہیں دشت و کوہسار اب تک

ان مقدس ہستیوں میں سے جنہوں نے خطہ پنجاب کو نوراسلام سے منور کیا آج ہم شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔والد بزرگوار ہی کی صحبت میں علم و ادب سیکھا اور روحانی تربیت حاصل کی۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب اخبار الاخیار میں، آپ کے والد کے ایک مرید امر حسینی کے ان اشعار کو نقل کیا ہے جو انہوں نے حضرت شیخ صدر الدین عارف کی شان میں بیان کیے اور آپ کے بلند روحانی مرتبے کو خراج تحسین پیش کیا۔ تاریخ فرشتہ میں بھی آپ کے روحانی کمالات کی تعریف میں متعدد اشعار پیش کئے گئے ہیں۔

تاریخ فرشتہ میں آپ کے عارف کے لقب سے مشہور ہونیکی وجہ یہ لکھی گئی ہے کہ جب آپ کلام پاک پڑھتے یا ختم کرتے تو معرفت کے نئے نئے اسرار و رموز آپ پر عیاں ہوتے۔

آپ کے کردار اور روحانی عظمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ بقول شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ والد بزرگوں کی رحلت پر آپ نے ارشاد و تربیت کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور بہت سے اولیاء آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔ آپ کے سیرت نگار لکھتے ہیں کہ آپ سات بھائی تھے۔ والد ماجد کے انتقال پر جب ترکہ تقسیم ہوا تو شیخ صدرالدین کے حصے میں سات لاکھ اشرفی' دوسری جائداد کے علاوہ آئیں اسی وقت سب کو راہ خدا میں تقسیم کردیا۔ کچھ اپنے پاس نہ رکھا۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کے والد نے راہ خدا میں بھی صرف کیا اور خزانہ بھی بھرپور کرگئے۔ آپ نے اتنا مال جو میراث پدری سے

Marfat.com

ملا ایک دن میں برباد کیا۔ کل کے واسطے کوڑی بھی نہ رکھی۔ آپ نے ہنس کر فرمایا کہ میرے والد دنیا پر غالب تھے۔ دنیا ان کو فریب نہ دے سکتی تھی۔ میں ابھی اس درجے پر نہیں پہنچا۔

اگرچہ کبھی کبھی بفضلہ تعالیٰ میں بھی غالب آگیا ہوں مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں دنیا غالب ہو کر مجھ کو راہ مولا سے پھیر دے اس واسطے اس کو جلا دیا کہ تسلی دل کے ساتھ یاد خدا کروں۔ حصہ پدری رکھنے کو میرے بھائی کافی ہیں۔

اس فیاضی اور جودوسخا کے باوجود آپ کے یہاں دولت کی فراوانی تھی۔ چنانچہ ایک بار شیخ رکن الدین فردوسی دہلی سے ملتان تشریف لے گئے تو حضرت شیخ صدر الدین سے بھی ملنے آئے۔ اس وقت آپ کے ہاں علماء و فقراء کی بڑی تعداد موجود تھی۔ کھانے کا وقت آیا تو ایسا پر تکلف دسترخوان بچھایا گیا جیسا بادشاہوں کے یہاں ہوا کرتا ہے۔ شیخ رکن الدین نفلی روزے سے تھے۔ میزبان کی خاطر روزہ تو افطار کر لیا مگر سوچنے لگے کہ صرف افطار پر ہی اکتفا کیا جائے یا کچھ اور کھایا جائے۔ شیخ صدر الدین نے اپنے نور باطن سے ان کی اس کشمکش کو محسوس کر کے فرمایا کہ جو شخص حرارت باطن سے کھانے کو نور بنا کر حق تک پہنچا سکے اس کے لئے کھانے میں کمی کی پابندی لازم نہیں۔ شیخ صدر الدین مہمانوں کی خاطر سے دسترخوان پر ہاتھ نہ روکتے تھے کہ ان کے ہاتھ روک لینے سے مہمان کہیں تکلف میں بھوکے نہ رہ جائیں۔

شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف عابد و زاہد بزرگ تھے بلکہ آپ کی کیمیا اثر صحبت اور تربیت سے متعدد ارباب کمال پیدا ہوئے جنہوں نے مختلف مقامات پر جا کر مخلوق خدا کے ظاہری و باطنی اخلاق کو آراستہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ان میں سے ایک شیخ جمال خنداں ہیں جو آپ سے تربیت پانے کے بعد اوچھ میں قیام پذیر ہوئے اور وہاں کی مخلوق کو فیضیاب کرنے کے بعد اسی سرزمین میں آسودہ خواب ہیں۔ ایک دوسرے خلیفہ شیخ حسام الدین ملتانی کو بدایوں

Marfat.com

میں رہنے کا حکم دیا۔ایک اور خلیفہ مولانا علاؤ الدین حضرت شیخ صدر الدین کی خدمت میں چودہ برس رہے۔ آپ کے ایک خلیفہ شیخ احمد بن محمد قند هاری تھے جن پر سب سے زیادہ جذب و سکر کی کیفیت طاری رہتی۔

حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ نے ان روحانی یادگاروں۔۔ صالح خلفاء و مریدین کے علاوہ ایک علمی یادگار کنوزالفوائد بھی چھوڑی ہے جو آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جنہیں آپ کے ایک مرید خواجہ ضیاء الدین نے مرتب کیا تھا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی وصیتوں کو نقل کیا ہے جو آپ نے اپنے مریدوں اور عقیدت کیشوں کو تحریر کیں۔ ان کے مطالعہ سے جہاں آپ کے روحانی کمالات کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے ارادت کیشوں کو شریعت کے جادۂ مستقیم کی طرف رہنمائی کی۔ انہیں اپنے مولا و آقا سے محبت کا درس دیا۔اطاعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین فرمائی۔ آپ کی ان وصیتوں اور نصیحتوں سے صرف دو اقتباس پیش کیے جاتے ہیں آپ نے فرمایا

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی پہلی شرط یہ ہے کہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان لائے۔ اس پر ایمان لا کر بندہ ثابت قدم رہے اور شک و شبہ کے بجائے رغبت، محبت اور معرفت کے ساتھ دل میں یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات میں اکیلا اور اپنی صفت میں یگانہ ہے تمام عالم اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ تمام پیغمبر اسی کے بھیجے ہوئے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام پیغمبروں میں افضل ہیں"

عبد و معبود اور بندہ و مولا کے رشتے کو استوار کرنے کے لئے آپ نے مریدوں کو نصیحت کی اور فرمایا:

"کوئی سانس ذکر کے بغیر باہر نہ نکلنا چاہئے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے جو کوئی ذکر کے بغیر سانس لیتا ہے وہ اپنا حال ضائع کرتا ہے اور جب یہ صفت کہ ذکر کے وقت وسوسے اور حدیث نفس سے گریز کرنے لگے مستقل طور پر پیدا ہو جائے گی تو ذکر کا نور دل میں اترتا جائے گا اور ذکر کی حقیقت دل میں بیٹھ جائے گی۔ تب ذکر کے

Marfat.com

ساتھ مذکور کا مشاہدہ شامل ہوگا اور دل نور یقین سے منور ہو جائے گا یہی طالبوں کا مقصود اور سالکوں کا مقصد ہے"

اہل علم سے یہ مخفی نہی کہ آپ کی مذکور بالا وصیت میں حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے کہ " تعبد اللّٰہ کانک تراہ وان لم تکن تراہ فانہ یراک " کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو کم از کم یہ کیفیت ضرور ہو کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔

آفتاب طریقت حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ملتان میں سن 684ھ میں ہوا۔وفات کے وقت آپ کی عمر 69 برس تھی۔مزار مبارک ملتان ہی میں حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر مبارک پر اپنی رحمت و مغفرت کی ہمیشہ بارش برسائے۔ آمین

Marfat.com

مسلمان مورخین علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

مشہور امام، مفسر، محدث، فقیہ اور ثقہ مورخ علامہ ابن کثیر القرشی البصروی الدمشقی الشافعی کا اصل نام اسمٰعیل کنیت ابوالفداء، لقب عماد الدین اور عرف ابن کثیر ہے۔ ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: اسمٰعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر۔

بقول حافظ ابن حجر عسقلانی آپ سن 700 ہجری میں ملک شام کے ایک شہر بصری کے نواح میں ایک گاؤں مجدل میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک معزز اور ممتاز خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کے والد شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن کثیر اس بستی کے خطیب تھے اور اپنے عہد کے علماء وکبار میں شمار ہوتے تھے۔ حافظ ابن کثیر نے اپنے والد کے حالات زندگی اور بالخصوص ان کے عملی ذوق کو مختصرًا تحریر کیا ہے۔ آپ کی عمر ابھی صرف تین برس تھی کہ آپ کے والد محترم اس در یتیم کو چھوڑ کر اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

باپ کی ناگہانی موت آپ کے لئے ایک عظیم سانحہ تھی۔ باپ کے بعد بڑے بھائی نے اپنی آغوش تربیت میں لے لیا۔ چنانچہ 706ھ میں صرف چھ برس کی عمر میں آپ اپنے برادر بزرگوار کے ساتھ دمشق چلے آئے۔ آغاز تعلیم اپنے بڑے بھائی سے کیا اور انہیں سے فقہ اسلامی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ رفتہ رفتہ تفسیر، فقہ، اصول فقہ، تاریخ اور دیگر علوم میں مہارت حاصل کر لی اور اپنے زمانے کے شہرہ آفاق علماء کبار سے اکتساب فیض کیا۔ اس میں سب سے زیادہ استفادہ آپ نے محدث شام حافظ جمال الدین یوسف بن عبدالرحمٰن الشافعی سے کیا۔ استاد نے انہیں جوہر قابل پاکر خصوصی تعلقات اور شفقت کے پیش نظر اپنی لڑکی زینب کا

Marfat.com

نکاح حافظ ابن کثیر سے کر دیا۔ ابن کثیر نے انہی کے پاس فن حدیث کی تکمیل کی۔ چنانچہ علم حدیث میں آپ کو مہارت تامہ حاصل ہوگئی۔ آپ جراح و تعدیل سے واقف تھے اور علم تاریخ میں آپ کی کامیابی اور کامل دستگاہ کا اصل سبب علم حدیث ہی تھا جسکی بنا پر آپ کو علم تاریخ میں حیات جاودانی حاصل ہوئی۔ مشہور حنبلی امام ابن تیمیہ سے بھی آپ نے اکتساب علم کیا اور عرصہ دراز تک ان کی صحبت میں رہے اور بقول احمد محمد شاکر ان کی رفاقت میں رہنے کی بنا پر انہیں امام ابن تیمیہ کی مصیبتوں اور صعوبتوں میں بھی شریک ہونا پڑا۔ اب آپ کے علوم و فنون کی مہارت کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ بقول ابن العماد الحنبلیؒ طارت اوراق فتاوبہ الی البلاد " ابن کثیر کے فتوں کے اوراق شہروں میں پھیل گئے۔

علامہ ابن کثیر نے تفسیر القرآن الکریم کے نام سے قرآن حکیم کی ایک عظیم الشان تفسیر بھی لکھی جس میں معتبر روایات سے سے کام لیا گیا ہے جو بڑی مستند اور مقبول ہے اور 8 جلدوں میں مصر سے چھپ چکی ہے۔ اسکی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ احمد محمد شاکر کی سعی و کاوش سے مصر سے اسکی تلخیص عمدۃ التفسیر کے نام سے زیور طبع سے آراستہ ہوچکی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں آپ کی تفسیر کا اردو ترجمہ متداول و مقبول ہے۔

لیکن علامہ ابن کثیر کا سب سے عظیم کارنامہ تاریخ کی وہ ضخیم گرانمایہ اور شہرہ آفاق کتاب ہے جو البدایہ والنہایۃ کے نام سے مشہور ہے اور بحثیت مورخ ابن کثیر ان تمام خوبیوں اور محاسن سے آراستہ نظر آتے ہیں۔ جو ایک تاریخ نگار میں ہونی چاہیں۔ البدایۃ والنہایۃ وہ آیینہ ہے جس میں یہ خوبیاں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں اور جنکی بنا پر اس شاہکار تصنیف کو علمی دنیا کے گوشے گوشے میں شرف قبول حاصل ہوا اور اسی عدیم النظیر کتاب کی بنا پر ابن کثیر کی شہرت کو چار چاند لگے۔

ان کی یہ کتاب مصر سے چودہ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔ علامہ ابن کثیر

Marfat.com

نے اس کتاب کو تاریخی اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں ابتدائے آفرینش سے لیکر دور نبوت تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں اور اس حصے میں مصنف نے کتاب و سنت کی تصریح پر اعتماد کیا ہے اور صحیح و ضعیف اسرائیلی روایات کو جدا کردیا ہے۔ دوسرے حصے میں ہجرت کے بعد سے لیکر اپنی وفات سے دو سال قبل تک کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ تیسرا حصہ فتنوں اور جھگڑوں کے ذکر پر مشتمل ہے اور یہ کتاب التیہ اس وسیع کتاب کا خاتمہ ہے۔

البدایہ و النھایۃ بمطابق اردو دائرہ معارف اسلامیہ سن 1337 تک ابرزالی کی تاریخ پر مبنی ہے اور بقول خیرالدین الزرکلی' ابن اثیر کی الکامل کے طرز پر لکھی گئی ہے۔

مصنف اور اسکی شاہکار تصنیف کا اندازہ ان آراء سے لگایا جاسکتا ہے جو اہل علم نے ہدیہ تحسین کے طور پر پیش کی ہیں۔ مشہور مورخ ابن تغری بردی نے اس تاریخ کے متعلق لکھا ہے:" ھو فی نمایۃ الجودۃ "یعنی یہ نہایت ہی خوب ہے۔

علامہ ابن العماد الحنبلی لکھتے ہیں :" انتھت الیہ ریاسۃ العلم فی التاریخ" علم تاریخ کی ریاست علمی ان پر ختم ہوگی۔ علامہ عینی فرماتے ہیں :" و کان لہ طلاح عظیم فی الحدیث و التفسیر و التاریخ " انہیں حدیث' تفسیر اور تاریخ میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ علامہ شمس الدین بن ناصر نے ابن کثیر کو عمدۃ المورخین کا نام دیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان الفاظ میں آپ کو ہدیہ تحسین پیش کیا ہے۔

"سارت تصانیفہ فی البلادفی حیاتہ وانتفع بھاالناس بعدوفاتہ"

(آپ کی تصانیف آپ کی زندگی یں ہی شرف قبول حاصل کرکے شہروں یں پھیل گئیں اور لوگوں نے آپ کی وفات کے بعد ان سے بھرپور فائدہ حاصل کیا)

حاجی خلیفہ چلپی نے لکھا ہے:

"اعتمد فی نقلد علی النص من الکتابو السنۃ فی وقائع الالوف السالفہ ومیز بین الصحیح والخبرالاسرائیلی"

(کہ مصنف نے اس کتاب کے لکھنے میں گزشتہ ہزارہا برس کے واقعات کے

Marfat.com

بیان میں کتاب وسنت کی تصریح پر اعتماد کیا ہے اور صحیح اور ضعیف اور اسرائیلی روایات کو جدا کر دیا ہے)

المختصر کتاب کے محاسن اور اہل علم کی آراء کو پیش نظر رکھتے ہوئے علامہ ابن کثیر کو بجا طور پر امام عصرہ فی التاریخ یعنی اپنے عہد میں علم تاریخ کا امام اگر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

علامہ ابن کثیر شگفتہ مزاج تھے۔ ایک جید مفسر، ماہر محدث، ذہین و فطین فقید اور بلند پایہ مورخ ہونے کے ساتھ ساتھ انہیں ذکر الٰہی سے بھی بڑا گہرا شغف تھا۔ اکثر وقت ذکر الٰہی میں گزارتے جس کی بنا پر آپ کو امام فی التسبیح والتھلیل بھی کہا جاتا ہے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ آخر عمر میں آپ کی بینائی جاتی رہی۔ شعبان سن 774ھ یا فروری سن 1373ء میں علم تاریخ کا یہ امام اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی اور علمی خدمت کو قبول فرمائے اور ان پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

Marfat.com

تجلیات رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

عمدہ کاغذ، صفحات 250

مضبوط بائنڈنگ

اعلیٰ طباعت

قیمت 95 روپے

مشہور مفکر، عالم دین، ماہر تعلیم، خطیب جاوداں، ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کی مایہ ناز اچھوتی تالیف جس میں ہادی اعظم، محسن کائنات، رہبر شریعت، مرشد اعظم، رحمتہ اللعالمین نبی آخرالزمان محمد مصطفےٰ ﷺ کی حیات طیبہ کے روشن پہلوؤں کو عالمانہ و فاضلانہ انداز میں موضوع بحث بنایا ہے۔ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب نے مستشرقین کے اعتراضات کا مدلل جواب دیتے ہوئے نبی محترم ﷺ کے اسوہ حسنہ کے محاسن کو بیان کیا ہے۔ تجلیات رسالت، خلق محمدیؐ، معلم اخلاق کی سخاوت، رسول عربیؐ کی شجاعت، ہادی کاملؐ، مصلح اعظمؐ، پیغام رسالتؐ، سیرت رسولؐ کی روشنی میں اہمیت تعلیم، پیغمبر انقلاب اور تعمیر شخصیت، تربیت نفس کا نبوی طریق، حضور اکرم ﷺ بحیثیت سیاسی مفکر، غربت و افلاس کا نبوی حل، آجر و اجیر اخلاقیات نبویؐ کی روشنی میں اور دوسرے موضوعات پر تبحر علمی اور روشن قلبی کے ساتھ رشحات قلم کے موتی بکھیرے ہیں۔ آپ کی تحریروں میں اخلاص کا رنگ نمایاں ہے اور جن موضوعات کو زیر بحث بنایا ہے وہ تمام کے تمام ہماری روزمرہ زندگی کے مسائل و معاملات سے تعلق رکھتے ہیں اور معاشرے میں افراتفری و انتشار کے اس نفسانفسی کے دور میں نبی ﷺ کی حیات طیبہ کے ان پہلوؤں کی راہنمائی ہمیں بے یقینی و بے چینی کے اضطرابی کیفیت سے نکال کر اطمینان قلب کی دولت سے مالامال کرتی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے اشد ضروری ہے تاکہ ہم اپنی زندگی قرآن سنت کے احکامات کے مطابق گزار سکیں۔

ملنے کا پتہ

صدیقی پبلی کیشنز

40-اے ولی مارکیٹ اردو بازار لاہور

فون 7246926

Marfat.com

خطبات جمعہ (زیر طبع)

اعلیٰ طباعت

عمدہ کاغذ، صفحات 150

قیمت 65 روپے

مضبوط بائنڈنگ

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے!

یاایھاالذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الٰی ذکر اللہ وذروالبیع ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون○

جس طرح انبیائے کرام میں نبی محترم ﷺ کو، الہامی کتب میں قرآن حکیم کو، ستاروں میں چاند کو، عباد تگاہان عالم میں خانہ کعبہ کو، حسن عالم میں حضرت یوسفؑ کو، ملایکہ میں جبرائیلؑ کو فضیلت حاصل ہے اسی طرح جمعہ کے دن کو تمام ایام میں اور نماز جمعہ کو تمام نمازوں میں فضیلت و برتری حاصل ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں نماز جمعہ کی تاکید و تلقین کی ہے اور خطبہ جمعہ کو سننا باعث برکت و ثواب قرار دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب ایک عرصہ تک لاہور کی مساجد میں بغیر کسی معاوضے کے دینی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ فرزندان توحید کی شریعت و طریقت میں راہنمائی قرآن و سنت کے مطابق فرماتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے ان خطبات میں سے پچیس عنوانات کا انتخاب کر کے علماء و خطباء اور عوام الناس کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے علماء و خطباء ان خطبات سے خاطر خواہ استفادہ کر کے عوام کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کر سکتے ہیں جبکہ طلباء اور عوام خود پڑھ کر بھی روزمرہ کے معاملات اور اسلامی تعلیمات سے آگاہی حاصل کر کے اپنے شب و روز احکام خداوندی کے مطابق گزار سکتے ہیں۔

ملنے کا پتہ

صدیقی پبلی کیشنز

40-اے ولی مارکیٹ اردو بازار لاہور

فون 7246926

Marfat.com

شخصیات ‘عبادات اور معاملات (زیر طبع)

عمدہ کاغذ صفحات 312

مضبوط بائنڈنگ

اعلیٰ طباعت

قیمت 145 روپے

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور عالمگیر راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ انسانی معاشرہ کا تعلق کسی دین و مذہب‘ رنگ و نسل‘ اور علاقائی و جغرافیائی حالات سے ہو۔ اسلامی تعلیمات دینی معاشرتی‘ سیاسی‘ اخلاقی‘ تہذیبی‘ ثقافتی حوالوں سے بہترین نظام حیات کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب نے جہاں دوسرے موضوعات پر قلم اٹھایا ہے وہاں انہوں نے عالمگیر شخصیات حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت محمد ﷺ‘ حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ محمد غوثؒ کا تذکرہ بڑے عالمانہ انداز میں کیا ہے۔ قرآن حکیم کی سورتوں الانعام‘ الاعراف‘ الکہف‘ لقمان‘ الکوثر‘ الھب کے مضامین کی تفسیر بیان کی ہے۔ قرآن کے دیگر مباحث و محاسن کو زیر بحث لاتے ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحب نے اسلام کا نظام اخلاق‘ مجاہدہ‘ عیدالفطر کی دینی و عمرانی اہمیت‘ فرض شناسی کا پیامبر (روزہ) اطاعت امیر‘ اسلام کے سیاسی نظام میں شوریٰ کی اہمیت‘ اسلام کی نظر میں خاندانی تنظیم‘ اسلام کا تربیتی نظام‘ بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت‘ ترقی پسند اسلام کی نظر میں‘ پابندی وقت‘ ہماری معاشرتی اقدار‘ علم و تعلیم کی اہمیت‘ آزادی کی نعمت‘ اسلام کا بین الاقوامی نصب العین اور دوسرے موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ معاشرے کے ہر فرد کے لئے نہایت آزمودہ اور کار آمد ہے۔ کم صفحات میں بہت زیادہ علمی و فنی معلومات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ جو نہایت کم قیمت پر اشاعت دین کی غرض و غایت کو مد نظر رکھتے ہوئے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

ملنے کا پتہ

صدیقی پبلی کیشنز

40-اے ولی مارکیٹ اردو بازار لاہور

فون 7246926

Marfat.com

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کی

دیگر تصانیف

- تجلیاتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
- رسالت مآب کے بارے میں غیر مسلموں کے تاثرات
- حضورؐ بحیثیت مثالی شوہر
- شخصیات، عبادات اور معاملات
- چانن تے سویرا (پنجابی تقریراں)
- تجلیاتِ ہجویر
- خطباتِ جمعہ
- مطالعہ ادیان (مقدمہ) (زیرِ طبع)

- Modern Trends in Tafsir Literatur Miracles.
- Quranic Concept Of Miracles.
- Dignity Of Man in Islam.
- Industrial Relationship in An Islamic Society.
- Comparative Study of Religions.

صدیقی پبلیکیشنز کی دیگر کتب

- تذکرہ حضرت میاں غلام اللہ ثانی لاثانیؒ
- شبنمی تارے
- زخمِ کائنات

صدیقی پبلی کیشنز
۴۰-اے اردو بازار، لاہور

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کی

دیگر تصانیف

تجلیاتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

رسالت مآب کے بارے میں غیر مسلموں کے تاثرات

حضورؐ بحیثیت مثالی شوہر

شخصیات، عبادات اور معاملات

چانن تے سویرا (پنجابی تقریراں)

تجلیاتِ ہجویر

خطباتِ جمعہ

مطالعہ ادیان (مقدمہ) (زیرِ طبع)

- Modern Trends in Tafsir Literatur Miracles.
- Quranic Concept Of Miracles.
- Dignity Of Man in Islam.
- Industrial Relationship in An Islamic Society.
- Comparative Study of Religions.

صدیقی پبلیکیشنز کی دیگر کتب

تذکرہ حضرت میاں غلام اللہ ثانی لاثانیؒ

شبنمی تارے | زخمِ کائنات

صدیقی پبلی کیشنز

۴۰-اے اردو بازار، لاہور

Marfat.com